



طہذی آگ



ٹھنڈی آگ

نشرت چندر

رجلہ حقوق بحق پلستر محفوظ ہیں )

۱۹۸۸ء	- .	انتاعت
اٹھائیس روپے	- .	قیمت
۱۰۰ روپے	-	مباغت

## پبلشرز پرنسپل پبلشرز

۳-سی یورو ہٹک روڈ نرڈ لرنٹ سیماء قرو لباغ  
۱۱۵۵۵۵ نئی دہلی

## پہلا باب

پہلے راج اسکول کے ہیڈ ماسٹر جن میں طالب علموں کو سرمایہ نہ ملتا تھا۔ وہ الگ الگ راستہ سے روزانہ ایک ایک میل کی مسافت طے کر کے اسکول پہنچا کرتے تھے۔ تیسوں میں گہری دوستی تھی۔ تیسواں بے اور اہل مارہ کھاتا تھا کہ وہ راستہ میں ایک برگد کے بیڑے پیچھے اکٹھے ہوتے تھے اور وہاں سے اسکول جانا کرتے تھے۔ ان تیسوں کے گھر ٹھیکل سے معری گوشت میں واقع تھے۔ مگد لیس سرسوتی کا پل پار کر کے ڈبڑا سکا ڈوں سے آتا تھا اور اس مانی اور اس سہاری آس پاس کے دو دیہات گرتس پور اور اربھیا سے آیا کرتے تھے۔ مگد لیس جس طرح ان تیسوں میں زیادہ اکسار پسند تھا اسی طرح اس کی مانی مالیت بھی سب سے بڑی تھی اس کے چابہ میں تھے اور بیڈت تھے۔ جھماول سے حیرات لیکر اور سیاہ شادی کر اکر وہ اپنی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اس مانی ایک خوش حال گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے تینا کو لوگ گرتس پور کا رہیدار تھے۔ یہ تھے۔ اس سہارے کی مالیت بھی اسی تھی۔ وہیں ماسیدا، مہیسی مازما

تالاب، مارع، باغیچہ۔۔۔ اس باتوں کے ہوتے ابھی گندہ سر مو حاتی تھی  
 اس تمام درائع کے موجود ہونے پر بھی یہ لوگ کے شہر میں مکان کرایہ پر نہیں  
 لے سکتے تھے وہ گرنی، مارکس اور آدھی میں اتنی دور سے بیدل چل کر  
 آیا کرتے تھے اور اس کا ایک وجہ تھی۔ اس زمانہ کے والدین اتنی تکلیف  
 کو تکلیف نہیں سمجھا کرتے تھے ان کا یہ حال تھا کہ درسا دکھ رہا تھا یا چائے  
 تو ان سرسوتی بہران نہیں ہوتی رنگ کے بڑے پیچے میٹھے ہوئے تھیں  
 دوست بہر دور ہی علحدہ اٹھاتے کہ وہ رنگ عورت ایک۔۔۔ سرے سے الگ  
 ہیں ہوں گے کبھی شادی نہیں کریں گے۔۔۔ وکیل سے کر تھیں ایک ہی  
 مکان میں رہیں گے اس کے علاوہ وطن کی خدمت کریں گے۔

یہ تو عین کی بات تھی۔۔۔ سچائی آخر کس روپ میں سامنے آئی؟  
 وہی قصہ آپ کو سنایا جا رہا ہے۔۔۔ روستی میں ٹھہرائی اسے کیا  
 کلاس میں پیدا ہوا۔۔۔ ان دنوں کلکتہ میں۔۔۔ کابھت اترو روح  
 تھا پرا۔۔۔ سماج سے عبادت کابھت دور تھا جس کے سامنے گناہ کے یہ  
 یہ لڑکے ٹھہر سکے۔۔۔ اس بہرست ادھارے کی رو میں بہہ  
 گئے۔۔۔ اس بہاری اور س مالی جس انداز سے یہ ہم سماج میں داخل  
 ہوتے اس انداز سے جگہ نہیں اس میں شامل نہ ہو سکا۔۔۔ لیت لعل  
 کرے لگا۔ وہ سب سے ہوشیار اور ماضور تو تھا لیکن کرور تھا اس کے  
 علاوہ اس کے پتا بھی تک نہ دے تھے۔ بن مالی اور اس بہاری اس  
 صحال سے آزاد ہو چکے تھے۔۔۔ کچھ عرصہ ہوا تاکہ نفاذ میں س مالی  
 کرستی پور کا زمیندار میں چکا تھا۔ اور اس بہاری راوہا زمینیں ہی ساری  
 مائیداد کا واحد ملک ہو چکا تھا تو وہی ہی مدت کے بعد دوروں دوستوں





”اگر تمہارے یہاں میٹھی پیدا ہوئی تو اسے لیے  
 پیٹے کی پس ساؤں گا۔۔۔ تجیس کے احسانات کا بدلہ  
 اسی طرح میچکا سکوں گا۔۔۔ تمہارے ہی کرم ہی سے  
 میں دیکھ س کر الہ آماد میں پرمسرت زندگی سر کر رہا ہوں۔  
 میں اس بات کو ہرگز معول نہیں سکتا۔“

سن مالی ماہونے اس کے جواب میں لکھا۔  
 ”میں تمہارے پیٹے کی درارتی عمر کا حواہاں ہوں۔  
 میرے یہاں کسی میٹھی کے پیدا ہونے کا کوئی امکان  
 نہیں۔۔۔ اگر کسی درویش کی دعا سے میں اولاد کا سہ  
 دیکھ سکا تو تمہیں ضرور اطلاع دل گا۔“

یہ خط لکھ کر سن مالی مارول ہی دل میں ہنس پڑے جو کہ دو برس پہلے  
 ان کے دوسرے دوست اس بیمار ہی کے یہاں ٹٹا پیدا ہوا تھا تو اس نے بھی  
 یہی بات ان کو لکھی تھی۔۔۔ ان کا کار و مار چمک اٹھا تھا اور سن مالی  
 یہ نوکا ستارہ کر وڑیتوں میں ہوتا تھا۔۔۔ ہر کوں ان کی میٹھی ایسے  
 گمراہ کی مگر میں تھا۔

میں دوچار بیسے پہلے کی ہمیں جیس برس پہلے کی کجانی لکھ رہا ہوں  
 سن مالی مالو اب بہت بوڑھے ہو چکے ہیں۔ کئی برسوں سے  
 بیمار چلے آ رہے ہیں اور چار پائی بوڑھے ہیں ابھی ایسا نحوس ہند  
 ہے کہ اب وہ چار پائی سے اٹھ نہیں سکیں گے۔  
 وہ اتنا ہی سے بخوبی اندازہ سال میں ابھی صرف اس

مات کا دکھ ہے کہ وہ ایسی اکلوتی بیٹی جس کی ستادی کرے گا موقع حاصل نہیں کر سکے ایک بار زسریر کو دکھایا گیا کہ اسے کا دکھ اپنے دکھ میں لیکر بولے۔

میرے دل کوئی مٹا نہیں — مجھے اس مات کا درد ابھی دکھ نہیں تو ہی سب کچھ ہے — تیری عمر ابھی انٹھارہ برس کی نہیں ہوتی — تیرے سر پر ایسی ساری حائیداد کا لہجہ ڈال کر ملتے ہوئے میں قطعاً خود رہ نہیں ہوں — تیری ماں نہیں — تیرا کوئی بھائی نہیں — حیاتاؤ اور دادا نہیں — اس کے ماوجود میں عانتا ہوں کہ میری ہر ایک حیرت محسوس رہے گی — میں صرف ایک مات کہا جاتا ہوں بیٹی — مگدستیں چاہے کچھ بھی کیوں کرے — وہ چاہے کچھ بھی کیوں نہ ہو — میرا بچپن کا ساتھی ہے — اس کا ایک بیٹا ہے — میں نے اسے ایسی آنکھوں سے تو نہیں دیکھا — کیس سا ہے کہ بہت ہی اچھا ہے — اس کے مایا لے اگر کوئی قصور کیا ہے تو اس کے عوض اسے مایا لے کر ما — میری ہی آخری آتما ہے — ۱۱

وہ لے رہے ہوئے گلے سے بھاگے۔

۱۱۔ مانو سی — میں تمہارا حکم ہرگز نہ مانوں گی مگدستیں مانو تھے دن رہ رہیں گے ابھی آپ کے برابر سمجھوں گی لیکن اس کے رہ رہے بر ساری حائیداد ان کے بیٹے کے لئے کیسے نقصا کردوں — وہ اگر بڑھا لکھا ہے تو پھر ایسے مایا کا قرص ضرور چکا سکے گا۔ ۱۱

۱۱۔ مایا مانو لے ایسی بیٹی کی طرف غور سے دیکھا اور بولے  
قرصہ تنقوڑا تو نہیں ہے بیٹی — وہ آخر لڑکا ٹھہرا — یہ بچکا کتا تو؟

میٹی لے جواب دیا۔

”جیٹیا ایسے باب کا قرضہ نہیں چکا سکتا وہ بیوتہ نہیں کیسوت ہوتا

ہے بالوجہ۔۔۔ ایسے شخص کو سہارا دیا اچھا نہیں۔“

”میں مالی مالواری تعلیم پاتے اور رعب و جمال رکھے والی میٹی سے  
آجکا۔۔۔ تھے۔۔۔ اس لئے آپہوں لے زیادہ حکمت۔۔۔ کی۔۔۔ آپہوں لے

ایک لمبا ساتن نیکر کہا۔

”ہر ایک مات میں جگہوں کو ایسے سامنے رکھ کر حواس سب سمجھا دہی  
کر میٹی میں تہیں کوئی خاص ہدایت دیکر اسکا یا مدہیں سا مایا جاتا۔“

”یہ کہ کردہ تنقوڑی دیر کے لئے حاموش ہو گئے۔۔۔ آپہوں لے پھر ایک لمبا

ساتن لیا اور لے۔

”حاشی ہو میٹی۔۔۔ جب یہ گلہ لیں واقعی اسان کہلائے حلے کا  
مستحق تھا تو اس لے تمہارے پیدا ہوئے سے پہلے ہی تہیں ایسے میٹے کے لئے  
لاگ لیا تھا۔ میں لے بھی وعدہ کر لیا تھا۔“ ”بس مالی مالوے کس دیکھیں  
سے ایسی میٹی کی طرف دیکھا۔

”میں مالی کی میٹی یکیس ہی میں ایسی ماں سے بھیڑ گئی تھی۔ وہی اس  
کے بتا بھی تھے اور وہی اس کی ماں تھے۔ اس لئے وجہ لے ان کو ایسی ماں  
سمجھ کر ہما ہمتیہ ان سے لاڈیہا کیا تھا۔ اس لے کہا۔

”بالوجہ۔۔۔ تم لے ماں سے وہ وعدہ کیا تھا دل سے نہیں۔“

”کیوں میٹی۔۔۔؟“

”اگر تم لے دل سے وعدہ کیا ہوتا تو کیا ایک مدھی اسے اپی آنکھوں

سے دیکھے کے لئے۔۔۔ حالت۔۔۔؟“

بس مالی نے کہا۔

حب میں نے اس بیماری سے یہ تا کہ لڑ لگا ابی ماں کی طرح کمزور  
 سے اور ڈاکٹر اس کے زیادہ دیر تک جیسے کئی امید ہیں رکھتے تھے قریب  
 ہوتے ہوئے بھی اسے دیکھنے کی خواہش رکھی۔ وہ یہیں کلکتہ ہی میں  
 لی اے میں پڑھ رہا تھا۔ اس کے بعد میں اپنی بیماری کی پریشانی کے باعث  
 اس سے ملنے کی بات سوچ رہی رہا۔ لیکن اب سوچتا ہوں  
 کہ مجھ سے شدید علانی ہوئی۔ میں تجھ سے یہ کہتا ہوں وجہ  
 اس وقت میں نے تمہارے متعلق نگہداشت سے ایسے دل کے ساتھ  
 وعدہ کیا تھا۔

ذرا سے توقع کے بعد ہوں نے کہا۔

”آج سے ساری دیا یہ کہتی ہے کہ جلدیسی سیاہ کار خوری اور ترائی  
 ہے۔ لیکن ایک مدت تھا کہ یہ جلدیسی ہی ہم سے زیادہ بیک  
 ہو کر رہا تھا۔ تعلیم اور دہشت کے اعتبار سے ہیں بیٹی۔ یہ دونوں  
 حریاں تو سیکڑوں لوگوں میں ہوتی ہیں۔ اس نے مجھے جتنی محبت  
 کی ہے اتنی کسی اور نے آج تک نہیں کی۔ یہ محبت ہی اس کی موت میں گئی۔  
 مجھے اس کی بہت سی حرا یوں کا حال معلوم ہے۔ مجھے وہ مات  
 اکھی تک نہیں بھولتی۔ یوں کی موت پر وہ ماگل ہو گیا۔ تیری  
 ماں کی مات کو دل میں حکم دیکر میں دل ہی دل میں اس کو حراج تھیں  
 ادا کیے بغیر رہ سکا تھا۔ اس کی یوں ماں دامن اور عصمت مآب  
 تھی۔ اس نے مرے سے پہلے نہ مید کر یاں لگا کر کہا تھا۔ بیٹا ہی دعا  
 دیتی ہوں کہ بھگوان پر تیرا اعتقاد ہمیشہ قائم رہے۔ سہا ہے کہ ماں کی



س مالی ے کہا۔

ایسے مانوں کے یاس رہا میں۔۔۔ اس وقت میں گلہ بندہ سی ہوئی  
 ساری باتیں تارے کی قوت بہیں رکھتا۔۔۔ لیکن دو جا راتیں تاسکھا ہوا  
 زبیر میں ایسی مال کی ساری صفات ہیں۔۔۔ تنگوان کرے۔۔۔ وہ جہالت  
 کہیں بھی ہو رہا رہے اور خوش رہے  
 اتے میں لو کرے اگر عی ملان دلاس مالو کے آسکی حردی اور جلا گیا۔  
 ۱۰ چھائی اب تم جھے ماو میٹی۔۔۔ میں اور اہرام کر لوں ۱۰ س مالی

مالو ے کہا۔

وچے حب تیا کاتیکہ ٹھیک کر کے، اس کے پیروں پر تال دیکر او ساس کی  
 آنکھوں پر روشنی کی ادٹ کر کے پیچیل گئی تو اس کے پنا کے پیسے سے ایک لمبی  
 سانس نکل گئی۔۔۔ دلاس کی آمد کی خبر س کر بیٹی کے چہرے پر حوسر جی دوڑ  
 گئی تھی وہ بہت ہی مضمی حیر تھی۔ ۱

دلاس بہاری۔ اس بہاری کا میٹا ہے۔۔۔ وہ ملکیت میں پہلے ایف آ  
 میں پڑھتا تھا۔ اب بی ۱ میں پڑھ رہا ہے۔ س مالی رہم سماج کو ترک کیے  
 کے بعد کبھی گھاؤں نہیں گئے تھے۔۔۔ کار و مار کو پھیلانے کے بعد انھوں  
 نے گھاؤں میں اپنی زمینداری بھی پڑھالی تھی جس کی دیکھ بھال کا کام اس  
 بہاری کے سیر دکر دیا تھا۔ دلاس بہاری اس سلسلے میں گھر میں آیا جایا کرتا تھا  
 وہ گھر میں کیوں زیادہ آئے مائے لگا اس بات کا یہ بعد میں جلا۔

## دوسرا باب

س مالی مالو کے انتقال کو دو مہینے گزر چکے ہیں۔ ایسے کلکتے کے اتنے وسیع و عریض مکانات ہیں جسے اب اکیلی ہے اس کی گھاؤں کی وسعت داری کی دیکھ کمالی اس سہاری ہی کر رہے ہیں اور وجہ کے نگران س گئے ہیں۔ رہ جو کہ گھاؤں میں رہتے تھے اس لئے دیے کی حریر کی کاوجھ و لاس مالو یہ آئیڈ ہے۔ در حقیقت و لاس مالو ہی اس کے نگران میں بیٹھیں۔ ان دونوں سر ہم کہیں میں۔ حق و صداقت کے الفاظ حسب استعمال ہوتے تھے غیر مالک سے بڑھ کر آتے ہوئے ہندو لو حوال حسب مال، مایہ دیری ویر تاروں اور سراج کے خلاف علم عبادت ملد کرتے۔ یہ ہم سراج میں ایسا نام درج کرواتے تو یہی الفاظ ان میں سہارا دیتے تاکہ وہ اس سربلہ رکھ سکیں وہ کہا کرتے۔

”ہم حس مات کو سچا سمجھیں گے وہی کریں گے۔ ماں کے آسوں اور مالیاں کہ سرور آہوں کی پر دہا۔ ہمیں کریں گے۔ ہم ان کمزوریوں پر ہر کمسن طریقے سے تار یا میں گے در رہیں جبلی حاصل ہیں ہوگی۔“

وجے سے بھی ایسی ہی تعلیم لائی تھی۔  
 آج دلاس مالو گائیوں سے لوڑھے شرابی گلڈلین مالو کی موت کی خبر  
 تھے۔ گلڈلین مالو اس کے تیا کے دوست تھے۔ دلاس مالو نے جب یہ سنا یا کہ  
 گلڈلین شرابی کرہستی کے عالم میں گر کر مر گئے تو اس وقت "برہم دھرم" کے  
 حق و صداقت والے اصول کو یاد کر کے وجے سے ایسے تیل کے بدلے  
 درست کے خلاف ہوسٹ مسیح کو نصرت کا اظہار کرنے میں دراسی بھگیا ہٹ نہ  
 دکھائی۔ دلاس نے کہا۔

گلڈلین۔ میرے تیا کے بھی لگو پتے دوست تھے۔ کئی وہ اسے  
 مدد تک نہیں لگاتے تھے۔ دو مارو ویہ ادھار مانگے آئے تھے لیکن  
 تیا جی نوکر سے کہہ کر اسے بھاٹک سے نکال باہر کیا تھا۔ وہ ہمیشہ  
 کہا کرتے۔ اکیسہ کاروں کے ساتھ کسی قسم کی رعایت کرنا ٹھکراؤں کے  
 سامنے گناہ کرنے مترادف ہے۔  
 "بالکل ٹھیک۔" وجے نے ہاں میں ہاں ملائی۔

اس حوصلہ افزائی پر دلاس بولا۔

"جاہے کوئی دوست ہی کیوں نہ ہو۔ گزروں کا اظہار کر کے برہم  
 سماج کے آدمیوں کو گزند پہنچا یا ٹھیک نہیں ہے۔ گلڈلین کی ساری  
 حائیداد قابلوں کی رو سے ہم لوگوں کی ہے۔ اس کا بیٹا اگر ایسے  
 پتا کا قرضہ چکا دے تو اچھی بات ہے۔ ورنہ قابونی طور سے اس کی  
 ساری حائیداد برہم سماج کے لیے چاہیے۔ موت میں یہ حائیداد کیوں  
 چھوڑی جلتے۔ ہم اس روپے کو مختلف ایک کاموں میں لگا سکتے  
 ہیں۔ برہم سماج کے کسی لوگ کو ولایت پڑھے کیلئے مسیح بھیج سکتے ہیں۔"



دھرم کے پرچار کا سد و بست کر سکتے ہیں۔ غرضیکہ سمیت سے کام کر سکتے ہیں پھر کہیں۔ ایسا کیا جائے۔؟ ایک مات اور بھی تو ہے کہ حکمت نشا اور اور سال کا میٹا ہمارے برہم سماج سے تعلق نہیں رکھتے۔ ان پر رحم کیا جائے تو کیوں کیا جائے۔ آپ ہی احارت حاصل کرتے ہی تینا جی سا رام لعل ٹھیک کر دیں گے۔ انھوں نے مجھے اسی لئے آج آپ کے پاس بھیجا ہے۔  
اپنے تینا کے آخری الفاظ یاد کر کے دے سوچ میں پڑ گئی۔ وہ نوراً جواب نہ دے سکی۔۔۔ وجے کو سنتی مہرج میں دیکھ و لاس بالوے ملد آواز میں کہا۔

سہیں سہیں میں آپ کو ہر گر ٹال مٹولی نہیں کرے دوں گا۔ ستسراج کروری کی ستانی ہے۔ گناہ ہے۔ گناہ عظیم ہے۔۔۔ میں نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا ہے کہ اس کے مکاں آپ کے نام کرادوں گا۔ گاؤں میں برہم مندر کا سنگ بنیاد رکھوں گا اور اس طرح اس بد نصیب گاؤں کے احمق لوگوں کو نیچے دھرم سے ہمکنار کروں گا۔ آپ در اسوچے تو سہی ان گاؤں والوں کا سو تو فی کیا آگ ہی سے بجھے کے لئے تو آپ کے مرحوم والد عاقل قبوڑ نے یہ محسوس ہوئے تھے۔ ان کی مٹی ہو کر کیا آپ کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ انی احمقوں کو میدانیک دانتے؟  
آپ میری اس بات کا جواب دیکھئے۔

وجے متوڑا رہو راشی۔۔۔ و لاس نے کا ملدا آواز میں کہا۔  
سارے ملک میں آپ کا نام ہوکا جا رہا سو دھرم بیج جاتے کی۔  
در اسوچے تو سہی۔۔۔ یہ مری دہر داری۔ ہندو دل کو تسلیم کرنا  
ہی بڑے گا کہ برہم سماج میں بھی اسال ہوتے ہیں ایسے انسان جسکے لیے میں



بڑی ہڈی دور سے جھنی جاسکتی ہے۔۔۔ یہ ہے اس کی قدرت

اس کا حلیہ — "ا"  
 دلاس سمجھتا تھا کہ مشکل و صومند برآمد کرنے یا صرف اس کو اختیار تھا  
 وہ بڑا اور ٹھنکنا تھا۔۔۔ اس کا بدن گھٹیلنا تھا۔۔۔ وہ کچھ اور کہنا  
 ہی چاہتا تھا کہ وجہ نے اسے روکتے ہوئے یوں چھا۔

"اجیا دلاس بابو۔۔۔ اگر ہم گلڈیش مالو کے مکاں پر قبضہ کر لیں  
 تو گھاؤں میں کیا کوئی چنگامہ تو بیاہیں ہو جائے گا۔"

دلاس نے پرتیاک لہجہ میں کہا۔

"بالکل نہیں۔۔۔ انا چھ سات دیہات میں آپ کو ایک بھی ایسا  
 آدمی نہیں ملے گا جسے شرابا گلڈیش مالو سے ذرا بھی بہتر دہی ہو۔  
 اس کے گھاؤں میں تو کوئی اس کے لئے نہ کرے گا لالا بھی نہیں؟  
 اور پھر اسے ہنس کر کہے۔ اگر ایسا نہ بھی ہو تب بھی میرے جیتے جی آپ  
 آپ کو کوئی مکر نہیں کرنا چاہیے۔۔۔ آپ کو ایک بار اپنے گاؤں میں  
 دراما چاہیے۔"

دلاس نے حیرت سے پوچھا۔۔۔ کیوں۔۔۔ میں تو کبھی دہاں  
 گئی نہیں۔"

دلاس نے بلند آواز میں کہا۔

"اسی لئے تو کہہ رہا ہوں کہ آپ کو دہاں حاما چاہیے۔۔۔ رعایا کو  
 ایک مار موقع دیکھئے کہ وہ اپنی مہمانی کے درستی کر سکے۔ میں تو سمجھتا  
 رہا کہ رعایا کو اس کے اس حق سے محروم کرنا گناہ ہے۔"

دلاس کے چہرے پر حرم کی سرخیا دوڑ گئی۔۔۔ سر ہر جھٹکائے ہوئے

کچھ کہا ہی چاہتی تھی کہ دلاس بیچ ہی میں دل اٹھا۔ اس میں آکا کاٹی کرنے  
 کی ضرورت نہیں۔ ایک مار سوچ کر دیکھتے آپ کہ وہاں کتنے کام کرنے  
 ہوں گے۔ میں یہ کہنے میں دراصل جھٹک محسوس نہیں کر رہا ہوں کہ آپ  
 کے پتا یاں دیہات کے مالک تھے لیکن وہ کچھ پاگل کتوں کے ڈر سے وہاں  
 ٹکر رہا پس نہ گئے۔ کیا انہوں نے یہ ٹھیک کیا۔ کیا یہی ہمارے پریم سماج  
 کا آدرش ہے۔ نہیں۔ یہ سماج کا آدرش نہیں ہے۔  
 دجے جہد لہجوں کے لئے عا نو ش رہے کے بعد رولی۔

”میں نے تیا جی کے مد سے ساتھ کہ ہمارا گاؤں کا گھر تو رہے کے

قابل ہی نہیں ہے۔“

دلاس نے کہا۔

”آپ ایک بار صرف ہاں کر دیں کہ آپ وہاں مائیں گی تو میں دس  
 دن کے اندر ہی اسے رہے کے قابل سا دوں گا۔ مجھ پر یقین کیجئے۔  
 میں جی جاں سے ایسی کوشش کروں گا کہ وہ جہاں آپ کی شاں کے شایاں  
 ہو جائے گا۔ بکیتے ایک بات میرے دل میں کئی روز سے اکوڑ رہا ہے آپ  
 سامنے ہوں تو میں دیا پلٹا سکتا ہوں۔“

دجے کہہ رہا تھا کہ لیجئے کے بعد دلاس وہاں سے چلا گیا۔ اس کے

جائے کے بعد دجے وہیں عا نو ش میٹھی رہا۔ وہ اپنے گاؤں میں  
 آج تک کبھی نہیں گئی تھی۔ اس نے گاؤں کے مارے میں اپنے تبا  
 سے کئی کہانیاں سنی تھیں۔ لیکن اس پر کبھی کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ لیکن  
 آج وہ ساری کہانیاں اچانک اسے یاد آ گئیں۔ اس کے گاؤں کے  
 مکان اس کے کھیت کے مکاں سے زیادہ وسیع و عریض تھے۔ یہاں تو

سات پستوں سے وہی مکاں اس کے باب دادا کا مکس رہے ہیں۔  
انکوں نے اگر وہاں اپنے سکھ اور دکھ کے دل کاٹ دیئے تھے تو اس کے  
دل کیوں نہیں کٹ سکیں گے

گلی کے سامنے تیس سرل الے مکاں کی آڑ میں سورج غائب ہو گیا۔  
اسے ایسے تباہی کی بہت سی باتیں یاد آ گئیں۔ ایک روز آرام کرنا  
پر بیٹھے بیٹھے اہوں نے سرد آہ سہر کر کہا تھا۔

ایسے گاؤں کے گھر میں یہ دکھ میں نے پایا تھا وہ ہے۔ وہاں  
کسی سرسبز مکاں کی چھت نے سورج کو میری آنکھوں سے کبھی اور چھل  
ہیں کیا تھا۔ حیران بھی میں اپنی ان دونوں آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں  
کہ ہمارے گھر کے عقب میں دی کا پانی ڈوبتے سورج کی سہری گرنے لے  
سے چھل رہا ہے۔۔۔ ندی کے دوسری طرف جہاں ابھی نظر آتی ہے۔  
میدیاں ہی میدیاں ہے۔۔۔ سورج غروب ہو رہا ہے اور لوگ اپنا دل  
کا کام کر کے گھر جا رہے ہیں۔ مگر میں ان لوگوں کو پہچانتا نہیں ہوں۔  
گاؤں میں سہی سورج یوں ہی ڈوبتا تھا۔ وہاں سہی لوگ دل بھر کا کام کر کے  
گھروں کو لوٹتے تھے۔ مگر میں ان کو کیا ان ڈھور ڈھگروں تک کو جانتا  
تھا۔۔۔ اس قدر عیش و آرام موجود ہوئے پر بھی ان کا دل اس گاؤں  
کے لئے رو پڑتا تھا جسے وہ چھوڑ آئے تھے۔۔۔ آج ولاس گاؤں  
کی طرف رجے کی توجہ مرکوز کر کے چلا گیا تھا۔

ولاس مالو کی نگرانی میں اس گھر کی مرمت کی جانے لگی جسے سہا مال  
باب بہت عرصہ پہا چھوڑ کر چلے آئے تھے۔ سکھ سے سیل گاؤں میں لے کر

وہ جیسے آئے لگیں جہیں لوگوں نے پہلے کبھی دیکھا ہی نہیں تھا۔  
 رمیدار کی اکلوتی بیٹی اپنے گھر میں رہنے کے لئے آئے گی۔ یہ خرمرو کرنا پود  
 ہی میں نہیں رادھا پور، برج پور اور ڈیٹا وغیرہ دیہات میں اہل کی طرح  
 پھیل گئی۔ ایک ہلکیل سی بچ گئی۔ رمیدار کا گھر بے یاس رہا لوگوں  
 کو ہمیشہ راکتا تھا اور وہ رمیدار کی عدم موجودگی سے انوس ہونے لگے تھے  
 رمیدار کا گھر میر آباد ہو رہا تھا۔ لوگوں کو ایسا غم و غصہ ہوا جیسے  
 ان کے ساتھ بھاری مال نہائی ہو رہی ہے۔ میسر و اس بہاری کے  
 ظالم بند و لست کے تحت ان کے دکھوں کی پہلے ہی کوئی کمی نہیں تھی۔  
 اور اب رمیدار کی بیٹی والیں گاؤں آ رہی تھی۔ جانے اب  
 وہ کیا کھرام یا کرے گا۔ لوگ میدان، محل محلے اور گھاٹ پر پہی باتیں  
 کر رہے تھے۔

لوگوں کے دلوں میں ڈر اور تشویش بے ڈیرا ڈال دیا۔ روڑھے  
 رمیدار اس الی حقے دل زندہ رہے تھے۔ لوگوں کے لئے دکھ میں بھی سکھ تھا۔  
 جو کوئی بھی ان کے یاس سلگتے پہنچ مانتا تھا کبھی اسلام والیں نہیں آسکتا تھا  
 رمیدار کی لڑکی نور اور وگرم راج ہے۔ گاؤں کے لوگوں میں یہ بات  
 بھی پھیل چکی تھی کہ اس بہاری کے بیٹے کا رمیدار کی بیٹی کے ساتھ بیاہ  
 ہو گا۔ وہ میم صاحب ہے۔ اس بہاری اور بھی ظلم توڑے گا۔  
 لوگ یہ سوچ رہے تھے کہ ان کے دل کو چیں دھب نہیں ہو گا مایہ دھاری  
 وہ بھی کھی رسیدہ تھا اور جینو کے لیر تو دور کھی عمر وہ تھے۔ رسات کا  
 موسم اسی خوف اور تشویش میں بیت گیا۔

سردیوں کے آغاز میں ایک سہانی صبح کو رمیدار کی بیٹی دو گھوڑوں

والی مٹ میں میٹھ کر سیدکروں مردوں اور عورتوں کی تو مردہ لگا ہوں گے  
ساتنے ہنگلی اسٹیس سے ایسے تباہ کے پرانے گھر میں مل آئی۔

ایک بنگالی کی مٹی ہے۔ — اٹھارہ امیس برس گذر چکے ہیں بھر بھی  
شادی نہیں ہوئی۔ — کھلم کھلا توتے اور مورے پہتی ہے۔ کھلے پیسے  
میں کوئی خیر نہیں کرتی۔ — لوگ ملوث میں اس کی اس طرح قیدت  
گھرے لگے۔ — لوگ بارچھو دوں تک مدد نہ لاتے رہے۔ — ایک  
دو دے جب جانے لیا کر پیچھے ہٹ چکا میں دلا اس ماؤ کے ساتھ زمین  
اور حایداد کے متعلق مات حیت کر رہی تھی تو روک کر نے آکر بتایا۔

ایک صاحب ملا جاہتے ہیں۔ — ا

دے بے کہا۔

”یہاں بلا لاؤ۔“

جب سب لوگ مدد نہ لیکر آ رہے تھے اس نے ان کے مارے میں کچھ  
یادہ نہیں سوچا تھا۔ — لیکن جب جید لکھوں کے بعد روک کر پیچھے اس  
ے روار دکر دیکھا تو وہ دم بخود رہ گئی۔ — اس کی عمر چوبیس یا پچیس  
رس کی تھی۔ — وہ لمبے ذیل ڈول کا آدمی تھا لیکن قد کے اعتبار سے  
اس کا جسم تو ابا نہیں تھا۔ — رتلا تیل تھا۔ — اس نے کڑی نہیں  
پہن رکھا تھا۔ — ایک یاد دار اور جو کئی تھی جس میں سے حیو بار چھانک  
۔ اٹھارہ ٹریس سادہ انداز میں بستے کر کے ایک کرسی صلیج کو میٹھ گیا۔  
اس سے پہلے تو ادنیٰ ملنے آتا تھا وہ مدد نہ کار ویدہ لگتے میں لیکر دڑتے  
دڑتے اندر آتا تھا۔ — روار کے انداز میں دواسی بھی آتیکھا ہٹ نہیں  
تھی۔ — اس کا آمد پر صرا و جے ہی حیراں نہیں ہوئی تھی دلا س بھی

کھوئی کارہ کیا تھا۔ دوسرے کاتوں میں رہتے رہے مادہ وجود  
بلاس سارے لوگوں کو پہچانتا تھا۔

میرے ماموں یوں گنگولی آپ کے بیٹھی ہیں یہ سنا تھا وانا  
کماں ال ہی کا ہے۔ میں یہ سنا کر حیراں رہ گیا کہ ال کے باپ دادا  
سے وقت سے چلی آتی ہوئی درگاہ جا آپ بعد کر رہی ہیں۔ اس

کامیاء مطلب ہے۔ یہ کہہ کر وہ وجہ کی طرف ہنسی باندھ کر دیکھتے تھے سوال اور اس  
کے پرچھے کا ڈھنگ بر وجہ جو کہ بڑی دل ہی دل میں اس بے بل سہی  
کھایا مگر اس نے کوئی جواب دیا۔

جواب بلاس نے دیا اس نے بڑے روکھے پس سے کہا۔  
آپ ایسے ماموں کی جانب سے جھگڑا کرتے آئے ہیں۔ لیکن یہ تو  
محول جائیے کہ آپ کس سے بات کر رہے ہیں۔ ا  
نوراد نے دبی رماں میں ہنستے ہوئے کہا۔

”میں محولا نہیں ہوں۔ اور جھگڑا کرتے بھی نہیں آیا ہوں۔  
مجھے اس بات پر یقین نہیں آیا۔ اس لئے شخص ایسا واقفیت نہ کھائے گی  
خاطر یہاں آیا ہوں۔“

بلاس نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

یقین کیوں نہیں آیا۔“

نوراد نے کہا۔

”کیسے یقین آسکتا ہے۔ اپنے بیٹھی کے مذہبی عقیدہ میں



حوا، محو، طاعت کرنا۔ ایسی بات پتیلیں نہ کرنا ہی اچھا ہے۔  
 دھرم اور دھرم پر حجت کرنا لباس کا نہیں ہی سے مادت تھی اس  
 نے لئے دھرم حجت کا بہت ہی بیاد اور صورتاً تھا۔ اس نے گرجوشتی سے  
 طر آئیر لپے میں کہا۔

اگر آپ کسی بات کو دھرم کہیں گے تو سب اسے ماننے سے رہے  
 — مت پرستی ہمارے نزدیک حرم نہیں ہے اور ہم اسے مد کر دیا بھی  
 نا انسانی نہیں سمجھتے —

رودادے بڑے عور سے وجے کے چہرے کی طرف دیکھ اور کہا۔

کیا آپ کا بھی یہی خیال ہے۔؟  
 اس کے اس سوال پر وجے کے دل پر چوٹ لگی۔ لیکن اس نے ایسے  
 کرجدات حیاتے ہوئے اطمینان سے جواب دیا۔

آپ اس کے غلاب میرے خیالات جاننے کے لئے آئے ہیں؟  
 لباس بڑے طر سے ہنس کر کہا۔

ایسا ہی علام ہوتا ہے — مگر یہ تو ایک غیر ملکی شخص میں بہت  
 ممکن ہے اس کے متعلق وہ کچھ سمجھ نہ جاتے کرنا۔

رودادے سپد لچوں تک ماموتی سے وجے کے منہ کی طرف دیکھا اور

سجھ کر کہا

میں میری جگہ نہیں ہوں — لکس یہ ایک پھر اس گاؤں کا بھی

رہے دلائل ہیں ہوں — اس کے اذیت مجھے آپ سے یہ امید تھی کہ میں اتنی۔  
 مت مرحوم کہ آپ کے منہ سے نہیں نکلی — پھر کئی میں اذیت  
 اور عدم دود کا موال میں اٹھاؤں گا — آپ لوگ پر ہم سماجی

ہیں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں۔ لیکن گاؤں کے لوگ بہم  
 سماجی نہیں ہیں۔ گاؤں میں ہی تو ایک یو جا ہے۔ گاؤں کے لوگ  
 سارا سال ان تین دلوں کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔  
 آتا کہہ کر اس نے دے کے طرف ککھوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”یہ گاؤں آپ کا ہے۔ آپ کی رعایا آپ کی مستان ہے۔ گاؤں  
 کے لوگ آپ سے ہی قیامید کرتے رہے ہیں کہ آپ آئیں گی تو ان کی مسرت  
 میں سوگنا امانہ ہو جائے گا لیکن اس کے برعکس آپ ان کے دلوں میں  
 دکھ سمود یگی اور ان کو بے کسی سے جھکسا کر دیگی اس پر کوئی یقین کرے  
 تو کیسے کرے۔“

دے اس بات کا نوراً جواب نہ دے سکی۔ کئی رعایا کے  
 اعلیٰ ماس کر اس کا مارکل دل کرک و اضطراب سے لبریب ہو گیا۔ ایک  
 لمحہ کے لئے کسی کے مرے سے بھی کوئی مات نہ نکلی۔ ماس مانو دے سکی  
 اس خاموشی کی طرف دیکھ کر دل ہی دل میں کسمائے اور پھر نو وارد سے  
 مخاطب ہوئے۔

”آپ نے بہت سی باتیں کہی ہیں۔ میں ”وجود“ اور ”عدم“ وجود کے  
 مارے میں آپ سے سخت کروں تو اس کے لئے بہت۔ قنت چاہیئے۔  
 مجھے کوئی اعتراض نہیں اگر آپ کے ماموں گھر میں بیٹھ کر ایک چھوڑ  
 اکیس سوڑیوں کی پر جا کرتے ہیں۔ لیکن مجھے تو اعتراضات یہ ہیں  
 کمرہ مسلسل نہیں راتیں ڈھول پیٹ پیٹ کر دیا کی مید حراب کریں گے۔“  
 نو وارد نے ہمتے ہوئے کہا۔

”ڈھول دن رات تو سکتے نہیں۔ اور تہوار کے موقع پر تو بہت

تور دغل اور جنگامہ تو رہتا ہی ہے۔ اور پھر اس نے عاصم طہیر  
 دے کر مخاطب کرتے ہوئے کہا: یہ کوئی روپ جس ہیں۔ اگر ارچن  
 چہے بھی تو ہوئے دیجئے۔ آپ ایسی رعایا کی ماں ہیں۔ ان کا حوتی سے کھو لور  
 تور دغل آپ برداشت نہیں کریں گی تو اور کون کرے گا۔ ۹  
 دے مستور حاکمستیں میٹھی رہی۔ ملاں پھسکی ہسی ہستے  
 ہوئے بولا۔

”آئید تو اسرا مطلب نکالے کے لئے یوں اور مال کی تشبیہ دیدی۔  
 میں پوچھتا ہوں اگر آپ مسلمان ہو کر اپنے ماموں کے کالوں میں مرتد خواہی  
 حردع کر دیتے تو کیا آپ کے ماموں کو اچھا لگتا۔ ۹ حیرت کچھ کھیں ہو۔  
 ہمارے پاس اس اصول کو اس کے لئے وقت نہیں ہے۔ یتاجی  
 لے جو حکم دیا ہے۔ اس کی تعمیل ہوگا۔ میں انہیں سلکتے سے  
 لایا ہوں۔ اس لئے ڈھول ڈھکے سے ان کا کے کاں ہرے سہیں  
 ہوئے دوں گا۔ ہرگز نہیں ہوئے دوں گا۔ ۱۱

اس کی اوجھی طر اور سٹڈے عہدہ بروداد کی انکوں میں داسی  
 جھک پیدا ہوئی۔ اس نے ملاں کی طرف سر کر کے کہا۔

میں سہیں عاتاکر آپ کے والدین کوں ہیں اور کس نے انہیں لوگوں کو  
 دد کا یو حاسے منع کرے کا اعتیاد دیا ہے لیکن آیتاے محرم کی تورے ڈھنگی  
 تشبیہ دی ہے اس کے سلسلے میں یہ پوچھا چاہتا ہوں کہ اگر ہد رول کے  
 ڈھول تاتے ہوتے تو کیا آپا ہیں روک لیتے۔ ۹ اگر آپا روکتے تورہ  
 کھی سرا صر ظلم ہوتا ہے۔

ملاں کر کے اچیل پڑا اور لگ بگولہ ہو کر جیتے ہوئے بولا۔

”میرے تباہے مارے میں دراصل کرات کرو۔ میں یہ کہہ دیتا ہوں ورنہ اسی۔۔۔ اسی وقت میں تمہیں دوسرے ڈھنگ سے سنبھال سکتا ہوں کہ وہ کول ہیں اور کیا اختیار رکھتے ہیں۔“

لوہار دے پلاس کے چہرے کی طرف حیرت سے خودیکھا مگر کسی قسم سے طرف کا اظہار نہ کیا۔ خوف کے آثار وجہ کے چہرے پر نظر آ رہے تھے۔

ترم اور عنہ سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ وہ دوا دیاں لمحہ کے لئے ملاس کی مہ کی طرف دیکھتا رہا اور پھر اسے سر سے پاؤں تک ملاس کا حائرہ لیکر دے کی طرف مہ کر کے بولا۔

”میرے مانوں بڑے آدمی نہیں ہیں۔۔۔ وہ بوجا کا اہتمام سہی بڑی سا۔ گی سے کریں گے۔۔۔ پھر بھی آپ کی رعایا سال بھر کے شدید انتظار کے بعد یہ تہوار ملتا رہی ہے۔ حوالے سے سیدیک کیف و مسرت کا بیجا مسر ہے۔۔۔ ہو سکتا ہے آپ کو کچھ تکلیف ہو۔۔۔ لیکن ایسا رعایا کے لئے کیا آپ اسی سنی سرداشت نہیں کر سکیں گی۔“

ملاس عنہ کے مارے یا گھل ہو گیا۔ اس نے سامنے ٹہری ہوئی

میز پر دور سے ہنکے مارا اور چیخا۔

”ہیں۔۔۔ نہیں سرداشت کر سکیں گی۔ ہرگز برداشت نہیں کر سکیں گی۔ میں بدکسانوں کا پاگل میں جسے کے لئے رہنمائی نہیں کرتا۔ تم اگر اور کچھ نہیں کہا جاتے تو حاؤ۔ ہم لوگوں کا وقت خراب نہ کرو۔“

یہ کہہ کر اس نے ہاتھ سے دروازہ کی طرف اشارہ کیا۔

اس نے غیظ و غضب پر لوہار دے کو دیکھ دیر قاصد رہا۔ وجہ سے



— اس نے وجے کا شکریہ ادا کیا اور اسے مسکا دیا۔ — پھر ملاں  
 کو مسکا دیتا ہوا باہر چلا گیا۔ ملاں نے غصہ کے مارے اپنا منہ پھیر لیا اور  
 اس کی ہستے قبول نہ کی۔ اسی دووں میں سے کوئی بھی یہ نہ حال سکا کہ وہ  
 اسی آل کی سب سے بڑی آساجی جگہ لیتیں کامیاب سید راہ تھ تھا

---

## تیسرا باب

مرید کے چلے مائے یزدیجے ایک لمحہ کے لئے جاوٹس رہی  
ایک اسے مسہ اٹھایا اور اس کے رخساروں پر ایک لکھی سی سرخی دوڑ گئی  
اس کی نظر کسی دوسری طرف نہ جی جوتی تو اس کے غصہ سے کوئی حد نہ رہتی  
دے دے ہوتے ہوئے کہا۔

”ہماری مات تو پوری نہ ہوئی۔ آئیے کے تیا کی کیا رائے ہے۔  
کیا رہ تعلق لے لیا جائے۔“

اس کی کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔ اس نے وہیں کھڑے کھڑے  
کہا۔ ”مہربان۔“

وجہ نے یہ جھپٹا۔

”اس میں کچھ گڑبڑ گھوٹالہ تو نہیں۔“

”نہیں۔“

دے دے دوبارہ پوچھا۔ ”کیا آج وہ اس طرف آئیں گے۔“

ملاسے جواب دیا۔

”میں کچھ نہیں سکتا۔“

وجہ سے ہنس کر سمجھا۔

آپ ناراض ہو گئے کیا۔“

اس دفعہ ملاس نے منہ پھر کر مڑی سمجھ گئی سے کہا  
 مارا مارا ہوئے پر بھی بتا کی تو میں بیٹے سے مردانہ نہیں ہو سکتی۔  
 اس بات سے وجہ کے دل پر جوڑ لگی پھر بھی اس نے بدستور منہ سے  
 دئے کہا۔

”اں کی تو میں ہوتی ہے۔ سب بے غلط خیال آپ کے دل میں کیسے  
 پیدا ہوا۔“ انہوں نے پیار سے یہ سوچا ہو گا کہ مجھے تکلیف ہو گئی۔  
 لیکن میں نے اس اصرار سے صرف اتنا کہہ دیا کہ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہو گی  
 اس میں تو میں یا مدلیل کی کوئی بات نہیں ملاس مالو۔“  
 وجہ کے اس رات سے ملاس کی سنجیدگی میں دوسری سمجھائی رہی۔  
 اس نے سر ہٹا کر جواب دیا۔

”یہ بات تمہیں ہے۔“ آپ اچھی جاگرتی ذمہ داری خود سنبھالنا  
 چاہتی ہیں۔ یہ اچھی بات ہے۔ لیکن مجھے اپنے بڑا کو اس بات کی  
 اطلاع دی ہو گی ورنہ مٹا اپنے فرس میں کوتاہی کرے گا۔“  
 اس پر موقع رائے رتی پر وجہ دم بخود رہ گئی۔ اسے غصہ بھی  
 آیا لیکن اس نے صبر سے کام لیتے ہوئے کہا۔

”ملاس ما بوجہ علم ہمیں تھا کہ آپ اس معمولی بات کو اتنا اہم  
 مانتے ہیں۔ یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔ اچھا اگر نا سمجھی کے باعث



مجھ سے کوئی قصور ہو گیا ہے۔ تو میں اسے تسلیم کرتی ہوں۔ اتنے  
ایسی کوئی بات نہ ہوگی۔ ۱۱

یہ کہہ کر وجے نے ملاس کی طرف دیکھتے ہوئے ایک سرود آہ بھری  
— اس نے سوچا تھا کہ قصور تسلیم کر کے کئی عذرات حتم ہو جاتی ہیں مگر کچھ  
اور کہنے کی ضرورت مانتی نہیں رہتی۔ — لیکن اسے معلوم نہیں تھا کہ  
کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو دوسرے کے قصور یا کوتاہی کو اسی  
مضمرہ گرفت بنا کر۔ بے پتے ہیں اور بہتہ کے لئے اسے بعض سا کر اپنے دل  
میں جذب کر لیتے ہیں۔ ۱۱

ملاس مانو نے کہا۔

”تو میرا دل گنگولی سے یہ کہہ دیجئے کہ اس بہاری مالو نے  
حکم دیا ہے۔ اور دیکھا اس کا طاقت سے ماہر ہے۔ ۱۱

اس وقت وجے کی نگاہوں کے سامنے اس شخص کی دھڑکتی  
ہے نقاب ہو گئی۔ وہ جبر لہجوں تک مانوس رہی اور پھر اس  
لے آہستہ سے کہا۔

”یہ کیا سرا سرائی ادا ہے۔ ہوگی۔ — میں خطا نکل کر ان کی  
راہ میں معلوم کیے جیتی ہوں۔ ۱۱

”رات نے لیا یا نہ لیا سرا بر ہے۔ اگر آپ ان کو ساڑے  
گاؤں میں دلیل و خوار کرنا ہی چاہتی ہیں تو پھر مجھے اپنا دھڑکا  
یہ راکرنا ہو گا۔ ۱۱

وجے کا دل عہد سے اٹنے لگا۔ لیکن اس نے اپنے آپ  
کو یہ قہر نہ دیا کہ وہ بھی آوار میں کھلے آپ کو سازشیں بوسا کریں گے؟



مسافر داس آؤ اور میری لباس کے سہ کی طرف ایک لمحہ کے لئے دیکھنے کے بعد  
کچھ کہے بغیر کمرے کے باہر چلی گئی۔ لباس رگڑوں یا نی پڑ گیا۔

لباس محض اپنے تیا کی فرا برداری کا سورتا دیے کے لئے وجہ سے  
شادی نہیں کر رہا تھا۔ ایسے لوگوں کا یہ مام رو یہ ہوتا ہے کہ آت یا ہے  
ہی معمولی کیوں نہ ہو اسے خواہ مخواہ بہت ٹراما کر کر دے کہ ستاتے ہیں اور جو  
جو مردہ ہو اسے مرید حفرہ کر کے لحد حاصل کرتے ہیں لیکن سب داسا  
یہی خوف محسوس کئے بغیر وہ اس کو حقیر سا کر چلی گئی تو وہ خود ہی اسی  
دھڑکے میں بہت بے بضاعت ہو کر رہ گیا۔ وہ تنہا ہی دیر تک جا رہا تھا  
بیٹھا رہا اور پھر مانتے پر کلک کا ٹیکہ لگا کر وہاں سے چلا آیا۔

تیسرے پر داسا ہاری اپنے بیٹے کے ہمراہ وچے سے لئے آیا  
— وہ لوگ —

یہ اچھا کام نہیں ہوا بیٹی — میری مرضی کے خلاف تم نے  
ابھی درگاہ کا اجازت دیکھ میری سخت قرعہ کی ہے۔ خیر عارے دو  
تھاری حائیداد تھا رہی ہے — مجھے کوئی کیسج تالی کرے کی ضرورت نہیں  
— مگر اسی خود داری کو برقرار رکھنے کے لئے مجھے لگ ہو رہی ہے گار  
میں صرف اتنا تار ہو —

وچے کے آقا جواب نہ دیا۔ اس نے خاموش رہ کر کیا قصور  
تسلیم کر لیا۔ اس ہاری نے نرم پڑ کر حائیداد کا سوال اٹھایا —  
تعلقہ خریدنے کی رائے کر دے دیا اور اس نے کہا۔

”مگر لستیں مکان جس تم نے دال میں دیدیا ہے تو درگاہ کا  
بیٹیاں حتم ہوتے ہی اس کا دخل لے لیا ہو گا۔ کیا جانا ہے۔“



و جے نے ایک مار ملاس کی طرف اودھیرا اس بہاری سیدہ کی طرف  
دیکھتے ہوئے۔ زیر سکوں مگر مصوط لہجے میں کہا۔  
وہ تیا جی کے گہرے دوست تھے۔ وہ مجھے الگ  
سلسلہ میں دھیرج سے کام لینے کی ہدایت کر گئے ہیں۔ ا

ملاس سیدہ گر جا۔  
”وہ ہر اہدایت کر گئے ہوں مگر۔۔۔“  
اس بہاری نے بیٹے کو ڈرائے ہوئے کہا۔  
”تم جیب رہو۔ بلاس۔ ا“

ملاس نے حواس دیا۔  
”میں سرداشت نہیں کر سکتا۔ چاہے کوئی مار اس ہو یا خوش  
میں چٹیاں کہتے ہوئے کسی سے نہیں ڈرتا۔ ا“  
اس بہاری دونوں یقین کو منانے کی غرض سے ہتے ہوئے  
اور مار مار سر ہلاتے ہوئے بولے۔

یہ تڑتیکا ہے۔ یہ ہمارے سماج کا اصول بھی ہے۔  
میں اور تمہارے تیا حکومت کے خلاف ہوتے ہوئے سچائی سے سچے  
ہیں ہٹے تھے۔  
و جے نے کہا۔

مرنے سے پہلے تیا جی مجھے ہدایت کر گئے ہیں کہ میں قرض وصول کر لے  
کی خاطر کہیں اس کے دوست کا گھر نہ جی دوں۔ ا“  
یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اے  
چہ پڑا مادہ آ گئے تھے۔ ا

”اگر تمہارے بتا کو اتنا ہی خیال تھا تو وہ خود ہی اس کا قرین  
کیوں نہ معاف کر گئے۔“

وجے نے ملاس کے سوال کا جواب دیتے بغیر اس سہاری کے سر کی  
طرف دیکھا اور کہا۔

”یہ میری خواہش ہے کہ عکد لیش ماہو کے بیٹے کو ملوایا جلتے اور اسے  
سب باتیں بتا دی جائیں۔“

اس سہاری ماہو کے جواب دیتے سے پہلے ہی ملاس پھر پری ڈھٹائی  
کے ساتھ بول اٹھا۔

”اگر اس نے مرید دس برس کی سہانت مانگ لی تو پھر کیا تم اتنی  
سہانت دیدو گی۔“ اگر یہ بات ہے تو پھر سہانت کو تقویت دینے کی امید  
سمندر کی گہرائی میں غرق کر دینی ہو گی۔“

وجے نے اس کے اس سوال کا بھی جواب دیا اس نے اس سہاری  
کو غماط کرتے ہوئے کہا۔

”آپ ایک مار عکد لیش ماہو کے بیٹے کو ملوائیے۔ اس سلسلہ میں اس کی  
کیا خواہش ہے۔ کیا یہ جاننا ضروری نہیں۔“

اس سہاری ماہو بہت ہی گھٹا گتھے۔ وہ ایسے بیٹے کی  
جھلاہٹ پر دل ہی دل میں ہل کھارہے تھے۔ لیکن بغیر بھی اپنے بیٹے کی بات  
رکھنے کے لئے انہوں نے تمہید ماہو ہی اور پری رخی سے کہا۔

دیکھو بیٹی۔ تم دونوں کے ریح میں تو لانا تیسرے آدمی کا کام  
ہیں۔۔۔۔۔ آج تم دونوں کے خیالات میں کچھ اختلاف ہے  
کل یہ دور ہو جائے گا۔ لیکن ایک بات تو کہنی ہی پڑے گی۔

اس معاملہ میں تم حائل رہی ہو۔ میں نے کئی مار دیکھا ہے کہ زمیندار کا  
 جملنے کے کام میں تجھے سہا ملے گا۔ اس کے سامنے ہمارا سیڑھی ہے۔ تم ہی  
 بتاؤ۔ کس کی عرص شری ہے۔ تباری یا جگدیش مالو کے بیٹے کی یہ  
 اگر وہ قرص چکا سکتا تو کیا وہ ایک مار خود تبارے یا اس اگر تو ستس  
 رکھتا۔ اسے معلوم ہے کہ تم ان گاؤں میں موجود ہو۔ اب ہم اگر تھک کر  
 اسے ملا سکیں گے تو وہ ضرور ایک ایسی مہلت مانگے گا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ  
 وہ رویے نہیں دے سکے گا اور تم دونوں یہاں حوسا جی کی ساج قائم  
 کرنا چاہتے ہو وہ کسی قائم نہیں ہو سکے گا۔ بیٹی ا۔ اچھی طرح سوچ  
 سمجھ کر دیکھو۔ کیا یہ ٹھیک ہے یا نہیں۔ ۹۔

مجھے حاسوس ملتی رہی۔ اس کے دل میں حم لینے والے  
 خیالات کا اشارہ لگائے کے لئے دڑھے اس بہاری نے کہا۔  
 وہ اگر خود اگر مہلت مانگے گا تو پھر ہم سوچ لیں گے۔ لیکن اسے  
 ملا ٹھیک نہیں۔ کیا کہتی ہو بیٹی۔ ۹۔  
 دڑھے سر ہلا کر کہا۔  
 ”سہت اچھا۔ ۱۱۔“

بجے کے اس جواب سے صاف ظاہر تھا کہ اس نے مستعدہ تو قبول کر لیا  
 تھا مگر انچا صاف رضامندی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اس بہاری  
 نے آج وجے کو اچھی طرح پہچان لیا کہ یہ لڑکی بے غریبی لیکن اپنے آپ کو اپنے  
 تاناکا حاسود کی واحد مالک سمجھتی ہے۔ اسے پس میں کرنے کے لئے  
 کافی وقت درکار ہوگا۔ اس بہاری نے سوچا۔ ابھی پہلی ہی بات  
 براتی کیسی بتائی کرتے کی مروت نہیں۔ انہوں نے شام کی

بیرا مرتضیٰ کا بہانہ کیا اور اللہ کھڑے ہوئے۔۔۔ وجہ پر نام کرنے  
 کے بعد کسی جھوڑ کر کھڑی ہو گئی۔ اس بہاری آئینہ دادے کر چلے گئے۔  
 مے چد لچوں تک خاصو تھ کھڑی رہی۔ اور میرا س لے کہا۔  
 "بچے بہت سی جیٹھیاں لکھنی ہیں۔ آپ کو ترجمہ سے کوئی کام تو نہیں ہے؟"  
 "باس تے ٹرے مضبوط لہو میں کیا۔  
 نہیں۔۔۔ کچھ نہیں۔ آپ جاسکتی ہیں۔"  
 "کیا آپ کے لئے چائے کھجواڑوں۔"  
 "ہیں۔۔۔ کوئی ضرورت نہیں۔"  
 اچھا۔۔۔ مسکرا۔۔۔ یہ کہہ کر وجہ سے دونوں ہاتھ مڑے  
 اور مکرے سے باہر چلی گئی۔

دبڑا میں جگہ تیس بابوٹا گھر سرسوتی مدی کے دوسرے کنارے پر واقع  
 تھا۔ مدی کنارے ماس کی جھیر میڑیاں تھیں جس کی وجہ سے ان کا مکان  
 س مانی بابو کے مکاں کی چھت سے منظر نہیں آتا تھا۔۔۔ اس دفعہ  
 سردیوں کے حتم ہوتے ہی سرسوتی مدی کا پانی سوکھ گیا تھا۔ کسانوں کے  
 آگے جا کر کی گندڑی کسی ان کا بیروں کی رگڑ سے دل بیروں جوڑی  
 ہوتی حامی ہی تھی۔۔۔ آں اس راستے پر تیسرے پہر وجہ اپنے بڑھے  
 دربان کہیا سکے۔ ہمراہ سیر کو نکلی تھی۔ اس یار کے سول، باس  
 اور کھجور کے پیڑوں میں سے ڈوبتے ہوئے سورج کی کرنیں تھیں جھین کر وجہ  
 کے چہرے پر پڑ رہی تھیں۔۔۔ ند سے کے دولہا کسانوں کے منظر کو دیکھتے  
 ہوئے اچانک ان کا نگاہ اس طرف مٹتی جہاں ماسوں سے پلٹا یا حارہ



تھا۔ اسی ہی کے قریب ہی ایک شخص کمارے پریشا جھیلیاں پکڑا رہا تھا۔ قدموں کی آہٹ یا کر اس شخص نے سر اٹھایا۔ اور پھر وجہ شکار کیا۔ یہی اس وقت سورج گرہوں سے دجے کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ جھیلیاں نیکڑے والا شخص یورن مایو کا وہی کما سجا تھا جو اس دن ماموں کی طرف سے درخواست لیکر آیا تھا۔ وجے کو شکار کر کے لے کر وہ پاس آگیا اور مسکراتے ہوئے بولا۔

”سناں کو ٹیلے کے لئے مدعا کا کمارہ کوئی سری حلقہ تو نہیں ہے لیکن میرا لگا ڈر ہے۔ شاید آپ کو کسی نے اس مات سے حذر رہیں کیا؟“ وجے گردن ہلکا کر لئی۔

کہیں۔۔۔ اور پھر دوسرے ہی لمحہ اس نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ اور مسکراتے ہوئے اس نے کہا۔ آدمی حان لوحہ کو تو میرا لگا شکار نہیں ہوتا۔ میں تو حیران خانے میں بیباں ملی آئی ہوں مگر یہاں تو دیدہ و دالستہ دی کے کمارے بیٹھے ہیں۔۔۔ وہاں بھی تو دیکھوں کہ آپ نے کون کون سی جھیلیاں نیکڑی ہیں۔۔۔ اہ

ان شخص نے ہنس کر کہا۔

”شکار اچھیلی۔۔۔ مگر دو گھنٹے میں صرف دو جھیلیاں ہاتھ لگی ہیں محنت کے دام بھی یورے نہیں ہوئے۔۔۔ آپ کی طرح میں بھی یہاں ایک سو دیسی ہوں۔ بیباں میری کسی کے ساتھ ماں پرچیاں نہیں ہے۔ اس لئے دل گدازنے کے لئے کوئی۔ کوئی تغلی تو چاہیے۔“

میری بھی یہی حالت ہے۔۔۔ وجے نے مسکراتے ہوئے کہا۔ آپ کا گھر شاید یورن مایو کے گھر کے قریب ہی ہو گا۔۔۔



سوچتے ہوں گے کہ اس سے کیا مائدہ ہو گا۔۔۔ اس! ابھیس کوں  
میں رہے دے گا۔۔۔ ۱۱

کچھ دل اور ابھیس گھر میں رہے دیا جا سکتا ہے قصہ ماہی  
کتنا ہی کیوں۔ لیا ہو کسی کو گھر سے کال ماہر کے میں تکلیف تو ہوئی  
ہی ہے۔۔۔ آپ کی باتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ابھیس اچھی طرح  
جانتے ہیں۔ کیا یہ سچ ہے۔۔۔ ۱۲

وہ شخص رور سے ہنسنا۔ لیکن اس نے منہ سے کچھ نہ کہا۔۔۔ اس  
وہ پل کے قریب پہنچ چکے تھے۔۔۔ اس نے مچھلی پکڑنے کی مٹی اٹھ لی  
لیتے ہوئے کہا۔

ہمارے گاؤں کو بہت راستہ جاتا ہے۔۔۔ لہذا۔۔۔ ۱۳

اس نے ماس کا پل یا رکھا اور دو حوتوں کے جھنڈ میں واقع پگڈنڈی پر  
پر دو پرستس ہو گا

لوڑھے کو کہنا سگھڑے و بے کو گو د میں کھلا کر اور بیٹھ کر یاد کرانا  
تھا۔۔۔ اس کی حیثیت صرف درماں کی ہے یہی تھی۔ اس نے ٹرک  
آکر بے چھا۔۔۔ یہ نام کون ہے بیٹی۔۔۔ ۱۴

بے حیالات میں اتنی کھوئی ہوئی تھی کہ اس نے لوڑھے کو کرک  
مات سنی ہما ہیں۔۔۔ مری کے کھارے دھندلکا پھیلنا عار ہا تھا۔  
وہ سہی یہ سوچ رہی تھی کہ وہ شخص کون تھا۔۔۔ اس کی  
اس سے ملاقات ہو گی۔۔۔ ۱۵



کوئی حرج نہیں۔ کسی پر ترس کاتے ہوئے مہرم محسوس نہیں  
کری جاپیتے۔ ۱۱

لیکن ہم نے سماج کی سماج قائم کرنے کا حوالہ دیا ہے اس  
کا کیا ہو گا۔ ۹

ہم کو تو دوسرا انتظام بھی تو کر سکتے ہیں۔ ۱۱  
اس سہاری کے دل میں مل کھاتے ہوئے لیکن اوپر سے ہستے  
ہوئے کہا۔

”تہا رہیتا سماجی رویہ جیوڑ گئے ہیں۔ تم دوسرا انتظام  
بھی کر سکتی ہو۔۔۔ یہ میں جانتا ہوں۔ لیکن اتنی بات تو مجھے  
سہجاء کہ جس شخص کو آج تک تم نے ایسا آنکھوں سے نہیں دیکھا ہے  
اس کے لئے ہم ہماری مارا سگی کی پروا نہ کرتے ہوئے اتنی فکر کیوں کر رہا  
ہو۔۔۔ مگر ان کی دیا سے تہا رہی اور بھی تو رعایا ہے۔ اور بھی  
تو آسامیاں ہیں۔ کیا ان کے لئے بھی تم یہ انتظام کر سکو گے۔  
اس بات کا جواب دو مجھے۔ ۱۱

میں آپ کو تا چکی ہوں کہ بتا جائے ستر مرگ پر فحش کیا ہدایت  
کی تھی۔ اس کے علاوہ میرے سنا ہے کہ۔ ۱۱

کیا سنا ہے۔ ۹  
دیجئے کسی دوا کی ایجاد کے لئے برید دانوں کی کوشش کا دار  
نہ کیا اس نے صرف اتنا کہا۔

”میں نے کہا ہے کہ ان کو ہر ادوی سے غارت کر دیا گیا ہے۔  
وہ ایسے کسی رشتہ دار کے یہاں بھی نہیں رہ سکتے۔ وہ بے گھر

ہو مائیں گے۔ یہ سوچتے ہوئے مجھے دکھ ہوتا ہے۔ ۱۱۱  
 اگر اس بات پر اتنی سی غم میں نہیں اتنا دکھ ہوتا ہے تو مجھے اس  
 عمر میں کتنا دکھ ہو سکتا ہے کیا تم اس کا اندازہ لگا سکتی ہو بیٹی —  
 ہمارے سامنے ایک بہت بڑا اکورٹش ہے۔ اس کی خاطر ہمیں ایسے  
 دل مدد دینا پڑے گی تو کیا ہو گا۔ — بے مانی بھیا جس زمینداری کا  
 اتنا بڑا روجھ مجھ پر ڈال گئے ہیں وہ مجھے آخری دم تک اٹھا بیٹھ کر  
 اس کام میں کتنا ہی دکھ کیوں نہ ہو برداشت کرنا پڑے گا۔  
 یا تو تم مجھے زمینداری کے رالغن سے مکمل طور پر سبکدوش کر دیا  
 اسے جلائے کے لئے مجھے پورے اختیار دو۔ میں تمہاری مداحلت  
 برداشت نہیں کروں گا۔ ۱۱۲

دے چیب چاپ سر جبکاتے بیٹی — ہی — تیا کے تصور پر  
 بیٹے کو بے گھر سادینا۔ — دے کا دل نہیں مالا مال تھا۔ ایسا  
 کرنا ظلم کرنے کے برابر ہے۔ — اسے اس بات کا بھیا احساس تھا  
 کہ لگاؤں میں برہم مندر کے قیام کی آڑ لیکر بلا کس بیماری اپنے  
 تیار اس بیماری کے ذریعہ توڑ رہا تھا۔ — لیکن وہ زور دیکر اپنی  
 بات موانے کی بہت سمجھی نہیں رکھتی تھی۔ ۱۱۳

اس بیماری کا موبس رہے۔ — دے جی بھی تھوڑی دیر کے  
 لئے چپ رہی۔ — اس نے اپنی اس خاموشی سے ایسی کم رفا مسدی  
 کا اظہار کر دیا۔ — لیکن اس کے اندر جی بھی ہوئی عورت کا دل اس  
 بیماری کے خلاف حقارت اور اس کے خلاف نصرت سے لریز  
 ہو گیا۔ ۱۱۴

راس سہاری کار واری آدمی تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ مالک  
کے شکست دینے کے بعد اس سے سولہ آنے کی سیائے آٹھ آنے وصول کرنا  
عقلمندی نہیں۔ انہوں نے سوچا پورا فائدہ اٹھانے کا یہی موقع  
وہ تقوڑی دیر جیب رہے کے بعد ہنس کر بولے۔

”میٹھی۔! تمہاری ایسی چیز ہے۔ تم اسے داں کر دو گی تو میں  
سہلا حمالیت کیوں کروں گا۔؟ بلاس بے جو کچھ کرنا چاہا تھا وہ  
ایسے فائدے کے لئے نہیں تھا۔ یا کسی ماراٹھکی کے باعث نہیں  
تھا۔۔۔ وہ تو ایسا مرض ادا کر رہا تھا ایک دن میری حاشیاد  
اور تمہارے تیا کی جائیداد تم دونوں کے ہاتھ لگے گی میری سہی خواہش  
ہے کہ تم دونوں اپنے آدرش کو پورا کرو۔ داں دینا، ترس کھانا  
رہ بھی جاتا ہے اور میں بھی جانتا ہوں۔ میری دانست میں کسی  
سیاہ کار کو داں دینا بالکل راستہ گناہ جاتا ہے۔ اب تم سمجھ گئی ہو گی  
کہ ہم جگہ لیس کے بیٹے پر کیوں ترس نہیں کھاتے۔ اس کا کہہ کر  
وجے کے منہ کی طرف دیکھتے ہوئے ہستے رہے۔

ان کی مصی جیر نصیحت پر صحت نہیں کی جاسکتی تھی اس لئے  
وجے جیب رہی۔ راس سہاری نے پھر کہا۔

”اب تو تم سمجھ گئی ہو گی میٹھی کہ بلاس ابھی تو عمر ہے نیکیں مستقل کو  
لگاہ میں رکھتے ہوئے کام کرتا ہے۔ میں نے اس کام میں ہی  
اپنے بال سفید کر لئے ہیں۔ مگر زمینداری کے کاموں میں اس  
کا ہوس تیار ہی اور دولت کے آگے مجھے بھی حیرت زدہ ہو کر سر جھکانا  
پڑتا ہے۔“

و جے نے صرف گردن ہلا دی اور منہ سے کچھ نہ کہا۔

”اوہ — ساڑھے چار بج گئے۔“ یہ کہہ کر اس بہاری لالچی

ہاتھ میں لیکر اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ لوٹے — مد سماج کے قیام کے

متعلق بلا اس بہت ہی فکر مند ہے۔ اٹھتے بیٹھتے اسے صرف یہی ایک

خیال رہتا ہے۔ اب تو تنگواں سے میری یہی برار تنگ ہے کہ کاش میں وہ

مصرحت انگیز دل ایسی آنکھوں سے دیکھ سکوں۔“

یہ کہہ کر انکھوں سے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے سر ہم سماجیوں کے

امداز میں ہنسا دیا اور سیر دربارہ میں کھڑے ہو کر بولے۔

اگر بریدر ایک مار سخی میرے پاس آجاتا تو میں کچھ سوچتا لیکن

وہ تو بہت مغرور ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس میں ماپ کی

ساری عادتیں موجود ہیں۔“ یہ کہتے کہتے وہ باہر چلے گئے۔

و جے وہیں بیٹھی بیٹھی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ اچانک

اس کی نگاہ ماہر کی طرف پڑی اور اس نے دیکھا کہ دل ڈھل رہا تھا

مدی کنارے کی ٹھنڈی ہوائے اسے ایسی طرف کھینچا اور وہ اٹھ کر

گھڑی ہو گئی۔ وہ لوڑھے درماں کے ہموار پھر ہوا حوری کے لئے

نکل کھڑی ہوئی۔

آج سخی وہ شخص ایسی کل والی جگہ پر بیٹھا ہوا عجیلایا لیکر رہا تھا۔

و جے اس کے نزدیک سے یوں گزری جیسے اس نے اس کو دیکھا ہی نہ ہو۔

کنہیا سنگھ اس کے پیچھے تھا۔

سلام بابو — کیوں کیا کوئی شکا ہاتھ لگا، ٹوڑے درہ لٹے

پوچھا۔



وڑھے دریاں کی اس بات پر دبے رحار اس کے کانوں تک  
 سرخ ہو گئے۔ اس کے قدم رک سمیے۔ وہ شخص اسی سی ایک  
 طرف رک کر اٹھ کھڑا ہوا اس نے دھجے کو مسکار کیا اور ہنستے  
 ہوئے بولا۔

تو دھجے واقعی آپ کو اسی طرف کیسج رہی ہے مجھے ایسا معلوم  
 ہو رہا ہے کہ آپ میرا سکار کو دعوت دیکر ہی رہیں گے۔ ا۔  
 دھجے نے حندہ بیتا کو اسے پوچھا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ میرا سکار کو دعوت دے چکے ہیں۔ ا۔  
 اس شخص نے جواب دیا۔

ڈاکٹر درادیر سے سکار کو دعوت کو دعوت دیتا ہے۔ ا۔  
 دھجے کو راول اٹھی۔

ا۔ تو کیا آپ ڈاکٹر ہیں۔ ۱۹

وہ شخص ڈاکٹر کا اور جواب دے سکا۔ دوسرے ہی لمحہ اس  
 نے سنبھل کر ازراہ مذاق کہا۔

یہی سمجھنا چاہیے۔ ایک بہت بڑے ڈاکٹر کا بیٹا ہوں  
 اور اسی لئے ہمارے سب سے آخر میں آئے گا۔ ا۔  
 دھجے نے تقوڑی دیکر ہنسنا شروع کیا۔

آپ اس ڈاکٹر کے بیٹے ہی نہیں ہیں۔ میرے خیال میں  
 اس کے بھرے دوست تھے ہیں۔ کیا آپ میری باتیں ان تک  
 پہنچا رہی ہیں۔ ا۔

اس شخص نے ہنستے ہوئے کہا۔ یہی لکھو آپ اسے ایک۔

تو جس شخصیت ہیں۔۔۔ اے تو ہر کوئی بدلیصہ سمجھتا ہے یہ کوئی سی بات  
 نہیں۔ اس بات کو سنے ڈھنگ سے قہارے کی ضرورت کیلئے میں سمجھتا ہوں  
 کہ وہ ایک۔ لی آپ سے ملے ضرور آئے گا۔ ۱۱

وہ بے حسی ہی حسی میں ستر کر گیا۔  
 "محمد سے ملکر انہیں کیا فائدہ ہو گا۔۔۔ میں نے اس کے متعلق  
 آپ سے کوئی ایسی بات تو کہی نہیں۔ ۱۲

، نہیں کہی۔ لیکن کہہ دیتیں تو زیادہ اچھا تھا۔ ۱۳  
 "اچھا کیوں تھا۔ ۱۴"

جس شخص گھر مار بکھارے تو اسے بدلیصہ ہی تو کہتے ہیں ہم بھی  
 کہتے ہیں۔۔۔ اس کے سامنے چلے نہ کہیں۔ لیکن اس کی بیٹھ سیٹھ تو  
 کہہ ہی دیتے ہیں۔ ۱۵

وہ بے حسی اور اس نے کہا۔

آپ اس کے اچھے دوست ہیں۔ ۱۶

اس شخص نے گردن ہلا کر کہا۔

"اگر مجھے یہ معلوم نہیں ہے آپ اس کام کا ایک ایک کام کے لئے  
 لے رہی ہیں تو اس کی طرف سے میں خود آپ کے پاس چل کر آتا۔"  
 وہ بے حسی مہ اٹھا کر دیکھا مگر کوئی بات نہ کہی۔

آج اتنی کڑے ہوئے وہ لوگ کچھ زیادہ دور کل گئے۔ انہوں  
 نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کا ایک گروہ قحط ماندہ کہہ سید رہا جو کہ ان کے لئے  
 حارہ ہا تھا۔ اس گروہ میں بیاساس سے ٹیکرینڈر، ریسرچر، ٹیکرینڈر  
 لوگ تھے۔

سہ کیا آتی جاتی ہیں کہ یہ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟ اس شخص سے  
 اس نے کہا کہ اس کو اسکول میں پڑھنے کے لئے جا رہے ہیں۔  
 دجے نے حیراں ہو کر پوچھا

”کیا وہ یہ دوسرا بھی کرتے ہیں؟ میرا خیال ہے کہ نعمت پڑھاتے  
 ہوں گے۔ کیا یہ ٹھیک ہے۔“  
 اس شخص نے ہنستے ہوئے کہا۔

آپ نے ٹھیک ہی کہا۔ اور پھر اس نے سجدہ کی سے کہا۔  
 مزید کہتا ہے کہ ہمارے دلش میں سب سے کہاں نہیں ہیں کبھی ماڑی  
 ایک پتہ ہے۔ اس سے لوگ دوبارہ مل گیا کر رہے ڈال دیتے ہیں اور  
 آسٹریا کی طرف سے اٹھا کر دیکھنے لگتے ہیں۔ اسے رعیت نہیں کہتے  
 اسے لاٹری ڈالنا کہہ رہے ہیں۔ کس زمین میں کب کھا ڈالسی جائے  
 کھا دیکھتے ہیں۔ کسے سچی کہتی کہتے ہیں۔ یہ باتیں ہمارے کہاں  
 نہیں جانتے۔ ولایت میں رہ کر ڈاکٹری پڑھنے کے ساتھ ساتھ  
 انہوں نے کیتی ماڑی کا ہر عملی سیکھا ہے۔ ایک دن اس کا اسکا  
 ضرور دیکھ آئیے گا۔ جہاں پڑھے سیکھے بابا دادا اور پوتا  
 مل کر بیٹھتے ہیں۔“

دجے فوراً وہ اسکول دیکھنے کے لئے سیرا ہو گئی لیکن اس  
 اپنی سیرا ہی کو جیپاٹے ہوئے کہا۔

”بھروسہ دیکھ لیں گے۔“ پھر اس نے پوچھا اے اے ٹرے  
 کہاں کے مرنے وہ پوچھ کے پیچے اسکول کیوں لگاتے ہیں۔“  
 اس نے کہا کہ یہ ہر صبح کتاب پڑھ کر تو سکھایا نہیں دلا

انہیں اپنے ہاتھ سے کھیتی کے سارے طریقے بتائے پڑتے ہیں۔ ایک ایک زمین میں یا ایک یا سات گنا زیادہ فصل اگائی جاسکتی ہے اس کا پتہ بتایا کر کے لئے میدان کی ضرورت ہے۔ شراٹھا کر مادیوں کی طرف صرف دیکھتے رہنے کی ضرورت نہیں۔ اب آپ سمجھ گئی ہوں گی کہ وہ بیڑے کے پیچے اسکول کیوں لگاتا ہے۔ اگر آپ ایک بار اس کے میدان کی کھیتی دیکھ لیں تو یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ آپ کی آنکھیں سمیٹیں گی سمیٹ رہی ہیں۔ ابھی وقت ہے۔ آج ہی چل کر دیکھ لیجئے۔ وہ کیا رہا سامنے کھیتی کا میدان۔

رجے کا جہرا سجدہ ہو گیا اس نے کہا۔

آج رہے دیکھئے۔

اس شخص نے کہا۔

بہت اچھی بات ہے۔ چلیے میں آپ کو تھوڑی دور تک جھوڑاؤں۔ یہ کہہ کر وہ ساتھ چلے لگا۔ پانچ چھ سوڑاؤں تک رجے نے کوئی بات نہیں کی۔ وہ جی جی میں بہت شرمیلی تھی وہ اس وقت سمجھ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس شخص نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اگر آپ دھرم کے لئے اس کا کہاں لے رہی ہیں تو میرے چند گیمے میں جو بیک کام کے لئے استعمال ہو رہی ہے اس کے لئے جھوڑ دیں گی۔" یہ کہہ کر وہ شخص زور زور سے ہنسنے لگا۔

رجے نے سمجھ گئی اختیار کرتے ہوئے کہا

"ان کی طرف سے آپ کو یہ بات کہے کا اختیار کسی نے دیا ہے؟"

وچے نے اس شخص کی طرف کٹکیوں سے دیکھا جس کے چہرے کے آثار  
میں کوئی رق نہیں پڑا تھا۔

”یہ اختیار کی بات نہیں ہے۔ ہر ایک اچھے کام کا اختیار ازل  
مذا سے حاصل کرتا ہے۔ اسے یہ کام کے لئے کسی کے آگے ہاتھ نہیں  
پھیلانا پڑتا ہے۔ ہمارے تاستروں میں لکھا ہے کہ عرب لوگ  
مفلکوں کی صورت میں ہوتے ہیں اور عرب لوگ ہیں کساں۔  
کساں جو حور اس سے محروم ہیں۔ ان کی خدمت کرنے کا  
اختیار رسد کو حاصل ہے۔ کیا یہ اختیار میں سریدر سے مانگے جاؤ گے؟  
یہ کہہ کر وہ ہنس پڑا۔

چلتے چلتے وچے کوئی۔

”آپ کے دوست شخص اتنی سی بات کے لئے تو یہاں بیٹھے

مہیں رہیں گے۔“

اس شخص نے کہا

نہیں۔۔۔ لیکن یہ ذمہ داری میرے کندھوں پر وہ ڈال  
ڈال کر جاسکے ہیں۔“

وچے کے ہونٹوں پر ایک جیسی مسکراہٹ پیدا ہوئی لیکن  
اس نے بڑی سنجیدگی سے کہا

میں بے گھر ہی امداد لگایا تھا۔“

اس شخص نے کہا۔

یہ کام پہلے دلیس کے سرپرست پر کیا کرتے تھے۔ ابھی وہاں  
میں رہیں یہی پڑتی تھی۔ اب وہ ذمہ دار کیا ہیں۔ یہی ہے لیکن

اس کا نام دشاں مٹا نہیں ہے۔ — " یہ کہہ کر وہ شخص ہوا۔  
 دے دے اس کا ساتھ دینا چاہا۔ لیکن وہ ایسا کر گیا۔ یہ ہیں اس  
 کے چوہوں میں دے کر اس کے دل کی گہرائیوں میں گم ہو گئی۔  
 اس نے ذرا سے توقف کے بعد کہہ دیا: "آپ خود بھی تو اپنے  
 دوست کو آسرا دے سکتے ہیں۔"

"لیکن میں بھی تو یہاں نہیں رہتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ  
 میں ایک ماہیت کے بعد علی جاؤں گا۔"  
 دے دے چوہے پڑے۔

"آپ کا مکان صاف یہاں ہے تو میرا آپ آتے جاتے تو نہیں گئے؟"  
 اس شخص نے سر ہلا کر کہا۔

"نہیں۔ — ایسا نظر آتا ہے کہ اب میں نہیں آسکوں گا۔"  
 دے دے کے دل میں ایک تھیل سی بچ گئی۔ اس نے سوچا کہ اس  
 سلسلے میں مزید رسالت کرنا ممکن نہیں رہے گا۔ اس کے مابعد  
 وہ اپنے اضطراب کو جیسا کہ سکی۔ اس نے اہستہ سے کہا۔  
 "یہاں آپ کے گھر کے لوگوں کا بوجھ سنبھالنے والا کوئی تو ضرور ہوگا؟"  
 اس شخص نے ہر کر کہا۔

"ہیئن۔ — ایسا کوئی آدمی موجود نہیں۔"  
 آپ کے ماتا پتا۔

"میرے ماتا پتا کھائی ہیں۔ — ان میں سے کوئی بھی نہیں۔  
 ہم تو آپ کے مکان کے قریب پہنچ گئے۔ — تمسکار میں جاتا ہوں۔"  
 یہ کہتے ہوئے وہ رک گیا۔



## پانچواں باب

وہ کے گھر سے ملحقہ باغیچہ کا عقبی حصہ کافی بڑا تھا آم اور کھنڈل کے لئے کئی بیڑوں کے پیچھے اندھیرا بڑھتا جا رہا تھا۔ روڑے سے وہاں لے کھا۔  
 بیٹی — گوتم کرمد پر دروازے سے آنا اچھا ہوتا ہے۔  
 راجے کے دل کی حالت کچھ ایسی تھی کہ وہ ان سب باتوں پر دھیان نہیں دے سکتی تھی — وہ ایک ماں ہیں — کچھ کرتا رہا ایک باغیچہ سے کہ رکر گھر کے اندر چلی گئی — دریا توں نے اس کے دل پر قابو پالیا رکھا تھا — ان میں سے ایک تو یہ تھی کہ مات چیت کے دوران اس نے اسی کا نام نہیں پوچھا تھا — مرد کا نام پوچھا عورت کے حسن اخلاق کے خلاف ہوتا ہے — دوسری بات یہ تھی کہ وہ شخص چند روز کے بعد کہاں جائے گا — یہ سوال اس کے دل میں بار بار اٹھتا تھا — وہ یہ بھی سوچ رہی تھی کہ اسی شخص جس نے اس کو دل میں جنم لیا تھا عورتوں کے ساتھ ملا جھمک بات چیت کر سکتا تھا — وہ اچھی برہم سماج سے تعلق نہیں



رکتا تھا اس لئے اس نے یہ تعلیم کہاں سے حاصل کی تھی۔ اس نے  
 یہ سمجھتے سوچتے گھر میں قدم رکھا ہی تھا کہ ہر لڑکی کی ماں نے بتایا کہ ملاں الہ  
 ہر کی بیٹھک میں بیٹھے ہوئے بہت دیر سے انتظار کر رہے ہیں۔ یہ  
 سنے ہی اس کے دل میں نصرت اور حیرت کے حدات پیدا ہوئے یہ وہی شخص  
 تھا جس کا نام اس نے یاد کیا تھا۔ اور اس کے بعد یہیں آیا تھا وہ کہ  
 چاہے جس وجہ سے بھی آیا تھا وہ اس کا اور اس اعلیٰ کا ساتھ نہ کئے  
 بغیر رہ سکی۔ دونوں میں رہیں آسماں کا فرق تھا۔  
 اس نے تھکی ہوئی آواز میں کہا۔

کیا ابھی معلوم ہے کہ میں والیس گھر آگئی ہوں۔

ابھی۔۔۔ لی لی راتی۔۔۔ ہر لڑکی کی ماں۔ کہاتے ہیں ابھی  
 ابھی یہ مرد دیے کے لئے ہر لڑکی کو کیسے تھی ہوں۔  
 کیا جاتے پال کے لئے پوچھا۔

ابھوں نے کہا تھا کہ تمہارے والیس آنے پر تمہارے ساتھ جاتے  
 ہوں گا۔

لوگوں کو معلوم تھا کہ ملاں الہ ہی اس گھر کے مالک ہیں اس لئے لوگ  
 یا کر ان کی خاطر و مدارات میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے تھے۔ وجہ یہ کہ  
 میرا پنے اوپر کے گھرے میں چلی گئی۔ کچھ منٹوں کے بعد وہ پیچھے آئی اس  
 کے ساتھ اس کے ساتھ۔ کچھ کا بلاں الہ لیمب کی دوستی میں میز پر رکھے ہوئے  
 کچھ کا عدات بڑھ رہے تھے۔ اس کے قدموں کی آہٹ پا کر انہوں نے  
 سر اٹھایا نہ کہار کرے کے بعد اس نے ایک ایک کی سجدہ کی سے کہا۔

تم مرد سوچ رہی ہو گی کہ میں ناراض تھا اس لئے اتنے دن نہیں آیا۔

میں مارا جن نہیں تھا۔ میں یہ اگلی تہوارے سامنے تمامت کر دوں گا۔  
 ملاسے آج تک دے کو۔ آپ۔ کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ وجے کی سمجھ  
 میں۔ آیا کہ آج۔ وہ اسے۔ تم۔ کہہ کر کیوں بلا رہا تھا۔ وہ اس  
 کی ایک کرسی پہنچ کر اس پر بیٹھ گیا۔ ملاس نے اس کی طرف آنکھ  
 اٹھا کر سہمی نہیں دیکھا۔ اسے کہا۔

میں سارا انتظام کر کے بعد اسی ابھی کلکتہ سے آرہا ہوں۔  
 تاجی سے سہمی نہیں ملا۔ سیدھا تہوارے پاس آیا ہوں۔ تم تو سی  
 آرام سے بیٹھی رہ سکتی ہو لیکن میں تو ایسا نہیں کر سکتا۔ مجھے اپنی ذمہ داری  
 کا احساس ہے میرے کمدھول پرے یاہ کام کا بھاری بوجھ ہے۔ مجھے  
 کسی طرح بھی قرار نہیں آ سکتا۔ تہوارے پر ہم ممدو کا سگ بنیاد ڈرے  
 دلوں کی جھپٹیوں میں رکھا جائے گا۔ میں سارا سد و ست کر آیا ہوں۔  
 یہاں تک کہ سب کو دعوت بھی دے آیا ہوں۔ حیرت انگیز کاموں  
 سے فارغ ہو چکا ہوں۔ کون کون آئیں گے۔ میں نے یہ  
 فہرست مرتب کر لی ہے۔ تو ایک مار پڑھ کر دیکھ لو۔  
 یہ کہہ کے ملاس نے اطمینان کا سانس لیا اور سامنے پڑا ہوا کاعد  
 دے کے آگے سرکا دیا اور اس نے کرسی کے ساتھ اپنی چیموٹ لٹکا دی۔

دے نے کوئی بات نہ کی اور لوگوں کو دعوت مانے کے مارے میں  
 بھی کسی قسم کے استیفاق کا اظہار نہ کیا۔ وہ جس طرح بیٹھتی تھی اسی طرح  
 بیٹھی رہی۔ کچھ دیر بعد ملاس بیہاری وجے کی حالت پر مضطرب ہوا۔  
 کیوں کیا بات ہے۔ حانوشی کیوں۔  
 دے دھیمے لہجہ میں کہا۔ میں سوچ رہی ہوں کہ آپ

حضرت نانے تو دے آئے ہیں۔ مگر اس سلسلہ میں ان سے یہ کہا گیا  
 "ان سے۔۔۔ کیا مطلب ہے۔" ۱۱

۔ دراصل صدر کے قیام کے متعلق میں اسی کسی فیصلے پر نہیں پہنچی ہوں! ۱۲  
 ملاس فوراً سیدھا ہو کر میوٹ گیا۔ تھوڑی دیر تک وہ تنکھی نگاہوں سے  
 دے کی طرف دیکھتا رہا اور پھر بولا۔

اس کا کیا مطلب ہے۔ ۱۳ ان چٹھیوں میں اگر مندر کا سنگ پیدا  
 نہ رکھا گیا تو پھر آسانی سے ایسا موقع ملے گا۔ وہ لوگ تمہاری  
 رعایا نہیں ہیں کہ جب تمہیں فرصت ہوگی آکر حاضر ہو جائیں گے۔ میری  
 سمجھ میں نہیں آتا کہ اس وقت فیصلہ نہ کر سکنے کا آخر سبب کیا ہے۔ ۱۴  
 غصہ کے مارے ملاس باجو کی آنکھوں سے قطرے ٹپکنے لگے۔ دیر  
 محو کاتے ہوئے دیر تک خاموش بیٹھی رہی اور پھر اس نے کہا۔ میں نے  
 سب سوچ لیا ہے۔ یہاں اس قسم کے اجتماع کا ضرورت نہیں ہے۔  
 ملاس آنکھیں میاڑ کر بولا۔

"اجتماع۔۔۔ میں نے یہ تو نہیں کہا ہے کہ یہاں کسی قسم کا اجتماع  
 ہو گا۔ میں تو ایک جیوٹا سا ملبہ کر رہا ہوں۔ تمہیں گہیرانے کا  
 ضرورت نہیں ہے۔" ۱۵

"میرے خیال میں یہاں برہم سدو قائم کرے گا کوئی مائدہ بہتیں  
 یہاں برہم سدو قائم نہیں ہو گا۔" ۱۶ دیتے بے ٹھے اظہیان کے ساتھ  
 کہا۔

ملا س پہلے تو ہکا دکھا رہا گیا۔ اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ  
 نکلا۔۔۔ جب لکھنوں کے بعد لولا سے میں یہ جاسا چاہتا ہوں کہ تم دراصل

مریم سماج کی رکن ہو یا نہیں — ۹۹

ملاس مالو کے اس طہر پر چھبک کر وجے نے سر اٹھایا اور اس نے  
 پورا اپنے آپ کو سمجھ لیا ہے۔ آپ دراپٹے گھر جا کر تھوڑا سا  
 بریکوں ہو کر یہاں آئیے۔ ۱۰۰

پھر وہ اٹھ گئی۔ بیکس نوکر کو جانے کا سامان بیکراہہ آتے  
 ہوئے دم تک مگر پھر عینہ گئی۔ ملاسے اس کی طرف دیکھا تک نہیں —  
 مریم سماجی ہونے پر بھی اس نے اپنا سمجھاؤ نرم اور شیریں ہیں بنایا تھا  
 وہ نہ کر کے سامنے ہی آگند گولہ ہو کر بدل اٹھا۔

کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہم پورا تمہارے ساتھ اپنے سارے تعلقات  
 توڑ سکتے ہیں — ۱۰۱

دعے مانتی سے جانے ساتی رہی — اسے کوئی خواب نہ دیا۔  
 نوکر کے چلے جانے پر اس نے دھیمی آواز میں کہا

”میں اس تعلقات کی مات یا جا چکی سے کروں گی۔ آپ جیسے ساتھ  
 نہیں — ۱۰۲“ یہ کہہ کر اس نے ایک بیالہ جانے کا اس کی طرف ٹرھا دیا۔  
 جانے کو چھوڑے بغیر ملاسے کہا۔

”ہم بے تعلقات توڑ لیتے تو مانتی ہو کہ اس کا اسام کیا ہو گا ۱۰۳  
 دے بولی۔

”نہیں — آپ کو ایسی دہ داری کا اگر اتسا ہی احساس ہے تو پھر  
 میری خواہش ہے بغیر تم سے لوگوں کو دھوکا دیکر مجھے بے عزت کرے گا آپ  
 نے میرا کیوں اٹھایا — ۱۰۴ اس پر وجہ بھی آپ کو خود برداشت  
 کرنا چاہیے۔ اس میں مجھے بھیجے کہ کوئی شکیں کیوں کرتے ہو۔“

لال لال اسکیس کال کر ملاس مامو نے ملدا آواز میں کہا۔  
 میں کام کرے والا آدمی ہوں۔ کام ہی پسند کرتا ہوں کھینکھینک ہیں  
 یہ یاد رکھو دے جے۔ ۱۱

دے جے لے پر سکوں لہجہ میں حواس دیا۔

”بہت اچھا۔ میں آپ کی یہ بات سمجھ میں آجیوں گی۔ ۱۱

دس بات میں حواس چینی ہوتی تھی اس پر ملاس مامو تلملا اٹھے۔

”ایسی بات ہے۔ میں سمجھ میں آجیوں گی بات کروں گا کہ تم اسے ہرگز

نہ سہول سکڑو۔ ۱۱

دے جے اس بات کا کوئی حواس نہ دیا۔ وہ سر جھٹکا کر چائے

پیتی رہی۔ سیالے میں جیچہ ڈال کر چلانے لگا۔ ملاس مامو اسے

حالت میں دیکھ کر دراستہ سے اوجھلے اوجھلے۔

”اتنے ٹٹے مکاں سے آ کر کیا ماموہ اٹھا پائے گا۔ اسے

یوں ہی تو رکھا نہیں جاسکتا۔ ۱۱

اس دفعہ دے جے اسکیس اوپر اٹھا کر بڑے مضبوط لہجے میں کہا۔

”ہیں۔ یہ مکاں لے لیا جائے گا۔ اسی اس کا سہی تو کوئی میلا

ہیں ہوا۔ ۱۱

دے جے کا یہ حواس سکڑ ملاس عفتہ میں اپنے آپ کو بھی سہول گیا

اس کے ریمیں بڑے زور سے پاؤں ٹپکتے ہوئے کہا۔

میدل۔ فیصلہ تو ہو چکا ہے۔ میں برہم سماج کے

سربراہ اور دہ لیڈروں کو یہاں ملا کر الکی بے عزتی نہیں کر سکتا۔

مکاں تو نہیں چاہیے۔ میں آج تم سے کہہ دیتا ہوں کہ برہم سدا



اس بہاری سے بہرہ دارانہ لہجہ میں کہا :  
 • ملاس یہ سارا تمہارا قصور ہے سنہ آدمی چلے کتنا ہی گناہ گار کیوں  
 رہا۔ بیگادوں اسے چاہئے کوئی سرا دے لیکن ہمیں اس کے دکھ میں  
 شریک ہونا چاہیئے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تمہارا دل اس ملامت  
 پر دکھی نہیں ہوا۔ مگر اس دکھ کا اظہار کرنا چاہیئے۔ کیا تم ملکہ لیسٹ  
 کے بیٹے سے ملے تھے، تم نے اس سے پرکھ لیا۔ بھادوہ ایک مار مجھ سے  
 مل لے۔ شاید کچھ

یتا کی مانند دہری بھی ہیں ہوتی تھی کہ مینا ان کے اشارے کی درا  
 بھی بروا کئے بغیر حقارت آمیز لہجہ میں بولا۔

• مجھے کیا اس سے ملے کے سوا اور کوئی نام ہی نہیں ہے۔ ہمالو  
 جی تم کیا کہہ رہے ہو۔ اس کا کوئی سٹور ٹھکانہ ہنی نہیں ہے اور  
 سیر وہ تو میرے وہاں پہنچے سے پہلے ہی ایسا ٹریک، صندوق اور اوراد  
 لیکر وہاں سے جا چکا تھا۔ ولایت کا ڈاکٹر۔ لکنا بھییں کا۔

اسا کہہ کر وہ اور نہیں رہے۔ جانے کیا کچھ کہے والا تھا کہ اس بہاری  
 باولے رہے کے مہ کی طرف اوٹ کر کے حتم آلودہی میں نہا۔

• ہمیں ملاس۔ میں تمہاری ان باتوں کو معاف نہیں کر سکتا۔  
 ہمیں اپنے اس سلوک پر ستر منہ ہونا چاہیئے۔ یقیناً نا چاہیئے۔

ملاس نے در اسی بھی دامت اور امر دگ کا اظہار کرتے بغیر کہا۔  
 کس لئے۔ میں کس لئے یقیناً توں۔ مجھے دوسرے کے دکھ میں  
 شریک ہونے کی کافی تعلیم مل چکی ہے۔ لیکن حوصلہ گواہ کر رہا  
 کرتی کرے اسے سمجھی معاف نہیں کیا جاسکتا۔

اسی کا جواب س کر اس سہاری بے کہا۔

آخر کون گھر آکر تمہاری بے عرتی کر گیا؟ تم کس کی مات کر رہے ہو؟

ملاس بے سادائی مسجد گئی سے کہا۔

”مگدیش بابو کے سیوت برید رک مات کر رہا ہوں۔۔۔ وہ ایک

دن ٹھیک اسی گھر میں آکر میری توہین کر چکا ہے۔۔۔ میں اس وقت

اسے پہچانتا نہیں تھا۔ اس نے تو۔۔۔ وجے کی طرف اشارہ کر کے،

تمہاری سمجھ توہین کی تھی۔ کیا تمہیں معلوم بھی ہے۔۔۔؟

رہے بے حیراں ہو کر حلالہ میں دیکھا۔۔۔ ملاس بولا

وہی تو تھا وہ۔۔۔ جو یوں کا سبھا سچا سن کر تمہاری توہین

کر گیا تھا۔ تم بے اس وقت اسے بہت رعایت دی تھی۔ اس

کا نام برید رہے۔۔۔ اگر اس وقت وہ اپنا صحیح طور پر تعارف

کراتا تو پیر میں سمجھتا کہ وہ واقعی مرد ہے۔ ریاکار کہیں کا۔

بابو بیٹا دونوں نے دیکھا کہ وجے کے چہرے پر سوچ کی گہری

ہر چھائیاں جھانک رہی تھیں۔ اور سیر اس کا چہرہ بہت ہی نرم ہو گیا۔

۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔

ٹرے دن کی چٹھیاں ہوئے والی ہیں اسی نے مگدیش بے گھر کا

راکھو برہم سدھ کے طور پر اور ماتی کرے سلگتے سے آئے جیلے سہاروں

کے لئے سمجھائے جا رہے ہیں۔ ملاس سہاری اپنی مگرانی میں کام لاکر

رہا ہے۔ عام دعوت ناموں کی تعداد بھی کم نہیں تھی

مگر کہ ملاس سہاری کے دوست وہ سبھا رکا کے مکان میں اور

لوگ وجے کے یہاں بٹھریا گئے۔



اس دن وہ صبح سویرے بہا کر جب بیچے کی سیٹنگ میں آئی تو اس نے دیکھا کہ ہرلش جیب میں ہاتھ ڈال کر مرنگ مٹائی کا ر ہا ہے اور دوسرے ہاتھ سے ایک جھینپا کن گردن پہلا رہا ہے۔ کھینچا بھی مٹا اٹھا کر اس کے پیارے کایر مقدم کر رہی ہے۔

اس نے دو منصوبوں کو اس طرح سیار کرتے دیکھا تو دھچکے کی آنگولیوں میں آنسو آ گئے۔ اس مکان میں ہرلش ہی اس کے بہت مر دیک تھا اس نے ایسی آنکھیں ابھی لیں اور ہرلش کو ایسے پاس ملا کر کہا۔

”ہرلش کیا تیری ماں نے تجھے بھی دھوٹی لا کر دی ہے۔“ یہ دھوٹی

ابھی پہن رہی ہے۔“

ہرلش نے سر ہٹا کر وجہ کی طرف کھنکھیں سے دیکھا اور ایسی دھوٹی

پارے پارے مادھوٹی سے موارہ کیا جس کا کار اس بہت چوڑا تھا۔ وہ بہت اسردہ ہو گیا۔

کہا ”تجھے یہ دھوٹی اچھی لگتی ہے۔“ ”جے اے اے ایسی دھوٹی کا کارہ دکھاتے ہوئے کہا۔

ہرلش نے ماتھوں جڑھا کر کہا۔

”اماں کو کوئی چیر خریدنی نہیں آتی۔“

دے دے

”میں تجھے ایسی ہی دھوٹی خرید کر دے سکتی ہوں اگر۔“

ہرلش نے اس کی بات کی پروا نہ کرتے ہوئے کہا۔

”کب لے دوں گی۔“

”اگر تو رسی ایک بات مانے تو لے دوں گی۔“

اکوں سی مات — ۷۹

وہ بے کچھ سوچ کر کہا۔

”وہ مات اگر تیری مالی یا کسی اور بے سالی تو میرے لئے وہ دھوٹی

پیسے نہیں دینگا۔“

پرتیش سی دھرتی کی خاطر ہر ایک کام کرنے کے لئے تیار تھا۔

دس نے گردن ہلا کر کہا۔

”اں سننے کی کیسے — ۸۰“

دس نے پوچھا۔

”کیا ڈیڑا گاؤں کا راستہ معلوم ہے۔“

پرتیش ہاتھ اٹھا کر بولا۔

”وہ کیا ڈیڑا گاؤں — وہاں تو میں تتلیاں پکڑے کیلئے

گئی ماگیا ہوں۔“

دس نے سوال کیا۔

”وہاں سب سے بڑا گھر کس کا ہے۔“

پرتیش لولا۔

”رہیں کا گھر سب سے بڑا ہے۔“

تارڈیائی کر گھر کی چپت سے نیچے کود گیا تھا۔ وہاں گڑ اور

گڑ تاتوں کی دوکان بھی ہے۔ جاسی ہو۔ گو بند تاتوں

دوکان کا مالک کیا کہتا ہے۔ رہ کہتا ہے۔ یہ سب چیزیں

مہنگی ہو گئی ہیں۔ ایک دھیلے میں اس ڈیرہ چھٹا تک تات

نہیں ملتے۔ لکس تم اگر ایک تیسے کے تات سے ملو تو میں تمہیں

”جیٹا مک تانے لے۔ گورو کہے لگا کہ میں کسی کو تاروں میں  
 بٹکتا نہیں دیکھا۔ جیٹا مک تانے لے گیا ہوں۔“  
 یہ لڑکیت نے رو کر کہا۔

”اور وہ برہمنوں کے گھر میں رہتا تو کی بات۔“  
 ”وہ وہاں نہیں ہیں۔ کہیں چلے گئے ہیں۔ گورو کہتا  
 تھا۔“

”جے جے سمیت لڑتے کے ساتھ کہا۔  
 ”لہما۔ اپنے یہ تاتے میری آنکھوں سے دور لے جا۔“  
 یہ کہہ کر وہ وہاں سے ہٹ گئی اور کھڑکی کے پاس جا کھڑی ہوئی  
 اور باہر کی طرف دیکھنے لگی۔

”جے جے کے روکھے پس پر ہر لیس کا منہ بھی اتر گیا۔ اس کی آنکھوں  
 میں آ رہا تھا کہ وہ دوڑتا ہوا گیا اور دوڑ ہوا آیا۔ دو میوں کے  
 ڈھیروں تاتے لایا۔ پھر بھی جے جے خوش نہیں ہے۔“  
 ”اس سے تو ریا وہ وہ دیتا ہی نہیں تھا۔“

”جے جے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ اس کی طرف دیکھ کر اس  
 کی معصومیت کا اندازہ لگا رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔  
 ”جا۔ یہ تاتے تو کھالے۔“  
 ”ہر لیس نے ڈرتے ہوئے پوچھا۔“  
 ”سارے۔“

”اُن سارے۔“ جیسے اُن کی ضرورت نہیں ہے۔“  
 ہر لیس نے سمجھا کہ جے جے مارا ہے۔ جید لہجوں تک وہ غاروں

کھڑا رہا۔ اور پھر ایک مات ات یاد آگئی اس نے دھیرے دھیرے کہا۔

”کیا دشا جاریہ حیا سے بوجھ آؤں۔“

”کوں بیٹھا جاریہ۔ کیا یو جھے لگا۔“ وجے ایسا جملہ نورا نہ کر سکی۔ اس کی مات اس کے منہ میں ہی رہ گئی۔ اس نے باہر تادمہ میں ریدر کو دیکھ لیا۔ دوسرے لمحہ وہ کمرے میں داخل ہوا۔ اور اسے ہاتھ حوڑ کر کہتے کی۔

”وجے سہیلے بیسی۔ یا ئی۔“ اس کا جہرہ سرخ ہو گیا اس نے ہر لیس کو مخاطب کر کے کہا۔

”اس سناگ یہاں سے۔ کچھ یو چھنے کا ضرورت سہیں۔“ ہر لیس نے سمجھا وجے شاید بہت مارا من ہے اس نے آہستہ سے کہا۔

”سہٹا جاریہ حیا تو اس کے یٹو س ہی میں رہتے ہیں۔ گو دد دو کا مدار نے کہا تھا۔“

”وجے نے کھیانی ہسی ہتے ہوئے کہا۔“

”آئیے بیٹھے۔“

”اور پھر ہر لیس کی دیکھ کر بولی۔“

”اب تو حیا۔ بھیر کسی دور یو چھ آما۔“

”ہر لیس کے روانہ ہو مارے کے بعد ریدر نے کہا۔“

”آپ شاید یہ جانتا چاہتی کہ ریدر مالو کہاں ہیں۔“

”جے کو حفرٹ کی مشق سہیں تھی۔ وہ اپنی ندامت کو چھپاتے

ہوئے بولی۔ ہاں کسی دن اس کا تیرہ میل ہی جائے گا۔“

”کیوں۔ کیا سخت ضرورت ہے۔“

”کیا کوئی ضرورت کے بغیر کسی کا حال نہیں ماسا جاتا۔؟“  
 کوئی نہیں کیا جاتا ہے۔ یہ بات مرہٹے دیکھئے آپ نے اس سے تو سارا  
 ماطہ توڑ دیا۔ پھر اس کا حال حالے کر کیا ضرورت پیش  
 آگئی۔؟ کیا اس نے ایسا سارا قرص ابھی تک نہیں چکایا۔؟“  
 ”جے نے کوئی حوالہ نہ دیا۔ سریندر ایسے دل کی حالت کو بردہ  
 طرح چمکیا۔ سکا۔ اس نے دوبارہ کہا۔“

”اگر قرص اور باقی ہے تو جہاں تک میں جانتا ہوں سریندر پاپو  
 کے پاس اب ایسی اور کوئی چیز نہیں جس سے وہ تقایا قرض اٹا سکے۔  
 اس لئے اب اس کا تہ چلانا۔“

”آپ سے کس نے کہا کہ میں قرص کے لئے ہوں انا کیا یہ لگا رہا

ہوں۔“

”اس کے سوا اور کیا مطلب ہو سکتا ہے۔۔۔ وہ آپ کو نہیں  
 پہچانتا اور آپ اسے نہیں پہچانتیں۔ اس لئے اور کیا مطلب  
 ہو سکتا ہے۔“

”وہ مجھے پہچانتے ہیں۔ اور میں بھی انہیں پہچانتی ہوں۔“  
 سریندر ہنسا۔ اس نے کہا۔

”وہ آپ کو پہچانتا ہے۔۔۔ یہ بات تو سچ ہے۔ لیکن  
 آپ اسے نہیں پہچانتیں۔ فرض کیجئے۔ اگر میں یہ کہوں کہ میرا  
 نام سریندر ہے تو۔۔۔“

”جے نے گردن ہلکا کر کہا۔ تو میں یقین کر لوں گی۔ دراصل

میں تو یہ کہوں گی کہ یہ بات آپ کو بہت پہلے بتا دینی چاہیے تھی  
 تب تو ایک سے جس طرح سچی کھجوا دیے یہ کمرے کی حالت بدل جاتی ہے۔  
 اسی طرح آپ کو کچھ چھپکتے ہی مزید ر کے چہرے پر افسردگی چھا گئی  
 دے نے اسے مخا طلب کرتے ہوئے کہا۔

”اینا غلط تعارف کرانا اور بکیر اپنے آپ پر دوسروں کی تنقید سننا  
 کیا آرٹ میں کمرے ہو کر باتیں سننے کے مترادف نہیں ہے۔“  
 ”تو بڑی دیر کے لئے خاموش رہنے کے بعد مزید بولے کہا۔  
 ”ایسا کرے میں میری طبیعت بری نہیں تھی۔ میں بے سوچا تھا کہ  
 آخری دن ایسا تعارف کراؤں گا مگر ایسا نہ کر سکا۔ آپ کا کوئی  
 نقصان تو نہیں ہوا۔“

”جے لے کہا۔  
 ”نقصان کوئی قسم کا ہوتا ہے۔ جو نقصان ہوا تھا ہو چکا  
 ہے۔ اب آپ اس کا تدارک نہیں کر سکتے۔ اس لئے نقصان  
 کی بات جو بڑھتی ہے۔ اگر میں آپ کے متعلق کوئی بات  
 ماننا چاہوں تو کیا۔“

”میں مارا من ہو جاؤں گا۔ ہرگز نہیں۔“ مزید رہنما  
 اس کے چہرے پر سے کالی گٹھا چھٹ گئی اور اس کا چہرہ چمک اٹھا  
 اتنے دنوں کی بات چیت کے بعد دے اس شخص سے متعارف  
 نہیں ہو سکی تھی۔ لیکن آج اس کا یہ ہنسی اور کھاس سے تعارف  
 کرا گئی۔ اس نے گردن جو ہلکا کر پوچھا۔  
 ”اس وقت آپ رہتے کہاں ہیں۔“

دور کے رستہ سے میری ایک لڑا اسی تک مدد ہے۔ اس  
 کے مکاں میں رہتا ہوں۔ ۱۔  
 کیا اس گاؤں کے لوگ یہیں جاتے کہ آپ کے ساتھ سماج  
 لے کیا سلوک کیا ہے۔ ۲۔  
 جاتے کیوں نہیں۔ ۱۔  
 ”تو پھر۔ ۱۔“

مرید نے تھوڑا سا سوچ کر کہا۔

”میں مکان کے حق کرے میں رہتا ہوں وہ مکان کے اندر نہیں  
 ہے۔ اور میری حالت کو دیکھ کر لڑا اسی کے بیٹے ابھی تک  
 خاموش ہے۔ میں زیادہ دن و رات رہ کر انہیں پریشان نہیں  
 کر سکتا۔“ یہ کہہ کر وہ تھوڑا سا رکا اور پھر اس نے کہا۔  
 ”اچھا اب مجھے بتائیے کہ آپ میرے متعلق ان باتوں کا کیا خیال  
 لگا رہا ہیں۔ کیا بتا جائے کہ نام کچھ اور قرص لکھ آیا ہے۔ ۲۔“  
 دجے نے اس کی طرف دیکھا اور اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نکلا  
 نہ نہ کرنے کہا۔

”بتا کا قرص کون نہیں چکاتا۔ میں آپ سے یہ کہتا  
 ہوں کہ اس میرے نام یا اور کسی نام کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے  
 جسے بیچ سکو۔ صرف ایک خود دین ہے۔ اسے بیچ کر کہا رہا  
 داپس جاسکتا ہوں۔ لڑا اسی حالت بھی حرا ہے۔ یہاں تک کہ میں  
 کہ میں ان کے یہاں گھاتا ہوتا بھی نہیں ہوں۔ یہ کہ یہ کہہ کر وہ خاموش رہا  
 دجے کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے منہ پھیر لیا۔

نریندر لولا۔

”آپ صرف آسا کر م کیجئے۔ تیا جی کے نام جو ماتی قرض ہے اس کا میں نے سرے سے کاغذ نہ کر دے سکتا ہوں۔ میں مستقبل قریب میں یہ سارا قرض چکا دیسے کے لئے پورا زور لگاؤں گا۔ آپ اس بہاری ماہ سے کہہ دیں گی تو وہ پھر تجھے زیادہ پریشیاں نہیں کریں گے۔“

ہر لیس نے دروازے کے قریب آکر کہا۔  
”اماں کہتی ہیں کہ بہت وقت ہو گیا ہے کیا کھانا پر دس دیا جائے۔“

سات گھڑی کی طرف دیکھ کر ریدر چونک پڑا وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور اس نے معدرت طلب لہجہ میں کہا۔  
”اوہ۔۔۔ ہمارے بچ گئے۔ آپ کو میں نے بہت تکلیف دی۔“  
رچنے نے اپنی آنکھوں کے آئینے چھپا لئے تھے۔ اس نے

یو چھا۔  
”آپ کس لئے آئے تھے۔؟ یہ تو آپ نے بتایا ہی نہیں۔“  
ریدر نے ملبدی سے کہا۔

”اسے جانے دیجئے۔۔۔۔۔“

۔۔۔۔۔ جے نے اٹھتے ہوئے یو چھا۔

”آپ کی لوجی کا گھر یہاں سے کتنی دور ہے۔؟“

نریندر نے کہا۔

”تھوڑی ہی دور ہے۔ لگ بھگ دو میل۔“



”کیا اتنی کڑی دعوپ میں دو میل بیدل جاتے گا۔“  
 سریندر دروارے کی طرف بڑھا تو وہ بے فوراً دو دروازے

میں جا کھڑی ہوئی اور بولی۔  
 ”آپ کو میری ایک بات مانتی پڑے گی۔ اس وقت آپ  
 کھانا کھائے بغیر یہاں سے نہیں جاسکتے۔“  
 سریندر حیران رہ گیا۔ رہ لولا۔

”کھانا کھاؤں۔“ وہ یہاں سے۔“  
 ”کیا اس سے آپ کی ذات یا ت کو گزند پہنچے گا۔“  
 اس کے جواب میں سریندر کے چہرے پر ہنسی کا اجالہ پھیل گیا

اس نے کہا۔  
 ”ہیں۔ اب اس دنیا میں مجھے یہ ڈر نہیں رہا۔ آج  
 صراے محمد پر ترس کھایا ہے۔۔۔ وہ میں جانتا ہوں کہ میں  
 جہاں مارا ہوتا ہوں کھائے کو کچھ مصیبت نہیں ہو سکتا تھا۔“

---

## چھٹا باب

کھانا ختم ہوا۔

دن ڈھلے پر بریدر کے رحمت ہوئے کا وقت آگیا۔ اس  
ے ایامک کہا۔

”آج ایک بات پر میں بہت حیراں ہوا ہوں۔ آپ بے مجھے  
دھوپ میں مائے بہیں دیا۔ کھانا کھا لے پر محو رہا۔ ایسا کیونکر  
ممکن ہوا۔“ میں کوئی طرہ نہیں کر رہا ہوں۔ میں اب کبھی  
یہ سوچ رہا ہوں کہ ایسا کیونکر ہوا۔“  
وہ نے کسی کتراتے ہوئے کہا۔

”اس گھر میں یوں ہی ہوتا ہے۔ آپ اں مائوں کو جیوڑیئے  
یہ تائیئے کہ آپ تک را حاما جاتے ہیں۔“  
بریدر نے کچھ سوچ کر کہا۔

”برسوں۔“ او د سپر اس نے در اسے توقع کے بعد کہا۔  
”میں اس گھر بھلا مالکل سیگا نہ ہوں۔ در حقیقت میرے دکھ

سکھ سے آپ کا کوئی واسطہ نہیں۔ لیکن میں آج آپ کا حسن سلوک  
 دیکھ کر اس تک حیراں ہوں۔ آپ خود کھانا کھاتے میرے پاس  
 یہ دیکھنے کے لئے بیٹھی رہیں کہ میں کہیں کم نہ کھاؤں۔ میری کوئی بہن  
 نہیں۔۔۔ ماں سے بھی پیچھا ہی میں مل سکتی تھی۔۔۔ میں کہہ رہی ہوں  
 سکتا۔۔۔ ماں رہ رہتی تو کیا وہ بھی میرا اتنا خیال کرتی۔۔۔ میں  
 بہت حیراں ہوں۔۔۔ میں جانتا ہوں یہ حقیقت نہیں ہے پھر کئی  
 اسے جھوٹا مانے کے لئے جی نہیں چاہتا۔۔۔

دوڑے کھڑکی کے باہر دیکھ رہی تھی۔۔۔ اس نے اس طرف دیکھتے  
 ہوئے کہا۔

۔۔۔ اس دن دوستی بھی ایک حیر ہوئی ہے۔ کیا آپ نے دیکھی  
 نہیں دیکھی۔۔۔

اے دوستی۔۔۔ "میرے نے ایک لمبا سالس لیا۔  
 اس نے ہاتھ اٹھا کر نیتے کرتے ہوئے سمجاسے کسی طرح تپا کا قریب  
 ادا ہو گیا ہے۔۔۔ میرے لئے بہت بہت کچھ ہے۔ آپ کا  
 رہم مندر دل دگی اور رات چوگنی ترقی کرے۔ آج کا دل مجھے  
 عمر سہرا یاد رہے گا۔۔۔ میں اب جانتا ہوں۔۔۔" یہ کہہ کر وہ کمرے  
 کے باہر آگیا۔۔۔ عین اس وقت کمرے کے اندر سے آواز آئی۔  
 "درا کھڑے۔۔۔"

میرے نے قریب آکر پوچھا۔

۔۔۔ آپ کی حور دیں کی کیا قیمت ہے۔۔۔

میں نے پانچ سو میں لی تھی۔۔۔ اب اگر مجھے کوئی اس کے

درد ڈھائی سو روپے بھی دیدے گا تو لے لوں گا۔ مالکل نئی ہے  
 اگر کوئی خریدنا چاہے تو میں ۔۔۔  
 ”کیا اتنے کم دام لیکر خورد میں بیچ دیکھئے گا۔“ کیا آپ کا  
 سب کام ہو چکا ہے ۔۔۔

نریدر نے سرد آہ سہر کر کہا۔

کام تو کچھ بھی نہیں ہوا۔

وچے کی نگاہوں سے اس کی سرد آہ چھپی رہ رہی ۔۔۔ وہ  
 ایک لمحہ کے لئے خاموش رہ کر بولی۔

میں بھی بہت دنوں سے ایک خورد میں خریدنا چاہتی تھی لیکن  
 ایسا نہ کر سکی۔ کیا آپ اسے کل لاکر دکھا سکتے ہیں ۔۔۔

”ہاں۔۔۔ دکھا سکتا ہوں۔“ میں تھیک کہہ رہی ہوں کہ  
 آپ اسے خرید کر ہرگز نہیں سمجھنا میں گی۔ اور میرا اس نے چند  
 لمحوں تک خاموش رہنے بعد کہا۔ وہ خورد میں ایسی ہے  
 جس کو روپے سے نہیں تولایا جاسکتا۔ میرے لئے اسے بیچ دیے کے سوا  
 اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔۔۔ ورنہ۔۔۔ اچھا کل دوسرا کو  
 لے آؤں گا۔

نریدر وہاں سے روانہ ہوا۔ جب تک وہ آنکھوں سے  
 اجھل نہ ہو گیا وہ اسے دیکھتی رہی۔ سپردہ مڑی اور کرسی پر بیٹھ  
 گئی۔ اسے سمجھی یہ محسوس ہوتا کہ جہاں تک نظر حاقی ہے ویرانی ہی  
 ویرانی ہے۔ سول بھی سونا ہے۔ کیا تمام ہوئی۔ کب نوکر  
 دیا جلا نے آیا۔ اسے کسی بات کی خبر نہ ہوئی۔ اس کی

آنکھوں میں آنسو آگئے تو میرا سے ہوتس آیا۔ آنسو ٹپکے سے اس کا سارا گریباں سمیٹ گیا تھا۔ — نوکر آتے رہے تھے۔ آنکھوں سے اس کی یہ حالت دیکھ لی ہوگی۔ — جاے وہ کیا سوچیں گے رات کو لیٹر پر لیٹی تو کھڑکی میں سے ماہر کے اندھیرے میں اسے ہی دیکھتی رہی۔ — بیرونی سوئے میں کی طرح اسے ایسے مائل میں بھی ایک سو ماہر عکس ہوا۔

دن نکلی آیا۔ ابھی تک اس کی آنکھ اس راستے پر جھی ہوئی تھی حد نظر سے وہ گیا تھا۔ اس کے کان ابھی تک اس کے قدموں کی آہٹ سے رہے تھے۔ وہ دل ہی دل میں ستر ماگئی اسے سوچا یہ سیکلی کچھ نہیں ہے۔ — وہ تو صرف دور میں دیکھے کے لئے سقرار ہے۔ حور دین دیکھ لینے کے بعد سارا اضطراب سکوں میں تبدیل ہو جائے گا۔ آج نہیں تو کل آئے گا۔ — وہ اس طرح ایسے دل کو سمجھاتی رہی۔ حوں حوں دل چڑھتا گیا توں توں اس کے دل میں ہر اردن و سو سے سرا بھارتے چلے گئے، کہیں آیا۔ سو کہ وہ حور دین کے کسی سے زیادہ دام لیکر چلا جائے اور یہاں۔ آئے۔ کسی پہاے سے ہر لیس کوں کے سہاں کیما جائے یا نہیں۔ — وہ ایسے ہی خیالات میں گم رہی۔ ساتے میں ہر لیس کرے میں داخل ہوا اور لولا۔

”نیچے ایک مایو آیا ہے۔“

رہے کے چہرے کا رنگ زردیر گیا۔ کون مارے؟  
ہر لیس سے کہا: وہی مایو حوصلہ پہاں آیا تھا۔ اس کے

ہاتھ میں جبرے کا ایک پیٹا ڈاکس ہے۔ ۱۱

ایسا تو عاؤ۔۔۔ ماکر مار چی تو تھکاؤ۔۔۔ میں آتی ہوں ۱۲

دو تیس منٹ کے بعد وجے بیچے آئے اور اس نے ہاتھ جوڑ کے  
 بریدر کو بستے کی۔۔۔ آج اس نے لباس اور مالوں کا انداز بچوایا  
 تھا کہ کسی کی نظر اس پر پڑے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔۔۔ وجے کے کل  
 اور وجے کے آج میں حورق تھا اسے دیکھ کر بریدر کے منہ سے کوئی بات  
 نہ نکلی۔۔۔ وجے نے اس کی اپنے اوپر حسی ہوئی آنکھیں دیکھیں تو اس  
 نے اپنے آپ پر ایک نظر دوڑائی اور حیران ہو گئی۔ اسے ایسا معلوم ہوا  
 جیسے وہ زمین میں گڑ گئی ہو۔۔۔ خور و میں کا کس کا ہی تھا بریدر  
 کے میں تھا۔ اس نے اسے میز پر رکھ کر کہا۔

میں حب ولایت میں تھا تو میں نے منصور کی سیکھنی بنی۔۔۔ میں  
 آپ کو کتنی بار دیکھ چکا ہوں۔۔۔ لیکن آج آپ کے اس اکبر سے بیٹا  
 آتے ہی میری آنکھیں کھل گئیں۔۔۔ میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں  
 کہ کوئی بھی مسطور اگر آج آپ کو دیکھ لے تو وہ آپ کی تصویر سامنے بیٹھ  
 لے جیسا کہ وہ کرتے۔ کیا حسا ہے۔ کیا خود مسورتی ہے۔ ۱۱

وجے نے دل ہی دل میں سوچا کہ یہ خود مسورتی کہاں سے آئی ہوگی  
 بیچ میں چل نکلی ہے۔ پھر کئی حوالت بریدر نے کہی دنیا و مافیہ  
 صرف وہی کہہ سکتا تھا۔۔۔ آخر کار وہ اپنی خود مسورتی اور  
 اسے بدل کر آرائش کو کیسے چھپا سکتی تھی۔ پھر کیف  
 اس نے بڑی سچید گائیے کہا۔

آپ کو یہ دیکھا میں دیکھا کہ آپ مجھے اس طرح متاثر نہ کریں

میں نے حور میں خریدے کے لئے آپ کو لایا ہے۔ تصویر اتر رہی ہے۔  
 ”اے بہن! —“

رہے گا یہ حور اس سر پریدہ کا رنگ مٹا دے گی۔ اس نے  
 معذرت طلب انداز میں کہا

”معاف لیجئے گا۔ — مجھ سے غلطی ہو گئی۔“  
 اس کا تاسف اور تپائی دیکھ کر بچے اس پر ہنس پڑے۔  
 وہ آپ کی حور میں کہاں ہے ذرا میں بھی تو دیکھ لیں۔  
 سر پریدہ کے پیسے پر سے جیسے بھاری نوچ پڑ گئی۔

”ابھی دکھاتا ہوں۔“  
 یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا اور جیڑے کا بکس کھول لے گا۔ میٹک  
 میں روشنی کم تھی۔ — — — — — رے نے عقب کے کمرے کا طرف اشارہ  
 کرتے ہوئے کہا۔

اس کمرے میں روشنی ریاہ ہے۔ وہاں جیلر دیکھتے ہیں۔  
 بہت اچھا چیلنے۔ سر پریدہ اس ہاتھ میں لے کر اس کے پیچھے پہنچ  
 ہو گیا۔ — — — — — عقی کمرے میں پہنچ کر اس نے حور میں تپائی پر رکھ دی  
 وہ دونوں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ سر پریدہ نے کہا۔  
 ”لیجئے۔ — اب دیکھئے۔ — اس کے کس طرح استعمال کیا جاتا

ہے یہ میں بعد میں بتاؤں گا۔“

بچے یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اس جیلر کی سی حور میں سے  
 ایک بہت بڑا منظر دیکھا جاسکتا ہے۔ — — — — — بیرونی دنیا اس حور میں  
 کھلی میں آ جاتی ہے۔ سر پریدہ نے اسے بتایا۔ ”ولایت میں

ڈاکٹر سی کی تعلیم حاصل کرے کے بعد میں نے حیاتیم کی کنوج کی  
طرف توجہ دیا تھی۔

وہ جو حور دیں آنگوہ سے لگا کر کچھ دیکھ رہیں رہی تھی۔  
اسے مزہ وصال اور سایہ سطر آ رہا تھا۔۔۔ جب مرید اس  
سے پوچھتا کہ وہ کیا دیکھ رہی ہے تو اسے ہنسی آجاتی۔۔۔ مرید  
اسے حور دیں سے دیکھنے کا طریقہ سکھانے کی کوشش کر رہا تھا۔  
حور دیں کے ہر ایک پر وہ کو گھا کر دکھا رہا تھا لیکن اس کے باوجود  
وہ کچھ سمجھ نہیں دیکھ رہی تھی۔۔۔ مرید رول رہا تھا اور اس کا  
سینہ دھڑک رہا تھا۔۔۔ اس کے کھڑے ہونے والے اڑاڑ کر سارے  
محول کو روتاں انگیر مار رہے تھے۔ ہاتھ سے ہاتھ چھو جاتا تو دل  
میں جھرجھری سی دوڑ جاتی۔۔۔ اسے اس بات کی کوئی فکر نہیں  
تھی کہ حیاتیم دنیا میں کیا ہے اور کیا ہیں۔۔۔ کوئی بلیر یا  
گادوں کے گاؤں اٹاڑ دیتا ہے۔۔۔ کول پلنگ سے گھر کے گھر سونے  
اور دیراں کر دیتا ہے۔۔۔ یہ بات حال رکھلا اس کو کیا مانتا ہوتا۔  
اگر وہ حال کھی جائے تو اس سے بچ نہیں سکتی۔۔۔ وہ کوئی  
ڈاکٹر نہیں ہے۔۔۔ دو تیس منٹ کے بعد وجہ کے زبیر  
تا راس ہو کر اکٹھ کھڑا ہوا اور اس نے کہا۔

”حالے دیجئے۔۔۔ اسی چیز کی آپ کو ضرورت نہیں ہے۔“  
میں نے اس کوئی عقل آج کا نہیں دیکھی۔  
وہ نے ہنسی روکنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔  
”میرا عقلی موٹا ہے یا آپ؟“



اپنی بات پر سرید و دل ہی دل میں ترشند ہو کر بولا۔

”اب اور کس طرح سکھاؤں۔۔۔ آپ ہی بتائیے۔۔۔  
 آپ کی عقل موٹی نہیں ہے۔ لیکن یہ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ  
 اس میں کوئی دیکھی نہیں ہے۔ لیکن یہ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ  
 اس میں کوئی دیکھی نہیں لے رہی ہیں۔ میں جھبکا اردو ہوں۔  
 لیکن آپ ہیں کہ سر نہ بچا کئے ہوئے ہسی جلی حار ہی ہیں۔“  
 ”کوئی کہتا ہے کہ میں ہوں رہی ہوں۔۔۔“  
 ”میں کہتا ہوں۔۔۔ ا۔۔۔“

”آپ غلطی پر ہیں۔۔۔ ا۔۔۔“ لیکن یہ حور میں تو غلطی نہیں  
 ، غلطی۔۔۔ جلو ماں لیا۔۔۔ لیکن یہ حور میں تو غلطی نہیں  
 کرتی ہے۔ لیکن آپ کو کچھ نظر ہی نہیں آتا۔۔۔ ا۔۔۔“  
 ”آپ کی یہ حور میں خراب ہے۔۔۔ ا۔۔۔“  
 ”سرید رے تاؤ کا کہا کر کہا۔“

”خواب۔۔۔ آپ کو شاید یہ معلوم نہیں کہ اس قسم کی فالتور  
 ٹار د میں مارے ملک میں صرف چند لوگوں سے پاس ہے۔“  
 اس نے اپنی آنکھ سے حور میں کا معائنہ کر کے لے کر چلایا  
 تو اس کا سرو جے کے سر سے ٹکرا گیا۔

”اب۔۔۔ ا۔۔۔ یہ کہہ کر وجے وہاں سے سہلا لے لگی۔  
 سرید کو کہہ دیا گیا تھا کہ وجے کو ملکہ ملا کر بس بیڑی اور بول  
 ۔۔۔ ملتے ہوئے ٹکرانے سے کیا ہوتا ہے۔ سر میں سیکنگ نکل آتے ہیں۔ ا۔۔۔  
 سرید بھی نہیں پڑا۔ اس نے نکلے ہیں تو آپ کے

سرایا۔ ان کا مکھن بہت اچھا رہے گا۔  
 میں نے آپ کی اس ایرانی حور د میں کو خراب بنا دیا تو آپ  
 میرے سر میں سینگ لگانے لگے۔  
 بریدر ہنسا مگر اس کا جبر اتر گیا۔ اس نے کہا۔  
 ”یہ حور د میں برانی نہیں ہے۔ میں دراصل کک کال ہوں  
 اس لئے آپ کو شک ہو رہا ہے کہ میں آپ سے دھوکہ کر رہا ہوں۔ آہا  
 کی قیمت آپ کو بعد میں معلوم ہوگی۔“  
 بعد میں معلوم ہوتی تو اسے کیا کروں گی۔ اس وقت میں  
 آپ کو کہاں ڈھونڈتی پھروں گی۔  
 بریدر نے حملہ کر کہا۔  
 ”تو کل آپ نے یہ کون کہا تھا کہ آپ خود د میں خرید جا رہی  
 ہیں۔“ مجھے براہِ نحو اوپر لیٹاں کیا۔  
 وجہ نے سنجیدگی سے کہا۔  
 ”اس وقت آپ ہی نے یہ کیوں نہیں بتایا کہ حور د میں خراب  
 ہے۔“  
 عرصہ کے مارے بریدر اٹھ کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا۔  
 ”میں بہت نہیں کرنا چاہتا۔ یہ ٹوٹی ہوئی سہی۔ آپ  
 نے مجھے نقصان پہنچایا ہے۔ میں اب کل رہا نہیں جاسکتا  
 حیر کوئی بات نہیں۔ آپ کی طرح ماتی لوگ تو اندھے  
 نہیں ہیں۔ میں کلکتہ جا کر اسے آسانی سے بیچ سکتا  
 ہوں۔ اچھا چلتا ہوں۔“

یہ کہہ کر وہ حور دین کو جیڑے کے کہیں میں رکھ لگا۔

”رہے سجد گئے کہا۔  
 ”اس وقت کیسے جانتے گا۔ اب تو کھانا کھا کر حاما پڑے گا۔“  
 ”ہیں۔ اس کی ضرورت نہیں۔“

”ضرورت کیوں نہیں۔“

”آپ تو میرا مذاق اڑا رہی ہیں۔“  
 ”کل صبح میں نے کھانے کی دعوت دی تھی تو کیا آپ کا  
 مذاق اڑایا تھا۔“ آپ کو کھانا کھانا کر حاما ہو گا۔ دراصل  
 تو سہی۔ میں ابھی آتی ہوں۔“

یہ کہہ کر وجہ اپنی ہنسی اپنے ہوشوں میں دماغ ہوتا ایسے  
 حسن کی گزریں نکیر کر کرے سے ماہر بکل گئی۔ یا یہ مہش  
 عددہ اپنے ہاتھ میں ایک ستالی اور ذکر سے ہاتھ چائے کا سا مال لئے  
 ہوتے والپس آگئی۔ تیائی مالی دیکھ کر اس نے کہا۔

”خورد میں تو ایساے مذکر دی مگر آپ کی ناراضگی اس کی  
 دور نہیں ہوئی۔“

”نہیں نے اداس لہجہ میں جواب دیا۔“

”آپ کو یہ حور دین خریدی نہیں ہے۔ اس لئے ہفتہ کس  
 بات کا۔ سوچتا ہوں اتنی سفاری چیز لا کر لایا ہوں اور اس  
 پھر کدھے پر لا کر والپس لے عاتوں گا۔ خواہ مخواہ یہ  
 درد سر مول لیا۔“

”آپ نے یہ درد سر میرے لئے تو نہیں ایسے لئے مول لیا اس

کھائے۔ میں جلتیک جائے تیار کرتی ہوں۔“  
”اجیا میں ہی خرید لوں گی۔ آپ کو لا دو کرے جا لا ڈیسی  
بڑے گی۔ آپ کھانا تو متروغ کیجئے۔“

سریدر اسے اپنی توہیں سبجو کر لیا۔  
”میں آپ سے رحم کی سمیک نہیں مانگ رہا ہوں۔“  
”جس دور تم اپنے ماما کی طرف سے درخواست لیکر آئے تھے  
اس دور تو تم نے یہ سھیک سھیں مانگی تھی۔“  
”وہ دوسرے کے لیے مانگی تھی۔ اپنے لیے نہیں۔“

میری عادت نہیں ہے۔“  
”یہ بات کہاں تک سچ ہے۔“  
”میں لیکن وہ اپنے دل پر قابو رکھتے ہوئے لولی۔  
حیر کچھ سھیں ہو۔ اسے آپ اب عا سھیں لے جائیں گے۔  
یہ اب سھیں رہے گی۔ کھانا تو کھائے۔“  
”مزید رہے معنی حیر انداز میں پوچھا۔

”اس کا مطلب۔“  
”ہر بات کا کچھ۔ کچھ مطلب تو ہوتا ہی ہے۔“  
”جواب سسکر سریدر ستھوڑی دیر کے لئے بے حس و حرکت رہا۔  
”تھار۔“ شاید دل ہی دل میں اس کا مطلب سمجھ گیا تھا۔  
اس نے عمدہ میں آکر پوچھا۔

”میں اس کا مطلب پوچھا چاہتا ہوں۔ کیا آئیدے خور و میں  
خریدنے کے پہلے اسے یہاں مسکرا کر ضبط کر لیا ہے۔ کیا اسے

بھی بتا جی نے آپ کے پاس رہیں رکھ دیا تھا۔ پھر تو آپ مجھے بھی  
 یہاں رکھ لیں گے۔ میں بید صبح کبھہ سکتا ہوں کہ تیا جی مجھے بھی یہاں  
 کے یہاں رہیں رکھ گئے ہیں۔“

وجہ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ مدد پھر کر بولی۔

”ہاں یہ تو یہاں کھڑا کیا کر رہا ہے۔۔۔ ان حیرتوں کو نیچے رکھ کر

یا تالے آ۔“

رکڑ کیتلی بیچے رکھ کر بانی لانے کے لئے چلا گیا۔۔۔ وجہ سر جھکا کر  
 حلقہ شمس سے پائے تیار کرتی رہی۔۔۔ یاس ہی کر کا پر زبید دھندلے میں  
 منہ لٹکائے ہوئے بیٹھا رہا۔

وہ نے کائنات اور اس کے نظام سے متعلق سیکھ لو ماہیں  
 راتوں رات سے سی تھیں۔۔۔ کائنات کیسے شروع ہوئی۔ زندگی کا آغاز  
 کیسے ہوا۔۔۔ قدرت کیا ہے۔۔۔ اس کی تاریخ کیا ہے۔۔۔ اس سے  
 یہ تمام باتیں ماننا اور سادہ الفاظ میں آج سے پہلے کبھی نہیں سنا  
 سکتیں۔۔۔ جس حیرت میں اس نے حیرت اور شکستہ ستایا تھا۔  
 اسی کی مدد سے اس نے کیرٹوں اور حرا تیم کی دیا دیکھی۔۔۔ اسے یقین  
 نہیں آ رہا تھا کہ اس دن پتلے تھوڑے سے ڈاکٹری یا کسی کا تھی۔ حرا تیم  
 کے متعلق اس کے علم اور انسان کی خدمت کے لئے اس کے علم و اسخ  
 پر بھی وہ بہت حیرتوں ہوئی۔۔۔ وجہ نے یہ بھی دیکھا کہ وہ معمولی آدمی  
 کی طرح عقد میں تھی آجاتا ہے۔۔۔ وہ اس سے کتنی باتیں  
 کر رہی تھی۔۔۔ بہت سی باتیں اس کے ایک کاں میں پڑ کر

دوسرے کان سے گزر جاتی تھیں۔ وہ تو صرف اس کے منہ کی طرف  
 دیکھ رہی تھی۔ اور وہ اپنی ترنگ میں نہ جانے کیا کیا گچھو گچھا  
 مارا تھا۔ اُس وقت دم بخود بیٹھی اس کے اُتار اس کے شعور  
 اور اس کی مہذب سیال بردل ہی دل میں اس کو خراج تمغیں ادا کر رہی  
 تھی۔ اُس کے دل میں اس کے لئے احترام کے خدمات موجزن تھے۔  
 عین اسی وقت بریدر کو یہ خیال آیا کہ وہ حصول اتنی باتیں  
 کر رہا ہے۔

”آپ کچھ کئی تو ہیں س رہا ہیں۔ اس نے کہا۔  
 وجہ نے چونک کر کہا۔

”سن تو رہی ہوں۔“

”کیا س رہی ہو۔“  
 ”واہ۔ کیا ساری باتیں ایک ہی دن سیکھی جاسکتی ہیں؟“  
 بریدر نے سادگی سے کہا۔

”ہیں۔ لیکن آپ کچھ نہیں سیکھ سکتیں۔ آپ اپنا  
 بے شعور شخص نے میرا کئی نہیں دیکھا۔“  
 رجب اس بات پر درسا کو کھلانے پر دلی۔

”کیا آدمی ایک ہی دن میں سب کچھ سیکھ جاتا ہے۔“ آپ  
 نے بھی کیا یہ ساری باتیں ایک ہی دن میں سیکھ لی تھیں۔“  
 بریدر نے روردار قبضہ لگایا اور بولا۔

”آپ تو ایک سو سرس تعد بھی نہیں سیکھ سکتیں۔ اس کے  
 علاوہ یہ سب باتیں آپ کو سکھانے لگاؤں۔“

دجے نے ریرلب جتے ہوئے کہا۔  
 آپ۔۔۔ در۔۔۔ ینکے حور د میں کوں حریدے گا۔<sup>۱۱</sup>  
 بریدرے بنجیدہ ہو کر کہا۔  
 آپ کو اسے حریدے کی ضرورت نہیں۔۔۔ اور میں کھا کھ  
 ہمیں خشتا۔<sup>۱۲</sup> اسکا د سیجے۔۔۔ وہ تو سیکہ لوں گی۔<sup>۱۳</sup>

بریدرے جھٹلا کر لالتے سکیں گی۔ جس کو دیکھتے دیکھتے  
 آپ وہ بھی ہمیں سیکہ سکیں گی۔ اس میں آپ کا  
 آدمی کو بہانے اور کھانے کا ہوش نہیں رہتا۔ اس میں آپ کا  
 جی۔ لگا تو تصویر کیسے سا سکیں گی۔<sup>۱۴</sup>  
 تو کیا واقعی تصویر سا ماسی ہیں سیکہ سکوں گی۔<sup>۱۵</sup>

”نہیں۔۔۔“  
 دجے نے مصوعی سعید جی سے کام لیتے ہوئے کہا۔  
 سیر تو میرے سر میں سنگ آگ آ میں گئے۔<sup>۱۶</sup>  
 اس کے جہرے کے تاقرات دیکھ کر بریدرے کھلم کھلا کر ہنس پڑا۔  
 وہ لولا۔

آپ کو ہی سزا ملنا چاہیے۔<sup>۱۷</sup>  
 دجے منہ پیر کر جہنی اور تولی۔

ہاں۔۔۔ آپ میں اتنی صلاحیت ہیں کہ مجھے کچھ سکھا سکیں  
 آپ اس بات کا اعتراف کیوں نہیں کرتے<sup>۱۸</sup> اور بریدرے اس نے  
 کمرے میں چاروں طرف نگاہ دوڑاتے ہوئے کہا<sup>۱۹</sup> یہ نوکر جاکر

کیا کر رہے ہیں۔ دیا کیوں نہیں ملاتے۔ آپ دہرا دیکھتے ہیں۔  
درا ال سے کہوں کہ وہ آکر دیا ملا میں۔

اس نے اٹھ کر دروازے کا حق دراسی کھسکائی تو یوں پیچھے  
ہٹ گئی جیسے اس نے صحت دیکھ لئے ہوں۔ پیٹھ میں مایہ  
اور بیٹا۔ اس بہاری اور بلاس بہاری بیٹھے تھے۔ ایسا معلوم  
ہوتا تھا جیسے ملاس کے چہرے پر کسی نے سیاہی پوت دی ہو۔  
وہ نے اپنے آپ کو سمجھا اور درا آگے ٹھہر کر پوچھا۔

آپ کب آئے چاہا حتی۔ مجھے آوار کیوں نہ دی۔

راس بہاری کھسکی ہنسی میں کر بولے۔

مجھے تو آئے ہوئے قریباً آدھ گھنٹہ ہو گیا ہے۔ تم اس  
کمرے میں بات چیت کر رہی تھیں اس لئے تمہیں آواز نہ دی شاید  
مگدلیس کا بیٹا ہے۔ وہ کیا چاہتا ہے۔  
وہ بے دھیمے لہجے میں کہا تاکہ اس کی آواز ساتھ والے  
کمرے تک نہ پہنچ جائے۔

ایک خور د میں بیٹھا چاہتا ہے اسے دیکھ رہی تھی۔  
بلاس گرج کرولا۔

”خور د میں۔ کیا اسے دھوکہ دینے کے لئے کوئی اور حکم

نہ ملی۔“

راس بہاری نے بیٹے کو ملا مت کرتے ہوئے کہا۔

”ایسی باتیں کیوں کرتے ہو۔ کیا خبر اس کا ارادہ نیک ہو“  
اور پھر زیر لب تبسم کے ساتھ وہ بے ک طرف منہ پھر کر بولے ”جس



مات کا علم ہو اس کے متعلق کوئی رائے دیا یہ نہیں کرتا ہو سکتا ہے کہ بیک ارادہ لیکر آیا ہو۔ کیوں میٹی۔

یہ کہہ کر وہ رک جئے اور دھیر نوٹے یہ یقیں کے ساتھ کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا۔ دور میں ہوتی تو دور کی چیریں دیکھنے کے کام آتی، ارے کوں ہے کالی پر۔ کیا اس کرے میں دیا ملا نے مار ہے ہو۔ دہاں بیٹھے ہوئے مانوسے کہہ دو کہ ہم حوروں میں ہیں خریدیں گے۔ وہ جاسکتے ہیں۔

دبے ڈرتے ہوئے نوحہ۔  
میں اس سے کہہ چکی ہوں کہ میں وہ حوروں میں خریدوں گی۔

اس بہاری حیرت زدہ ہو کر لپکے۔  
”کیوں خریدو گی۔“ وہ ہتھارے نفس کام آئے گی۔“  
دبے خاموش رہی۔

اس بہاری نے یو جھپا۔

”وہ اس کی کتنی قیمت تبا رہا ہے۔“

دو سو روپے۔

اس بہاری نے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔

دو سو روپے۔ دو سو روپے مانگتا ہے۔

کیوں ملاس۔ یہ تو بہت ہیں۔ کمالے میں ہتھاری کیمسٹری کی کلاس میں ایسی کتنی خور دینیں ہوں گی۔ خور دین کی قیمت دو سو روپے۔ کمالی پر جاننا سے کہہ دے کہ یہ چال یہاں نہیں چل سکتے۔

سریدر ساری باتیں ایسے کاٹ کر لے کر آئے۔ اس نے کہا اس لئے کسی کو اس سے جا کر کچھ کہنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ دجے کے کالی پر کو ادھر عاتے ہوئے دیکھا تو لڑکی۔

تم صرف جا کر دیا رکھ آؤ۔۔۔ جو کچھ بھی کہا ہو گا میں خود کہہ لوں گی۔

ملاس نے قطعہ دیتے ہوئے ایسے ماپ سے کہا۔

یتا جی۔۔۔ تم خواہ مخواہ اپنی توہیں کیوں کروا تے ہو۔۔۔ ہو سکتا ہے کہ ہمیں حور دہیں گوا بھی اور اچھی طرح دیکھنا ہو۔۔۔ اس مہاری مائوس رہے بعد سے دجے کا چہرہ لال انگارہ ہو گیا۔ ملاس اسے ختم آنو دیکھ کر بھی چپ رہا اور لولا۔

یتا جی میں نے بہت سی حور دہیں دیکھی ہیں لیکن اس میں بھی کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس پر قہقہہ سر کرنا پڑے۔۔۔ کل سریدر کو کھانا کھلائے جاے والی بات کا بھی شاید اسے پتہ چل گیا تھا اور آج اس نے سریدر کا بلند قہقہہ بھی سنا لیا تھا۔ دجے کا ماؤ۔۔۔ گار بھی صاف ظاہر تھا۔ وہ حسد کی آگ میں جھس رہا تھا۔ اس کی عقل جواب دے چکی تھی۔۔۔ دجے نے اس کی طرف سے پھیر لیا اور اس مہاری سے کہا۔

کیا آپ کو مجھ سے کوئی خاص کام تھا۔۔۔

ارکس مہاری نے بیٹے کی طرف حسرت آنو دنگا بول سے دیکھا اور پھر بڑے نرم لہجہ میں بولے۔

بہ ایک ضروری بات کرنی تھی لیکن ایسا بھی کیا جلدی ہے۔

اور میرے اہل در اتوقف کے بعد کہا۔  
 اور۔ تم وعدہ کر چکی ہو تو میرے حرم میں حریہ نہ ہی پڑے گی  
 — دو سو روپے ہیں تو زیادہ مگر زمانہ کسی کوئی قیمت نہیں اس  
 سے کہہ دو کہ کل آکر لے جائے۔

و جے اس سوال کا جواب دیئے بغیر کہا  
 "آپ سے کیا کل بات نہیں ہو سکتی ہے چا چا جی۔" ۹  
 اس بہاری نے ذرا بیقرار ہو کہا۔  
 "کیوں بیٹی۔" ۹

و جے نے حقوڑی دیر تک سوچنے کے بعد کہا۔  
 رات کاں بیت چکی ہے۔ اہل بہت دور جا رہے۔  
 ختمے ان سے کچھ باتیں بھی کرنی ہیں۔ ۱۱

اس بہاری نے و جے کی اس گستاخی پر دل میں کسی مل کھائے مگر  
 انہوں نے ایسے غصہ کو ظاہر نہ ہونے دیا۔ انہوں نے نگاہ اٹھا کر  
 دیکھا کہ ان کے بیٹی کی مولیتی جیسی آنکھیں باہر اندھیرے میں جھانکا  
 رہی تھیں اور چمک رہی تھیں۔ وہ کچھ کہا جاتا تھا۔ لیکن  
 ایسا مات کو دل میں دبائے ہوئے کسمار کا تھا تجربہ کار باب  
 نے اس کا ارادہ بوجانب لیا۔ اہل نے آنکھ کے اشارہ سے  
 بیٹے کو کچھ کہنے سے روک دیا اور بغیر حمدہ پیشانی سے دھجے  
 محاط ہوئے۔

"اچھا تو کل صبح آجائوں گا بیٹی۔ ملاسن اٹھو بہت اندر  
 ہوا جا رہا ہے۔ ہم لوگ چلیں۔" یہ کہہ کر وہ دونوں اٹھ

کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے بیٹے کا بازو پکڑا اور اسے کچھ کہنے کا موقع دیتے ہوئے باہر لے گئے۔

جے نے اس کا لباس کی طرف مہمٹا کر بھی دیکھا تھا۔ وہ لباس کے چہرے کے جذبات کو دیکھ سکی لیکن اس نے لباس کے دل کی کیفیت کو محسوس کر لیا تھا۔ وہ بہت دیر تک جے کی حرکت کھڑکی رہی۔ اتنے میں کالی پر نے اکر کہا۔

”اس کمرے میں۔ یا ملا آیا ہوں۔“

”اچھا۔“ اس کا کہہ کر وجے نے اپنے آپ کو سنبھالا اور دروازے کا پردہ اٹھا کر دیے پاؤں سے کمرے میں آ پہنچی۔ نویند سر جھکائے ہوئے کچھ سوچ رہا تھا۔ وہ اٹھ کھڑا ہو گیا۔ تقویری دیر کے لئے خاموش رہے کے بعد سر پید رہنے لڑے اس مردہ لہجہ میں کہا۔

”میں حور میں ساتھ ہی لئے جاتا ہوں آپ کا آج کا دل بہت ہی حرا بگدرا۔ زمانے کس کا منہ دیکھ کر آپ آج سوچے اٹھتی تھیں۔ میں نے بھی آج آپ سے کئی مضمول باتیں کہیں اور کچھ لوگ بھی کہہ گئے۔“

اس وقت وجے کے دل میں آگ لگی ہوئی تھی وہ بہت ہی مضطرب لہجہ میں بولی۔

”رور اسی کی صورت دیکھ ہی میری آنکھ کھلتی ہے۔ آپ نے ساری باتیں اپنے کانوں سے سن لی ہیں۔ اس نے آپ کے متعلق جو کچھ کہی ہے۔ وہ ان کے اپنے دل کی غلاظت کا اظہار ہے۔ میں ان سے کل یہ صاف صاف کہہ دوں گی۔“

ریجے کے دل پر اس کی توہیں سے جوٹ لگا تھی اسے نریندر اچھا طرح مانتا تھا۔ اس نے بڑے پرسکون لہجہ میں کہا۔

اس سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ ابھی اس چیر دل کا کوئی علم نہیں اس لئے۔ ابھول نے ایسا شک ظاہر کیا۔ درہ میری توہیں کرے سے سہلا ان کو کیا مانکہ ہوگا آپ کو کسی تو شک ہوا تھا اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ آپ میری توہیں کر رہی ہیں وہ لوگ آپ کے بہت سر دیکھ ہیں آپ کے یہی خواہ ہیں۔ میرے لئے ابھی مارا ص۔ کیجئے گا۔ اس رات بہت ہوتی جا رہی ہے میں چلتا ہوں۔ ۱۱

کل یا پرسوں ایک مار آسکو گے۔ ۹

”کل یا پرسوں۔ ۹ اس اتنا وقت کہاں ہے۔ میں کل جا رہا ہوں۔ میں کل ہی رہا نہیں جا سکوں گا کھلتے میں کچھ دن رہوں گا۔ اب تو ملاقات۔ ۱۱

جے کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ منہ اٹھا سکا اور نہ ہی کچھ کہہ سکی۔ نریندر نے ہستے ہوئے کہا۔

آپ تو درودوں کو اتنا جہنا سکتی ہیں مگر اپنے کار بدے کی معمولی کامات پر بہت ماراض ہو گئی ہیں۔ میں کھلی تو آپ سے ناراض ہو کر آپ کو کم عقل اور نہ حائے کیا کیا کچھ کہتا رہا ہوں۔ اس وقت تک تو آپ بالکل ناراض نہیں ہوتی تھیں۔ آپ تو مہ جہا کر ہنسی رہتی تھیں۔ مجھے اور تمہی غصہ آ گیا تھا میں آپ کو جہتہ یاد رکھوں گا۔ آپ بہت ہنس مکھ ہیں۔ ۱۱



ملا کے کاہن لاکھ دیتے تھے۔  
 تیری سے دوسرے کمرے میں

جرے کا کس پیچہ رکھ دیے کے بعد زبیر دو تین مرٹ تک  
 ہر گنا لگا کھڑا رہا۔ اس کے بعد وہ باہر آیا۔۔۔ وہاں کوئی بھی  
 نہیں تھا۔۔۔ کھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد وہ حالی ہاتھ ایسے  
 راستہ پر ہولیا۔

وہ واپس آئی تو اسے دیکھ چڑے کا نیگ بڑا ہر ایک  
 اس کا مالک موجود نہیں ہے۔۔۔ وہ دراصل روپے لالے کے لئے  
 اپنے کمرے میں گئی تھی۔۔۔ لیکن تیکہ پر سر رکھ کر کافی دیر تک روٹی پر ہی  
 اسے ہنس ہی رہا کہ کوئی اس کا انتظار کر رہا ہے۔

اس نے آوار دی تو کالی پر دوڑتا ہوا آیا۔۔۔ اس کا سوال  
 سکر اس نے جواب دیا۔۔۔ میں اندر تھا۔۔۔ مجھے معلوم نہیں کہ  
 مالو کس چلے گئے۔

درمانی کہیا سگھ سے اگر کہا۔ میں کاما تیار کر رہا تھا۔  
 ۔۔۔ مالو موقع پا کر باہر چلے گئے۔۔۔ مجھے تیرہ ملا۔۔۔

## ساتواں باب

ملاس بہاری کے عظیم کارنامے کی حدود دور دور تک پھیل گئی۔ بگاؤں میں سرہم مدر کے قیام کا دن قریب آگیا۔ ایک ایک کر کے معرر مہمان آئے شروع ہو گئے۔ سلکتے ہی سے یہیں ملکہ آس پاس سے بھی ان گنت لوگ اپنے کسبوں کے ہمراہ آ پہنچے۔ کل وہ نیک دن ہے۔ آج شام کو یہ اس بہاری کے مکاں میں میامت ہے۔

دیا میں مام پیدا کر سکی خواہش کس طرح ایک دیا دار کو ہوشیار اور دور رس سادیتا ہے۔ اس کا ثبوت حسب دلیل واقعہ سے مل سکتا ہے۔ آئے چوتھے مہمانوں کے بیچ میں بیٹھ کر پوچھو کہ اس بہاری اپنی سیدہ داڑھی پر لٹکے پیرے چھتے اور آنکھیں سیم واکر کے بیٹھے ہوئے تھیں۔ وہ اپنے سچپس کے ساتھی بن مالی مالو کا مال لے کر کہنے لگے۔

”بھگداں بے انہیں بے وقت ملا لیا۔ حیرت انگیز کی مرضی کے آگے کو ہلچ۔ جو سر بہیں جھکائے گا۔ س مال مجھے عجیب حالت میں چھوڑ گئے ہیں۔ آپ لوگ میرے سر ہم سبھاؤ سے غور لی



اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ہر حال ہم دونوں کے ملاپ کی گفٹی مردیک آ رہی ہے۔  
 مجھے ایسا غم س ہو رہا ہے پھر بھی اس سر ہم معنی ٹھکڑوں سے میری بی بی برا تھا  
 ہے کہ وہ اس گفٹی کو اور قریب لے آئیں۔" ۱۱  
 یہ کہہ کر ایہوں نے اپنے کرتے کی بہتیس سے اپنی آنکھیں یو سجھ لیں۔  
 اس کے بعد وہ چند لمحوں تک اپنے گہرے رنج کا اظہار کرے کے لئے  
 خاموش رہے اور پھر ردھی ہوئی آوار میں اہوں نے پکس کے  
 کیل کو دے پڑھاٹی لکھائی اور جوانی میں سچے دھرم قبول کرے کا ذکر  
 کرے کے بعد کہا۔

۔ سن مالی کا مارک ل گاؤں کے مطالم مرداشتہ کر سکا وہ  
 کیلے چلے گئے۔ لیکن میں مطالم کو مرداشتہ کرتا ہوں گاؤں ہی میں  
 رہا۔ اب۔ کیا کیا۔ ظلم توڑے گئے۔ اس کے ماو خود میں دل ہی  
 دل میں کہتا تھا کہ ایک دن سیمائی کی ضرور فتح ہوگی۔ وہ سیک دل  
 کہہ رہا ہے۔ آپ نے اتنے دن بعد یہاں قدم۔ کئے ہیں۔ آج  
 سن مالی ہمارے درمیاں موجود ہیں ہیں۔ وہ دراپہلے گئے مگر اس  
 بھی جب میں آنکھیں بند کرتا ہوں تو وہ مجھے دکھائی دیتے ہیں۔  
 وہ دیکھتے۔ اور یہ کہہ رہے تھے۔ بے شکرا رہے ہیں۔" ۱۲

یہ کہہ کر سس سہار کی آنکھیں بند کر کے جیس و حرکت ہو گئے۔  
 تمام لوگوں کے دل سر آئے۔ جسے کی آنکھوں میں بھرا آسو جھلکے لگے  
 اس سہاری نے آنکھیں بند لیں اور دایاں ہاتھ آگے ٹھاکر کہا۔  
 بلالہ اس کی اکلوتی بیٹی دے بیٹھی ہے۔ سنا کی  
 ساری معات اس میں موجود ہیں۔ لیکن ارادہ کی بہت

مضبوط ہے۔ سچا اس کہے میں بہت دلیر ہے۔ اور یہ یہ! ٹیٹا  
 لباس پہاری ہے۔ دیا ہی اٹل۔ دیا ہی ارادے کا  
 مضبوط۔ ایک چٹا۔ یہ دونوں بظاہر الگ ہیں۔ لیکن  
 باطن میں ایک ہیں اور ساتھ گہرے اور یک آری ہے جسے آپ لوگوں کے  
 قدموں کے طویل سے یہ دونوں ایک ہو کر زندگی سر کریں گے۔ ا  
 ماری فعل میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ دے کے کر دیکھ جو  
 عورت بیٹھ سٹی اس سے ایسے لہجہ سے اس کا ہاتھ دمایا اس پہاری  
 نے ایک لمبی سانس لیکر کہا۔

یہ ہماری اولاد ہے۔ س مالی ان دونوں کو ایک ہوتا ہوا  
 دیکھا جاسکتے تھے۔ لیکن یہ سارا تصور میرا ہے۔ ہاں میں ہی اس  
 کا زہر دار ہوں۔ آدمی کی زندگی کسوں کی جتنی یہ ایک زندگی طرح  
 ہے۔ ہم حیات کہتے ہیں اسے کر کے نہیں دکھاتے۔ زندگی اتنی  
 حلد بیت مانتے کہ اس بات کا ہم کبھی خیال نہیں کرتے۔  
 یہ کہہ کر وہ جید لہجوں کے لئے خاموش ہو گئے۔ ال کے دل کی  
 روشنی سے ان کا چہرہ جھک اٹھا۔ اہوں نے ایک لمبی سانس  
 لیکر یہ سکون لہجے میں کہا

لیکن اس مجھے ہوش ہو گیا ہے۔ اس لئے میں ایسے وجود  
 کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ سکتا ہوں کہ اگلے بیباک سے زیادہ دیر  
 تجھے نہیں کرنی چاہیئے۔ کون جانتا ہے کہ میں سچی کہیں یہ جوتی  
 کا دل دیکھے بغیر چلا جاؤں۔ ا  
 لوگوں میں کھسک بھڑھانے لگی۔ اس پہاری نے دانتوں طرف



کر سکی اور اس نے دیر سے ہوئے گلے سے کہا۔  
 - مارجی کی موت کو ابھی ایک سال بھی نہیں ہوا۔ اس کا گنا  
 صبر کیا تھا اس لئے وہ اپنا جناہ پورا کر سکی۔  
 - اس سہاری مورگہ سارے معاملہ کو بھائیائے گئے۔ و لول اٹھے۔  
 - ٹھیک تو کہتی ہو مٹی۔ یہ تو مجھے یاد ہی نہیں رہا۔ تم  
 میری مالکس ہو۔ یعنی میری ماں ہو۔ اس لئے مٹی تپے لڑھے  
 بیٹے کی غلطی بکڑی۔ ۱۲

دبے جیب جاپ آجیل سے آسو رو سمجھ لئے۔

اجھرات ہے اگلے میاکہ کو سہی۔ یہ شمد کام اگلے میاکہ  
 میں ہو گا۔ آپ لوگ اگلے میاکہ میں یہاں آنے کی رجب  
 گوارا کیجئے۔ مٹاؤ اس سہاری رات ہوتی جا رہی ہے کھاتے  
 کا انتظام کرو۔ جیلو۔ میں سہی چلتا ہوں۔ اگر آپ احار  
 دیں تو۔ ۱۱

کہتے کہتے وہ بیٹے کے پیچھے پیچھے ہو لئے۔

کھانا کھاے گا کام ختم ہو گیا۔ گا ساں متا کسی

مات میں کوئی کمی نہ ہو۔

دے اکیلی کھڑی پاکی کا انتظار کر رہی تھی۔ اس سہاری

اجانک ادھر آ گئے۔

یہاں کیوں کھڑی ہو بیٹی۔ جیلو گھر چلو۔ ۱۱

دبے گردن ہلا کر لولی۔

”نہیں کا کا جی۔ میں ٹھیک ہوں۔ ۱۱

۔ لیکن سردی لگ جائے گی۔۔۔

۔ نہیں لگے گی۔۔۔

راہس ساری بے پیراے۔ گھر کا لکٹی "تا کر آتیر واڈ دی۔  
دے بیتر کی مورتی میں کر یہ سارا مانگ برداشت کرتی رہی۔

راہس سہاری کو دقتاً ایک مات یاد آگئی۔ وہ بولے۔

میں نہیں وہ مات تا ماتر مہول ہی گیا۔ بیٹی! میں بے اس  
حور میں کی قیمت ادا کر دی ہے۔

آٹھ دس دن ہو گئے تھے۔ سریدر اس دن کے بعد آیا ہی نہیں  
تھا۔۔۔ وہ حور میں اس کے کمرے میں دنگہ گیا تھا۔۔۔ دے کے  
یہ دن حسن انداز سے اُس ہوئے تھے۔ اسے صرف وہی مانتی تھی۔۔۔  
اسے یہ تو معلوم تھا کہ اس کی داکا گھر کتنی دور تھا۔ لیکن یہ معلوم  
ہیں تھا کہ اس کا گھر کہاں ہے۔ کسی گاؤں میں ہے۔ اس  
بے بوجہ ہی نہیں تھا۔۔۔ وہ اس سے ملے یا اس کو پیغام بھجوایا  
کہ کوئی طریقہ سوچ سکا۔ اس نے راہس سہاری کی مات پر جو تک  
کر دیا تھا۔

اسے روپیے کب دیتے۔۔۔

راہس سہاری دواسو روپے کر بولے۔

۔ کون جانے۔۔۔ اس کے دوسرے دن ہی وہ چلا گیا۔ میں  
بے سنا ہے کہ تم نے حور میں حیدر نے کی مرض سے اپنے پاس رکھ لیا ہے۔  
۔۔۔ رماں آ کر رماں ہے۔ اس کا کوئی قیمت نہیں ہوتی۔۔۔ خیر  
نے روپیے دے دیتے ہیں۔ ایسے رویوں کی سخت ضرورت تھی۔

وہ چلا گیا ہو گا اور کہیں ماکر ایسی رو رہی کا استغلام کر رہا ہو گا۔ کچھ بھی ہو  
 میری بیا تو نہیں تھا۔ بیٹی۔ وہ بھی تو ایک دوست کا مٹا تھا۔ یہ یار  
 کہیں مائے کے لئے بہت سیرا تھا۔ دوپے پاتے ہی چلا گیا۔ تم  
 نے دینے یا میں نے دینے ایک ہی بات ہے۔ اسی لئے میں دوا نکال  
 کر دیدیتے۔ اس کا دھرم اس کے ساتھ ہے۔ اگر دس روپے  
 زیادہ بھی لے گیا ہو گا تو لے جاتے۔

رہے کی رماں کو عیسے کسی نے جکڑ لیا۔ اسے ایسا معلوم ہوا جیسے  
 وہ اس کہی ہیں لول سے لے گی اس نے بہت زور لگایا اور پھر پوچھا۔  
 انہیں روپے کہاں دیتے۔ ۹

اس بیمار کی بات۔ سمجھا اور لولا۔

کہا کہ یہ بیٹی۔ دوپے دو مارے گیا۔ اس کا منہ دیکھ کر  
 تو ایسا محسوس نہیں ہوتا تھا۔ کسے قصور دار ٹھہراؤں۔ اعتبار ہی  
 سے تو آدمی دھوکہ کھا جاتا ہے۔ میں نے یوں ہی دھوپ میں اپنی داڑھی  
 سیدھ کرنی۔ دو سو اور گئے۔ چلو۔ وہ دو سو روپے بھی  
 میں ہی دے دوں گا۔ دھوکا کھاتے کھاتے تو میری کر جھک گئی ہے۔

اچھا جبرجائے دو۔ ۱۰

رہے اس کی باتیں مرید نہ سمجھ سکی۔ روکھے ہیں سے لولی۔

آپ خواہ مخواہ کیوں ڈرتے ہیں۔ وہ دو سو روپے لیجائے  
 والے آدمی نہیں ہیں۔ وہ دھوکوں مر سکتے ہیں مگر ایسا نہیں کر سکتے  
 مگر یہ تو بتاتے کہ آپ کی ان سے ملاقات کہاں ہوئی اور ان کو  
 روپے آپ نے کب دیئے۔ ۱۱

”اس سہاری کی حال میں حال آئی۔ اہوں نے لباس سارلس بیکر کا  
 ”میلو حال بیکر۔“ روئے بھی تو کم نہیں تھے۔ دو سو تھے  
 ۔۔۔ وہ یہاں سے جانے کے لئے بہت سیکر رہا تھا۔۔۔ اس  
 کے بعد وہ اچانک ایک طرف دیکھ کر نلے۔۔۔ کون ہے ملاس تم  
 جو۔۔۔ ارے یا لکی کا کیا ہوا۔۔۔ باسردی۔ لگے ملائے میٹی کو  
 جیسے تو ہر ایک کام خود ہی کر رہا تھا ہے۔۔۔“  
 یہ کہہ کر وہ عصمت سے تڑختا ہونے دوسری طرف کے کھجے کو ملاس سمجھ  
 کر تیر تیر قدم اٹھاتے ہوئے چلے گئے۔

ایک دن تھا کہ دسے ایسے آپ کو ملاس کے سر دکرے کے لئے تیار  
 تھی۔۔۔ لیکن آج ملاس ہی کیا اتنی بڑی دنیا کے کروڑوں لوگوں میں  
 صرف ایک شخص کو جیوڑ کر وہ کسی کو جھوٹے کی بات کہیں سوچ سکتی  
 تھی۔۔۔ ایسی کوئی بات کرے تو اس کا دل نصرت سے ابلے لگتا تھا۔  
 اس سہاری کی تقریر سے کے بعد وہ یا لکی میں میٹھی تو اس بات پر  
 غور کرے لگی اور دل ہی دل میں مل کھائے لگی۔

اس کے پتا کا وہ حقیقت کیا اور۔۔۔ ہفتادہ جاں نہیں سکی تھی ال  
 کی موت کے بعد ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی زندگی ملاس سہاری سے  
 والستہ ہو گئی تھی۔۔۔ اس بات کا خیال آتے ہی اس کے دل میں  
 عادت کی آگ روشن ہو گئی۔

یہ جو ایک غم زدہ اور افسردہ شخص اسماں کے کسی گوشے سے  
 اتر اٹھا اور جہم رول میں نہ جانے کہاں لگ ہو گیا تھا اور اس کی زندگی

کو یہ خیال کر کے اپنے نقش قدم تک نہیں چھوڑ گیا تھا وہ کیا ایک  
خواب تھا۔ یا حقیقت۔ آج وجہ ایسے دل و دماغ کو سدا کر کے  
سوچ رہی تھی۔ کسادہ واقعی ایک خواب تھا۔ اگر خواب تھا تو  
اس کی یاد میں زندگی کے کتنے دن بسر ہوں گے اور اگر حقیقت  
تھا تو کیا زندگی میں وہ کبھی سمجھ ہو گا۔

گھر آ کر وہ چار یا پائی برلیٹ لکھی لیکن اسے فائدہ نہ آیا۔ وہ سوچ  
رہی تھی اس کی ماں ہمیں ہے۔ یا بھئی دوسری دنیا میں ہیں۔  
سمانی ہیں تو کبھی کبھی ہی ہیں اس سہاری کے سوا اس کا ایسا کوئی

ہیں ہے۔ مہی اس کے رشتہ دار دوست اور بہادر ہیں۔  
اہوں لے نہ جانے کس ارادہ سے اسے کلکتہ سے نکال کر یہاں لا بیٹھا ہے۔  
جہاں تک اس کی نظر جاتی تھی اس کے سامنے سارا معاملہ در و درشت کی  
طرح عیاں تھا۔ خرید و کوں مانگے پر دسوا مارے کے لئے مدد دینا، اپنے  
گھر میں اتنی بڑی ضیافت کا انتظام کرنا، معزز مہمانوں کے ملے ملاس  
اور اچھی شادی کا دکھنا۔ ان سب باتوں سے بیہ چلتا تھا کہ وہ اس کو ہر طرح  
سے مکر لیا چاہتے تھے اس سہاری نے ایک جال بچھا دیا تھا اور وہ اسے  
کھد پڑ کر اس جال کی طرف لے جا رہے تھے۔ وہ ساری رات ایک لمحہ  
کے لئے نہیں سو سکی۔ وہ اپنے مرحوم باب کو بکارنے لگی اور درد و  
کراں سے کہنے لگی۔ "یتا جی۔ تم تو ان لوگوں کو پہچان گئے تھے  
میرے مجھے کیوں آپ ان کے سیرد کر گئے۔"

ایک وقت کتنا کہ اس نے خود ہی ملاس کو پسند کیا تھا۔ اس کے ساتھ  
ملکر اپنے تیا کی خواہش کے خلاف خرید و کو تباہ کرے کی کوشش کی





سے تو کچھ نہ کہا۔ لیکن اس کی آنکھوں سے تھلے نکلے نکلے۔ کالی میرے دے  
کی آنکھوں کی طرف دیکھا تو خود وہ جوکر سہم گیا۔ وہ کچھ کہا یا ہاتھ  
کہ دے لے اپنے آپ کو سبھا لیتے ہوئے اس سے کہا۔

”تم بیٹے حاد کالی ہو۔“

وہ جاتی تھی اس گھر میں ”چھوٹے مار“ ملاس بہاری کو کہا جاتا تھا۔  
”بڑے مار“ کا مطلب تھا اس بہاری — وہ بے سوچا کہ  
باپ بیٹا دونوں اب اتنے بڑے ہو چکے ہیں کہ نوکروں پر تو اکثر عصہ ہوتے  
رہتے ہیں لیکن اب اس گھر کی مالکس پر کسی رعایت حائے نگہ ہیں۔ آج سے  
ایسا معلوم ہوا جیسے اس گھر کا مالک ملاس ہو اور وہ اس کی عادی ہو۔ اس  
جیالے ملتی پر قیل کا کام کیا۔

وہ ہاتھ نہ دھو کر حباب آدھ گھٹے کے بعد پیچے اتری تو لوگ یائے  
لا رہے تھے — سب بہانوں لے اٹھ کر اس کا سوا گت کیا۔ لیکن  
ملاس بہاری کی تند و تیز آواز اس کو سارا شور مچا گیا — وہ اپنا جائے  
کا پیالہ میرے چنگ کو ٹولا۔

”اگر تمہاری آنکھ اب بھی نہ کھلتی تب بھی سارا اسلام ہوجاتا میں  
یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ میں تمہارے اس رتاؤ سے تنگ آچکا ہوں یہ  
یہ درست ہے کہ اسے مارا مگی کے اظہار کا حق تھا۔ لیکن ماہر کے  
لوگ ہوئے والے حاد کے اس رویہ پر دم خود رہ گئے۔ جے نے  
اس کی طرف یوں دیکھا جیسے کچھ ہوا ہی ہو۔ جس جگہ نوڑے  
آچار یہ دیر دیاں مارو بیٹھے تھے وہ اس طرف بڑھ گئی جو جے نے ان کے  
قریب ماکر کہا۔ جائے کے اسلام میں کوئی نہ کاٹی تو پیدا نہیں ہوئی؟

مجھ سے سمجھاری علی مائی — میں حلد نہ اٹھ سکی ۔ ۱۰  
 دیں دیال ماوے اسے بیٹی " کہہ کر مخاطب کیا ۔

ہیں بیٹی — ہم میں سے کسی کو تکلیف نہیں ہوتی — لباس  
 مالو اور اس سہاری مالوے کہیں کوتاہی نہیں رہنے دی — تمہاری  
 صورت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری طبیعت حرا ہے ۔ ۱۱  
 دیں دیال مالو کلکتہ میں مستقل طور سے ہیں رہا کرتے تھے اس لئے وہ  
 ان کو انہی طرح ہیں جتنی تھی ۔ کل بھی اس کے لڑھے آچار یہ پر کچھ زیادہ  
 دھیاں نہیں دیا تھا — آج جب وہ کمرے میں داخل ہوئی تو پہلی ہی  
 نظر میں لڑھے آچار یہ کے بریکوں اور پر ملائی چہرے سے بہت متاثر ہوئی  
 اس کے سرم اور ملائم الفاظ اس کے دل کی آدھی کدورت دور کر  
 دی — اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے لب و لہجہ میں اس کے  
 پتا کا لب و لہجہ شامل ہے ۔

دیوں دیال مالو ایک صوفے پر بیٹھے تھے ۔ اس کے پہلو میں تھوڑی سی  
 جگہ تھی ۔ انہوں نے اس جگہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ۔  
 " کھڑی کیوں ہو بیٹی — بیٹھ جاؤ — ۱۲

رہے اس کے پہلو میں بیٹھ گئی — وہ کوئی جواب نہ دے سکے  
 وہ گردن گھما کر دوسری طرف دیکھنے لگی — اس کے لئے  
 آسور کا محال ہو رہا تھا — لڑھے آچار یہ بھر پور چھا بیڑ  
 طبیعت حرا ہے تو نہیں ہے ۔ ۱۳

رہے گردن ہلا کر کہہ دیا — نہیں — ۱۴  
 دھے کے دھے ہوئے گلے کا یہ جواب لڑھے آچار یہ سے جہا



سید نے دے اور کوئی سوال نہ کیا اور مائوس ہو گئی۔ وہ سوچے لگی کہ  
 قصیدہ قائم کرنے کی آڑ ہی میں ملاس اس کے دل پر قابو پائے گی کہ کوشش کر رہا  
 تھا۔ آج جب آپاریہ دیال نے برہم دھرم کے اصل مقصد کا طرف اس  
 کا دھیان دلایا تو اسے ایسا محسوس ہوا کہ ملاس سنگدل نہیں ہے شاید  
 دھرم کے لئے اس کی یہ بیاہ عقیدت ہی اس کا سنگ دل کا باعث ہے۔  
 اس نے کتاوں میں بڑھا تھا کہ دیا کے عظیم کام اگر ہر اردل کے لئے  
 سودمند ہوتے ہیں تو نہ کسی۔ کسی کے لئے نقصان دہ بھی ہوتے ہیں  
 اس لئے کچھ لوگ ایسا کام کرے والوں کو سنگدل اور ظالم بھی کہتے  
 ہیں۔ — دے کے دل میں برہم دھرم کے لئے تہااری عقیدت تھی  
 وہ دل ہی دل میں ملاس کو معاف کئے بغیر۔ رہ سکی۔ — یہاں تک  
 کہ اس نے اپنے آپ سے کہا۔ — دیا میں جو لوگ مڑے کام کرے کے لئے  
 آتے ہیں۔ — اگر ان کا ہر تاؤ ہمارے رتاؤ سے نہیں ملتا  
 تو ان کو قصور وار نہیں ٹھہرانا چاہیے۔ —

کافی وقت گزر چکا تھا۔ لوگ ایک ایک کر کے اٹھنے لگے  
 دے بھی اٹھ کر گھڑی ہو گئی۔ اس سہادی نے اپنے بیٹے کو الگ  
 ملا کر اس سے سمجھ کھا۔ ملاس نے دے کے پاس آکر کہا۔

”کیا صبح سے اب تہااری طبیعت اچھی ہے دے۔“  
 آدھ گھنٹہ پہلے اس سوال پر شاید وجہ کا جواب کچھ اور ہوتا لیکن  
 اس گھڑی اس نے ملاس کی طرف مڑے سکوڑے سے دیکھا اور کہا۔  
 ”اچھی ہی ہے۔ کل رات کو میٹہ نہیں آئی تھی۔“

ملاس کا چہرہ حوتی سے چمکا اٹھا۔ اسی تک ملاس کے رنگ اور دستور  
 بنا کی کوئی جال کامیاب نہیں ہوئی تھی۔ — وجہ اس کے ساتھ سیدھے  
 نہ مات کرنا چھوڑ دیا تھا۔ آج اس کے سر سے نرم الحاطس کر ملاس  
 حوتی سے عامہ میں پھولا۔ سایا۔

اسا بے اپنے لہجہ کو بھی بہت برم ساگر کہا۔  
 ”تو پھر تم اس وقت دھوپ میں باہر نہ نکلے۔ — نہاد ہو کر اور  
 کھانا کھا کر تنوڑا سا آرام کر لینا۔“

ملاس کے لب و لہجہ سے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وجہ سے ایسے سلوک  
 کے لیے معافی مانگ رہا تھا یہ کہہ کر وہ تیرتی سے باہر نکل گیا۔

اجال تک نظر ماسکتی تھی وجہ اس کو دیکھتی رہی اس کے بعد وہ  
 سرد آہ سحر کر دیر سے دیر سے اپنے اوپر کے کمرے میں چلی گئی۔ کچھ دیر  
 سے ایک خیال ہاسٹے کی طرح اس کے دل میں کھٹک رہا تھا آج ایسا  
 عجیب ہو رہا تھا کہ اس کے دل کی پچاس کل گئی تھی۔

تمام کو رہم مندر کے سگب میاں دیکھے کی رسم اطمینان کے طور پر ختم ہو گئی  
 اندر ایک حاض عکس پر آج دوہایت ہی خواہش کر سیاں پاس رکھی ہوئی  
 تھیں۔ ال میں سے ایک کرسی پر بڑی شاں و شوکت کے ساتھ وجہ کو بٹھایا  
 گیا۔ دوسری کرسی کسی کی مشطری۔ اس بات کو سمجھنے میں کسی کو دیر نہیں  
 لگی تھی ایک لمحہ کے لئے دے کے دل میں آگ کے شعلے بلند ہوئے تھے  
 لیکن جب دوسری کرسی پر ملاسنے کو قصہ حایا تھا تو اس کے دل کی  
 آگ بجھ گئی تھی

## آکھواں باب

حسن طرح آتش مای لکھا۔ اور کرم ہو عالی ہے اسی طرح کہیں پر ہم سدور  
 قیام کا حسن بھی کھڈا۔ پڑھائے اور اس کے لئے لوگوں کا خوش و خروش  
 بالکل ختم نہ ہو جائے۔ اس اور وہ کو یہ خدا دیکھتے ہوئے ملا اس سہاری  
 نے پر ہم سدور کے قیام کے حسن کو طول دے گا خوشش کن۔ مگر جو یہاں آئے  
 تھے ان کے اپنے گھر بھی تھے، ان کا کار و بار کس تھا۔ اس لئے ایک دور اس  
 حسن کو ختم کر ماس یلے۔ اس دور اور دے اس سہاری نے تقواری کسی  
 تمہید اور کر کہا۔

حسن لوگوں کی عظیم کوششوں سے ہم دور قی یو جانے گھر سے اور میرے  
 سے علی عقل و دانش کے اعمالے اور دوا حد سنگراں کے قدموں میں آئے ہیں  
 وہ سدا سگنی اور خوش دہیا۔ میں صدق دل سے یہ دعا کرتا ہوں کہ جس لوگوں نے  
 اس سدور کو تعمیر کیا ہے۔ وہ بہت خوش و خرم رہیں مستقل قریب ہی میں  
 سدور کے دو معمار متحد ہو کر ایک ہی رنگی سر کریں گے پر ماکا ہیں وہ  
 سرس انگر گھڑی حلد دکھائے۔ انا کہہ کر سدور کے ال دوا بدل

کی طرف نگاہ کرتے ہوئے ایسوں نے کہا۔

”بیٹی دے۔ تم دونوں مہمانوں کو یہ نام کرو۔ ماہ اور پھر وہ مہمانوں

سے مطالبہ ہوئے۔ آپ لوگ بھی میری اولاد کو اختیار داد دیں۔“

بچے اور ملاس نے ایک ساتھ دھرتی پر سر رکھ کر سرگرم سماج کے ممبروں

ممبروں کو پر نام کیا۔ مہمانوں نے ایک آواز ان کو اختیار داد دی ماس

کے لغزوہ احلا میں ختم ہو گیا۔

”شام کے بعد جب رات گئی تو اس کے دل میں کون کسک مودہ میں

تھی۔ بد ہی سکوں اور تات سے اس کا دل، اس طرح لرز رہا تھا کہ

اس نے اپنے آپ سے کہا۔ ”پیارے عیش و آرام سے حقیقی عیش و آرام

ہیں ہے۔ دھرم اور دوسرے لوگوں کے لئے اس عیش و آرام کو ترک کر دینا

ہی حقیقی مسرت ہے۔“

وہ ملاس کی ہچمال نہیں تھی۔ لیکن مذہب کے سلسلہ میں ان کے ادبیاں

کوئی اختلاف نہیں تھا۔ ستر پر درار ہو کر وہ بار بار اس خیال کو ایسے دماغ میں

دوہرا رہی تھی۔ ”یہ اچھی بات ہے کہ میری زندگی دھرم کے متوالے شخص

کے ساتھ راستہ ہو رہی ہے۔ شاید کھلواں ہم سے کوئی کام لسا چکا ہے

اس لئے میرے دلی خدمات کو اس نے تبدیل کر دیا ہے۔“

وہ سترے دل ساس نے سب کے آگے ہاتھ جوڑ کر التجا کی۔

”آپ لوگ اگر مہیے میں ایک ادبیاں اگر صدر کے دھار میں ادا

کریں تو ہم عمر بھر آپ کے سکر گزار رہیں گے۔“

اس تحویر کو بہت سے مہمانوں نے مسطورہ کر لیا۔

”اس مہمان کی کوئے بیٹی دے۔ اگر تم جاہلی ہو کہ بعد کو





کھک سی اٹھنے

دام دینے مانتے تو کیا

دی کی ملاقات سے ایک

بیدار ہوتا ہے۔ اسے حسب بھی اس دور  
رور کا اس خیال کو ہنسک دے کہ کچھ بھی کرتا۔ اس طرح ایک

اور ہمیشہ بیت گیا۔

جھاگسی کے آثار ہیں میں اچانک سخت گرمی پڑے لگی۔ رڈول

سے خیال مار سار میں صل مصرا رہے تھے۔ دسے کپڑے تبدیل کر کے اور

بالکل تیار ہو کر ان کی مراج پر سی کے اسادے سے نیچے اتری۔ نوڑھا

درمانی کہتا ہے کہ اپنی لاسٹی لانے کے لئے دوسرے کمرے میں گیا ہوا تھا۔

اس کے انتظار میں دسے ماہر کے کمرے میں بیٹھ جائے بیٹھے لگا۔

کھکار۔۔۔۔۔

دسے جرد کسا پڑی۔۔۔۔۔ اس نے مساکر دیکھا۔ برید دکرے

میں داخل ہو رہا تھا۔۔۔۔۔ جس کے ہاتھ میں جاتے کا پیالہ جہاں تھا۔

وہیں وہ گیا۔۔۔۔۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی۔ اس نے

سہ تو اس کی بحثے کا جواب دیا اور وہی اسے بیٹھنے کا دعوت دیا۔

برید نے اپنی چھری ایک کرسی کے ساتھ ٹکاد دی اور دوسری کرسی

کینچ کر بیٹھ گیا۔۔۔۔۔ وہ لولا۔

میرا کام اسی ختم ہو گیا۔۔۔۔۔ اور میرا اس نے بکلیاتے

ہوئے گجا۔۔۔۔۔ اگر زحمت نہ ہو تو ایک پیالہ جاتے لانے کا حکم دیدیتے۔۔۔۔۔

مروع حاصل ہو تو دیال مالو کو یہاں روکے گی گولتسٹس کی حالت ۱۱

۱۲۔ بچے بے سقرار ہو کر پوچھا ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔

ایسا کیونکر ہو سکتا ہے ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔

۱۱۔ اس بہاری جیسے ہوتے تو لے ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔

۱۱۔ اگر یہ بات ممکن ہوتی تو میں کہتا ہی کیوں ۱۲۔ میں ابھی نہیں ۱۳۔  
۱۴۔ سے عاتقا ہوں ۱۵۔ وہ میرے نہیں کے دوست ہیں ۱۶۔ الہ کے گھر کی  
۱۷۔ حالت اچھی ہیں ۱۸۔ میری دیال ما بہت ایسا دار ہیں ابھی نہیں ۱۹۔  
۲۰۔ رمیداری کا کوئی کام سوسپا کر مہاں آسانی سے رکھا جا سکتا ہے ۱۱۔  
۱۲۔ کے مکان میں کروڑ کی کٹی ہیں ہے ۱۳۔ دو چار کرے ال کے لئے دفع  
۱۴۔ رکے جا سکتے ہیں ۱۵۔ ۱۱۔

۱۱۔ دیال مالو کے لئے رچے کے دل میں بہت احترام تھا۔ ان کی  
۱۲۔ اقتصادی مدد حالی کی حرسس کر اس کے سہروراء عدمات میں ایک مال آیا  
۱۳۔ اور اسے اس بہاری سے کہا۔

۱۱۔ دیال مالو کو یہیں رکھ لیجئے ۱۲۔ میں واقعی بہت خوش ہوں گی

۱۱۔ جا جا جی ۱۲۔

۱۱۔ ایسا ہی ہوا۔ ۱۲۔ دیال مالو ایسے کہ سمیتا وہیں رہے لگے۔

۱۱۔ کافی دن گزر گئے۔ ۱۲۔ رمیداری اور مدد کا کام ٹرے ساس  
۱۳۔ ڈھنگ سے چلے لگا۔ ۱۴۔ کسی کے دل میں مخالفت یا اے اطمینانی کا  
۱۵۔ خیال تک نہ آیا۔ ۱۶۔

۱۱۔ نریندر کی کوئی خبر نہ آئی۔ ۱۲۔ وہ چند دور کے لئے گاؤں آیا تھا اور  
۱۳۔ وہاں سے چلا گیا۔ ۱۴۔ اس کی حور دین پر ویجے کی نگاہ پڑتی تو دل میں ایک

کسک سی اٹھنے لگتی۔ اسے رویوں کا ضرورت تھی۔ اگر کچھ زیادہ ہی دام دیئے جاتے تو کیا حرج تھا۔ اسے ایک اور خیال بھی آسا۔ دو دن کی ملاقات سے ایک شخص کے لئے دل میں اس قدر محبت یا لگن کیوں پیدا ہو جاتی ہے۔ اسے حس بھی ایسے دو دن کے لگاؤ کا خیال آتا تو وہ پورا روز لٹا کر اس خیال کو جھٹک دے گی کہ کس قدر کڑی ہے۔ اس طرح ایک اور ہیبت بیت گیا۔

جھاگنی کے آثار جن میں اچانک سخت گرمی پڑے لگی۔ دو دن سے خیال مار سار میں حل ہوتا رہے تھے۔ وجہ کیڑے تبدیل کر کے اور بالکل تیار ہو کر اُن کی مراجع پر سی کے ارادے سے بیچے اتری۔ نوڑھا در مان کہتیا سنگھ اپنی لاسٹی لانے کے لئے دوسرے کمرے میں گیا ہوا تھا۔ اس کے اتھار میں وہ ماہر کے کمرے میں بیٹھ جائے بیٹھے لگی۔

”کھسکار۔۔۔“

دوے جو کھسکا پڑا۔۔۔ اس نے مساتھا کر دیکھا۔ سر پیدر کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔ وجہ کے ہاتھ میں جاتے کا پیالہ جہاں تھا۔ وہیں رہ گیا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی۔ اس نے سر تو اس کی جیسے کا جواب دیا اور وہی اسے پیٹنے کا دعوت دیا۔ سر پیدر نے اپنی چھڑی ایک کمرے کے ساتھ لٹکا دی اور دوسری کمرے کیلئے کھینچ کر بیٹھ گیا۔ وہ نولا۔

میرا کام ابھی ختم نہیں ہوا۔۔۔“ اور پھر اس نے ہلکیا تے ہوئے کہا۔

اگر زحمت نہ ہو تو ایک پیالہ جائے لانے کا حکم دیدیتے۔“



وہ سرائٹا کر لولی۔

”ہیں۔۔۔ اور تیر تھوڑی دیر تک اس کی تیل تیلی اگیوں کی  
طرح دیکھتے ہوئے لولی۔۔۔ آپ کی انگلیاں کیا نوپے کی سی ہوئی ہیں؟  
اس کمر کی کو بھیجے سے دھکا دیتے میر کوئی کھول سکتا ہے۔ مجھے یقین  
نہیں آرہا۔۔۔“

مزید رہش بڑا۔۔۔ اس کے قہقہہ کی کر بننے سے سارا کمر دیر  
ہو گیا۔۔۔ اس ہنسی پر وہ بے کاہل کانپ اٹھا۔۔۔ نہیں راکر مزید  
لے کہا۔

”میری انگلیاں واقعی بہت سخت ہیں۔۔۔ دور سے بڑوں تو کسی  
مٹی آدمی کا ہاتھ ٹوٹ سکتا ہے۔۔۔“  
وہ ایسی نئی دما کر لولی۔

”آپ کا ماتھا اور بھی زیادہ سخت ہے ٹھکر مارے یہ۔۔۔“  
مات حتم مٹی نہیں ہونے پاکی تھی کہ مزید نہ ایک اور قہقہہ سر کیا۔  
اس شخص کی ہنسی کس قدر دلکش اور شیریں تھی۔!۔۔  
تیم سے دوسو روپے کے نوٹ نکال کر مزید نے میر پر رک  
دیئے اور بولا۔

”قرص جکانے آیا سوں۔۔۔ میں ٹھگ موں۔۔۔ ریا کار ہوں۔  
دھوکے مار چوں۔۔۔ اتنے روپوں کے لئے آیا ہے مجھے نہ مانے  
کتنی عایاں دیگر بھیجا جا۔۔۔ آپے روپے لے بیٹھے اور میری جیر بچے  
والیں دیدیکئے۔۔۔“  
ایک لمبے لمبے دیکھے کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس نے ایسے آہ

کو سال کر کیا۔

”اور کیا کیا بچا تھا۔۔۔ دراصل تیرے تو یہی سہ۔۔۔  
مریدرولا۔“

”اب مجھے وہ باتیں ڈکھان رہی ہیں۔۔۔ اور میں سگوا دیجئے  
بے سار سے دیکھنے کی گاڑی سے دلپس نکلتے جانا ہے۔۔۔ خوشی  
لا مات ہے کہ مجھے نکلتے ہی میں ایک اچھی سی لڑکری مل گئی ہے۔۔۔  
مجھے پردیس نہیں مانگہ۔“

”دے کاچہرہ خوشی سے دیکھ لگا۔ آپ بہت خوش ہیں۔“  
”اے۔۔۔ مریدو! تم اب دیا۔۔۔ میرے پاس زیادہ وقت  
ہیں ہے۔“

”میں اس وقت دجے کے چہرے کی ساری جھک دمکا عتاب ہو گئی۔  
مریدرے اس کی طرف کوئی دھیال نہ دیا۔ وہ لولا۔“

”مجھے فوراً واپس مانا ہے۔ براہ کرم میری چیز سگوا دیجئے۔“  
”دجے کے سیدگی اختیار کرتے ہوئے کیا۔“

”آپ سے کیا ہی شرط ملے ہوئی تھی کہ جب آپ روئے لائیں۔  
ورآدہ آپ کو واپس کر دی جائے۔“  
مریدرے نے ترمیم ہو کر کہا۔

”نہیں۔۔۔ ایسی تو کوئی شرط ملے نہیں ہوئی تھی۔ لیکن آپ  
و تر اس کی ضرورت ہیں۔“

”اگر آج ضرورت ہیں تو کسی دن بھی ضرورت پڑ سکتی ہے۔“  
”دھکر آپ کے کسی کام نہیں آ سکتی۔ اور میرے لئے۔“





کو سوال کر لیا۔

اور کیا یہ کہا تھا۔۔۔ دراصل یہ تو یہی ہے۔۔۔

میریدر لولا۔۔۔

اب مجھے وہ باتیں بڑا کہاں رہی ہیں۔۔۔ اور میں سگوا دیتے  
نے ساڑھے دو بجے کی گاڑی سے واپس چلنے جا رہا ہے۔۔۔ حتمی  
امات ہے کہ مجھے چلنے ہی میں ایک اجنبی سی نوکری مل گئی ہے۔ اس  
مجھے بریسی نہیں مانگے۔۔۔

وہ کاترہ حتمی سے دیکھے لگا۔ آپ بہت خوش نصیب ہیں۔۔۔

اے۔۔۔ میریدر لولا۔۔۔ یا۔۔۔ میرے پاس زیادہ وقت

ہیں ہے۔۔۔ سوچ رہے ہیں۔۔۔

جیسے اس وقت وہ جیسے چہرے کی ساری جھک دیکھا غائب ہو گئی۔  
میریدر نے اس کی طرف کوئی دھیال نہ دیا۔ وہ لولا۔۔۔

مجھے فوراً واپس مانا ہے۔ براہ کرم میری چیر مگوا دیجئے۔

وہ نے سیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔

آپ سے کیا یہی شرط ہے ہوئی تھی کہ جب آپ روئے لائیں۔

نور آدھ آپ کو واپس کو دی جائے۔۔۔

میریدر نے ترمیم ہو کر کہا۔

نہیں۔۔۔ ایسی تو کوئی شرط ہے نہیں ہوئی تھی۔ لیکن آپ

نہ اس کی ضرورت نہیں۔۔۔

اگر آج ضرورت ہیں تو کسی دن بھی ضرورت پڑ سکتی ہے۔

دھڑ آپ کے کسی کام نہیں آ سکتی۔ اور میرے لئے ہے۔

”دبے نے کہا۔“  
 اسے سمجھتے ہوئے تو آپ نے کہا تھا کہ اگر کوئی اسے خریدے گا تو مجھ پر  
 بہت بڑا احساں کرے گا اور اگر میں نے یہ کہلا بھیجا کہ ”آپ نے مجھے  
 بڑھک دیا“ تو آپ اتنے بے چینی کیوں ہو گئے۔“  
 ”میریدر ایسے دل میں بہت مادم ہوا۔“ — ”جدید لے نا جس رہے  
 کے بعد اس نے کہا۔“

”اس وقت میں نے یہ سوچا تھا کہ شاید پھر آپ کے کسی کام آئے گی۔  
 لیکن وہ تو آپ کے یہاں سکارپٹ کا ہے۔“ — ”آپ نے تو  
 اسے ایک طرف اٹھا کر رکھ لیجئے۔“ — ”جرحے یاد آگیا آپ  
 تو جیریں رہیں رکھ کر بھی روپیہ سو روپیہ دب، پس میں سو دے سکتا  
 ہوں۔“

”دبے نے کہا۔“  
 ”آپ کتنا سود دیں گے۔“  
 ”میں زیادہ سے زیادہ سود دیے کے لئے تیار ہوں۔“  
 ”میرے کلمات سے تپ کیا ہے۔“ — ”حور د میں چار سو روپے  
 میں بس لے سکتی ہے۔“  
 ”میریدر یہ سن کر اٹھ کھڑا ہوا۔“

”اچھا مات ہے۔“ اسے دینا بیچنے۔ ”مجھے اس کا ضرورت  
 نہیں۔ آپ جو سو کے عوض چار سو جاتے ہیں۔“  
 ”میرے نے آنکھیں جھٹکا کر دیا جس کو چھایا جا جا۔“ — ”اگر کوئی  
 اور شخص ہوتا تو وہ اس طرح اس کے سامنے اپنا ہسی کر چھپا لے گا“

کو سال کر کہا۔

اور کیا کیا بکا تھا۔ درستی تو یہی ہے۔

مرید رولا۔  
اب مجھے وہ باتیں یاد کھان رہی ہیں۔ اور میں سگوا دیتے  
مجھے ساڑھے دو بجے کی گاڑی سے واپس لے گئے۔ جی،  
لامات ہے کہ مجھے لے گئے ہیں ایک اجیسی لڑکی مل گئی ہے۔  
مجھے واپس نہیں مانگے۔

وہ کاہرہ جی سے دیکھے لگا۔ آپ بہت خوش ہیں۔  
ہاں۔ مرید نے جواب دیا۔ میرے پاس زیادہ وقت  
ہیں ہے۔ سوچ رہے ہیں۔  
میں اس وقت وجہ کے چہرے کی ساری جھک دکھا عائب ہو گئی۔  
مرید نے اس کی طرف کوئی دھیال نہ دیا۔ وہ رولا۔

مجھے فوراً واپس مانا ہے۔ براہ کرم میری چیر مگوا دیجئے،  
مجھے لے سیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔  
آپ سے کیا یہی شرط ملے ہوئی تھی کہ جب آپ روئے لائیں۔  
ورژہ آپ کو واپس کر دی جائے۔  
مرید نے ترمیم ہو کر کہا۔

نہیں۔ ایسی تو کوئی شرط ملے نہیں ہوئی تھی۔ ایکس آپ  
کو تو اس کی ضرورت نہیں۔  
اگر اچانک ضرورت نہیں تو کسی دن بھی ضرورت پڑ سکتی ہے۔  
مگر آپ کے کسی کام نہیں آسکتی۔ اور میرے لئے ہے۔





بلاکس مٹیا۔ آدمی کو آپے سے ماہر نہیں ہونا چاہیے۔  
 بلاسے ستم آگئیں، لکھ میں کہا۔

”آدمی کس طرح کرے تو کیا کرے۔ یہ تو کہ بہت ہی دایم راہ ہے  
 کہہ مانتا ہے۔ کوئی خرد دیتا ہے۔ گھر میں ایک پیر شخص کو گھیسے کی امارت  
 دیدی۔ ایک بے ادب شخص کو۔ جسے یہ بھی معلوم نہیں کہ ایک سیر لیف  
 عورت کی عزت کیوں کرتی ہے۔“

جس طرح جھٹکا لگے سے خرابی کا تہ ہوں ہو مانتا ہے عین اسی طرح  
 وجہ کے جو دی اور خود وراثت کا عالم ٹوٹ گیا۔ اس نے سریدر کا ہاتھ  
 چھو ڈیا اور دیدار کی طرف مہ کر کے لیٹ گیا۔

کالی بر علی کی سی تیر سی کے ساتھ ایک اور کر سی لے آیا۔ سریدر  
 پلنگ پر سے اٹھا اور کر سی پر بیٹھ گیا۔ اس سہاری کو جس کے چہرے  
 کے حدمات تاڑنے میں کوئی دقت تھی۔ آئی۔ وہ پیسے اور ہاتھوں  
 میں سب کچھ سمجھتا ہوں بلاکس تھا راما راس ہونا مانتا ہے۔ کیسی  
 اتنا سوچنا چاہیے کہ کوئی ارادی طور پر تو قصور کرتا نہیں۔ اگر ہر ایک،  
 شخص آداب سے واقف ہو تو پھر فکر کی بات ہی کیا ہے۔ اس سال اس  
 میں سے اپنی غلطی کو درست کر کے سامنے دیا جائیے۔

یہ غلطی کس کا تھی اس کا سمجھنے پر دیر نہ لگی۔ اس سال۔

”میں بتا جی۔ یہی پہلے دیکھ رہا تھا۔ رداشت نہیں کی جا سکتی۔ یہ  
 گھر کے نوکر تھے۔ عیب ہیں اتنے سو تو سبھی ہیں۔ میں کل ہی  
 اسے تہا بہا دیدوں گا۔“

رأس بھاڑی ۛ ہشتے ہوئے ٹری جالا کی سے کرے کی دیواروں کو  
ساتے ہوئے ۛۛۛ۔

ۛ طبیعت حرام ہو تو یہ واہی تاہی سکے لگتا ہے۔ اسی پر کیا  
موقوف ہے۔۔۔ میں بوڑھا چکے ہوں۔۔۔ بیاری کی مات سس کر  
لو کھلا جاتا ہوں۔۔۔ گوہیں آدمی کو جھیک ہوئی تھی اس لیے وہ  
ذرا سا حرم پھیلا گئے۔ۛۛ

ریدر اتنگ غاموس تھا۔۔۔ اب اس سے یہ ریا دن  
مرداشت نہ ہوئی۔۔۔ وہ لولا۔

ۛ ہیں۔۔۔ میں کوئی حرم پھیلا کر نہیں گیا۔ۛۛ  
ملاس نے ریں پر یا وہ ٹپکتے ہوئے کہا۔ۛ  
آپ ہی تو دراز تھے۔۔۔ کالی براس مات کا گواہ ہے۔ۛۛ  
سرید نے کہا۔

ۛ کالی پر کو سے میں بھول ہوئی۔ۛۛ  
ملاس عتہ میں۔۔۔ عاے کیا کہا جاتا تھا کہ اس کے چائے سے  
وکتے مومے کہا۔

ۛ کیا کر رہے ہو یا اس۔۔۔ حسبہ انکار کر رہے ہیں تو کالی پر پر  
یقین رکھنا ضروری ہے۔۔۔ یہ ضرور سمجھ رہے ہوں گے۔ۛۛ  
ملاس اس پر کھن کچھ کہا چاہتا تھا کہ بوڑھا پتا بولا۔

ۛ اس معمولی سی بیاری پر ہن دماغ خراب۔۔۔ مریلاس۔۔۔ دھرج  
سے کام لو۔۔۔ میگوں ہمارے امتحاں کے لینے ہی عیصیت تارل کرتے  
ہیں۔۔۔ اور پھر تھوڑی دیر کے لینے غاموس رہا کر لوے۔

”اگر وہ بھولے سے بیمار کی بات کہہ گئے تو ہوا کیا۔ اچھے اچھے  
ڈاکٹروں سے بھی سھول ہوا تو ہے۔ یہ تو انہی بچے ہیں۔“  
پھر وہ فریڈر کی طرف منہ پھیر کر بولے۔

”مانے دیجئے۔ آپ تیار ہے ہیں کہ ہمارے معمولی سے بتولیس کی  
کوئی وجہ نہیں۔ کیا یہی آپ کا خیال ہے۔“

فریڈر اس تک کسی قسم کی توہین جیب چا پ مردانہت کر چکا تھا۔ لیکن  
اس دفعہ اس سے تھیکا جواب دیتے بغیر بارہ گیا وہ لولا۔

”میرے خیال سے آپ کا کی گڑھے کا اور کیا ہے گا۔ آپ مجھ پر تو  
مہروسہ کر رہے ہیں۔ اس سے تو زیادہ اچھا ہے کہ آپ کسی لائق  
ڈاکٹر کو ملو اگر اس کا ستورہ لیں۔“

یہ بات بہت کڑوی تھی۔ لیکن اسے یہ جواب دیے کا پورا اختیار  
تھا۔ ملاس دفعتاً اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ (لڑائی جھگڑا کرے پر تل گیا۔  
”ہمیں یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ تم کس سے بات کر رہے ہو۔ اگر تم اس  
گھر میں ہوتے تو مار مار کر تہارا۔۔۔“

ملا وجہ کوئی جھگڑا کھڑا کر کے۔ بیٹ پر تل حاما۔ ملاس کی حرکت  
فریڈر کی سمجھ میں نہ آئی۔ ایسا کیوں ہو۔ ملاس کے دل میں  
حسد کی آگ روشن تھی۔ فریڈر کو آج بھی اس بات کا تہہ۔ ملا۔  
در اصل جس دنوں وہ گاؤں میں تھا۔ ان دنوں ملاس اور۔۔۔ کے  
رستہ کی بات لوگ دریاں میں کرتے تھے۔ کھل کر کہہ رہے تھے  
تھے۔ جس پر ہم صدر کے قیام کے وہ۔۔۔ ان دنوں کا ستہ کھا چکا  
تو وہ گائیں سے مایکا تھا۔ آج رات بیٹے کی باتوں سے اس سے



ایک نئی بات، تو سوس لگی تھی مگر اس پر ٹھیک طرح سوچنے کے لئے اس کے پاس وقت نہیں تھا۔ اس وقت وجہ نے بریدر کا طوطا منہ سمیر کر دیکھا۔  
اور وہ بولی۔

”میں جب تک رہوں گی۔ رہوں گی۔ آپ کی احساں مند رہوں گی۔  
اور لوگوں نے اگر مجھے کسی دوسرے ڈاکٹر کو دکھائے کا فیصلہ کر لیا ہے تو  
آپ میری خاطر اس کے عزتی کو برداشت نہ کیجئے۔“ — ”ایس مانے ہوئے  
ریالی مال کو ضرور دیکھتے مانجئے۔“

اس کے بعد اس نے دوبارہ منہ پھیر لیا۔ اس سہار کی ہمت پہلے ہی اصل  
معاملہ کو سمجھا دیا گئے تھے۔ وہ فوراً بول اٹھے۔

”کمال ہے۔ آپاے جسے بلایا ہے اس کی بے عزتی کرے کی ہمت  
کس میں ہے۔“

اس کے بعد وہ بیٹھے کو کسی۔ کسی انداز میں میٹھا کرتے رہے اور بچے ہی بچ  
اس بات کی طرف اشارہ کرتے رہے کہ بیمار کی وجہ سے بلاکس مال کا دماغ  
ٹھنڈا ہے کہیں۔۔۔ وہ مذہبی فلسفہ، علم و ادب اور ہندو نصیحت کی  
باتیں بھی کرتے رہے۔ بریدر اپنا بیٹے کے متعلق ایسا تو بھی کر داکراٹھ  
کھڑا ہوا۔۔۔ اس نے ایسا سینگ اٹھایا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔  
اور اس سہار کی نے۔۔۔ جیسے سے آواز دی۔

”بریدر مالو۔۔۔ آپاے سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔۔۔  
یہ کہہ کر وہ اٹھے اور بچے اور گئے۔“

”بریدر کو ایک کمرے میں ٹھکانا ہوں بے قید و بند رہتے ہوئے کہا۔“

پانچ افراد کے تین میز تھیں مالو کہوں یا اور کچھ۔۔۔ لیکن ایک



راس سہاری گردن ہمارا کر لو لے۔

ہیں۔ ہیں۔ ایسی ات۔ کہو مرید۔ شکیلی باتیں  
دل پر تر کی طرح لگتی ہیں۔ خوشنما ہے اسے ٹراٹھو کس ہوتا ہے اور کہے  
والے کو بھی کچھ کم ٹراٹھیں لگتا۔ ہے۔ ایتور ۱  
مرید سر جھکائے بیٹھا رہا۔ راس سہارے کھانے کھا۔

اتھیں تو یاد ہے۔ جب مجھے بتہ جلا کر تم حور د میں بیچ رہے تو  
تو ہنس ماموس بیٹھا۔ وہ سکا۔ میں نے سوچا تم نے بڑے دکھ کے ساتھ  
حور د میں بھی ہوگی۔ اس کی قیمت چاہے کچھ بھی تھی لیکن حور د میں  
دے دی تھی تو پھر یہاں وہ لیت و لعل کر ماموس ہیں تھا۔ میں نے  
سوچا وہ بیٹھی مائے کس تھیں روپے دے۔ میں خود ہی کیوں نہ  
ہا کر روئیے دے آؤں۔ تھیں شاید روپیوں کی سخت ضرورت  
ہو۔ اس لئے میں نے ایک دن تاجیرہ کی۔ آخر تم میرے  
دوست مگدلیس کے بیٹے تھے۔ ۱

مرید رے اس دن کی کڑی اور کیلی باتیں یاد کر کے کھا۔

کیا وہ قیمت ہیں دیا چاہتی تھیں۔ ۱

لوٹے نے بڑی سختی کی سے کھا۔

ہیں ہیں۔ ایسی بات کیونکہ یہ لگتی تھی۔ حیرتیں تو معلوم ہی ہے۔

مائے دو۔ ۱ یہ کہہ کر وہ اچانک ماموس ہو گئے۔

اس ساری آدمی کو پوچھتے تھے۔ اہولے اب کے

اپنے مطالب کی بات چھوڑی۔ مرید کی آج کی بات چیت سے  
یہ مل گیا تھا کہ مرید کو اصل معاملہ کا علم نہیں تھا۔ وہ بولے۔

”مجھے بلاسکا کے آج کے روتاؤ پر بہت غصہ آیا ہے۔ اگر وہ اس کی رائے لیکر حور دیں حریہ تو یہ بات ہی پیدا نہ ہوتی۔ تمہیں کبھی کیا یہ وجہ کا روضہ نہیں تھا کہ وہ اس سے صلاح لیتی ہے۔“

”مریدہ کی سمجھ میں نہ آیا کہ حور دیں حریہ تھے وقت ملاس کی صلاح لیا وجہ کا روضہ کیوں تھا۔ وہ خاموشی رہا۔ سہاڑی ہو گئی۔

وجہ کی بیماری کی حریہ ہی ملاس میٹھا ہوا تھا۔ ایسا ہوا حور کی بھی تھا۔ سارے پہلے اور برے کی وجہ دار کی آتش یہ ہے۔۔۔۔۔

دو ۱۱ ڈاکٹر کا انتخاب کرنا بھی تو اس کا کام ہے۔ اس کا لی رائے سے بغیر کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ وجہ بھی تو اس بات کو سمجھتی ہے اگر اس میں غور نہ پہلے یہ بات سوچ لی ہوتی تو آج یہ حادثہ کیوں ہوتا۔ صحت بھی نہیں ہے۔ اسے سوچا جانیے تھا۔“

وجہ کو کیوں سوچا جانیے تھا۔ یہ بات اس کی مریدہ کی سمجھ میں نہ آئی۔ لیکن اس کے دل میں ایک وسوسہ پیدا ہوا۔ وہ معنی حیرت انگیز سے لڑنے کی طرف دیکھتا رہا۔

اس سہاڑی ہو گئی۔

”شیا۔ تم بلاسکا کے دل کی حالت کو سمجھ کر اس کی کہی ہوئی باتیں سول مانا۔ اور اسے دل میں کوئی میل نہ لانا۔ میں مریدہ تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ ان دونوں کی شادی میا کھ میں ہو رہی ہے۔ اگر تم کھلتے ہو میں۔ ہو تو اس ایک کام میں ضرور شریک ہو مانا۔ میں تمہیں ابھی سے دعوت دے رہا ہوں۔“

مریدہ کچھ نہ کہہ سکا۔ اس کے منہ سے صرف اتنا نکلا۔ اچھا۔

اس پر اس بہاری بہت خوش ہوئے اور ٹھوٹھ کر مائیں ملے  
 لگے۔ انہوں نے بتایا کہ یہ جاوی کھگواں کی عمر سے ہو رہا ہے۔ یہ  
 جاوی قورہ کے پیدا ہوتے ہی ملے پاگئی تھی۔ دے کے پتا سے ساری  
 مائیں ہو چکی تھیں۔ پھر وہ دھتتا نول اٹھے۔ اچھا تو کیا اسی تم  
 کھلتے ہیں میں رہو گے۔ کوئی کام ملایا نہیں۔ ۹۔  
 سریدر نے کہا۔

ہاں۔۔۔ ولایتی ادویات کی دوکان میں مہولی نو کر لی گئی ہے۔  
 اس بہاری نے خوش ہو کر کہا۔

بہت اچھی بات ہے۔۔۔ دوکان کی دوکان۔۔۔ مہانے کس  
 کا۔ دوبار ہے۔۔۔ تم وہاں لیگ گئے تو دونوں سے دولت بٹور  
 گے۔۔۔ ۱۰۔

سریدر نے اس بات پر کوئی طرہ کی اور مزہ آسا ہی کہا۔

جی ہاں۔۔۔ ۱۱۔

تخنوہ کیا ملتی ہے۔۔۔ ۱۲۔

اسی تو صرف یار سورو سے مل رہے ہیں۔ بعد میں ٹرہ بھی

سکتی ہے۔۔۔ ۱۳۔

یار سو۔۔۔ اس بہاری کے مر سے نکلا۔۔۔ آکیں ملتے

کی جڑھا کر نولے۔۔۔ آبا۔۔۔ بہت اچھا۔۔۔ بہت اچھا

سنکر بہت خوش ہوئی۔۔۔ ۱۴۔

دعویٰ کا لی تیر جوتی حار ہی تھی۔ یہ دیکھ کر سریدر اٹھ کھڑا ہو گیا۔

اس نے پوچھا۔ پریستیں کا اسکیا حالت ہے۔ ۱۵۔

و اس پہنایا۔

”اسے اس کے گاؤں کے گھر چھوڑا گیا ہے۔ اس کی حالت کیا ہے۔“ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔“

دروں کرے سے ماہر نکلے۔ اس بہاری کو ایک مادا اور ادیر  
 حاما تھا۔ بیٹا استخار کر رہا ہو گا۔ اسے دوا کا انتظام کیا ہے اس  
 بات کا پتہ بھی کرنا تھا۔ برآمدہ کے قریب آکر ریدر ایک مار بھر  
 پلٹا۔ اس نے راجہ بہاری کے قریب جا کر آہستہ سے کہا۔

”میری طرف سے فلاس مانو سے کہہ دیجئے گا کہ بیمار کی حالت دیکھ  
 ڈاکٹر بھی نوکھلا جاتا ہے۔ اور ڈاکٹر کے منہ سے بھی صغومار  
 مائیں نکل جاتی ہیں۔“

یہ کہہ کر وہ مڑا اور لمبے لمبے ڈنگ سمیٹتا ہوا ایک طرف کوچیل پڑا۔  
 اس نے کہا ماہر ہیں کھایا تھا۔ رہ پایا ہیں تھا۔ اس کڑی  
 دھوپ میں اس کا سر رگھما تھا۔ کیس وہ دڑا گاؤں کی طرف ٹھٹھا  
 جارہا تھا۔ اب اسے کوئی چیراجی بھی لگ رہی تھی۔ چلتے چلتے وہ اپنے  
 آپ سے مار مار ہی سوال کر رہا تھا۔ مجھے کیا عرض پڑی ہے۔ ایک عورت  
 نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کے قابلِ عزت ہر رنگ کو دیکھتا ہوں۔  
 میں نے جسے کسی اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اسے کیوں دیکھنے جارہا ہوں۔  
 میں کیوں اس کڑی دھوپ کی پروا تک نہیں کر رہا۔ سہاگتا جا رہا  
 ہوں۔ یہ سوچتے ہوئے کبھی دالیں۔ مڑسکا وہ دیال باکو مڑکھنے  
 کے لئے اس کے دربار سے نکلا پہنچ گیا۔

## دواں باب

سریدرنے کا عدد کے ایک یورے براہیامام اور پانی ولایت کی ڈگری  
 لکھ کر کا عدد کا۔ یہ پڑھ اندر کھنکھو دیا۔ اسے بڑھ کر دیال مار لکھ گئے۔  
 آٹا ٹاڈا ڈاکٹر بیدل چل کر سے دیکھے آیا ہے۔۔۔ ابھی یہ خیال تک  
 آیا اس ڈاکٹر ہی کو وہ اس کے اس گھر سے غروم کر کے دہان رہے ہیں۔  
 جب چہرے پرے دل کا ایک روحاں ان کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ حیرت  
 سے اس کی طرف دیکھتے رہ گئے۔۔۔ ابھی ایسا محسوس ہوا جیسے  
 ان کی بیماری کتنی ہی سخت کیوں ہو وہ پنج جائیں گے۔۔۔ وہ  
 تو ڈاکٹر کے آتے ہی چار پائی پراٹھ کر بیٹھ گئے۔۔۔۔۔ وہ  
 تو یہاں تک سوچے گئے کہ ڈاکٹر کو اسٹیس تک چھوڑے کے لئے  
 جاسکتے ہیں۔۔۔ ڈاکٹر نے انہیں بتایا کہ ان کی بیماری  
 معمولی ہے۔۔۔ جلد اچھے ہو جائیں گے۔۔۔ اس براہی  
 خیال آیا کہ وہ جے خود ستر علالت پر صاف ہے۔ مگر اس کو ان کی بیماری  
 کا کتنا خیال ہے۔۔۔ ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔۔۔ ڈاکٹر اور

لوٹھے آچار یہ میں مانتی ہونے لگیں۔ آج فرید کے دل میں بہت سی بدورت تھی جو کل تھی لیکن لوٹھے آچار یہ کے اطمینان سکون، اور انکار دیکھ کر وہ آدمی وصل گئی۔ اس عمر میں بھی ان کے دل میں دھرم کے کتنی محنت تھی۔ کتنی عقیدت تھی۔ اہم کسی دھرم کے خلاف کوئی شکایت نہیں تھی۔ ان کا یہ اعتقاد تھا کہ اگر آدمی جو دانا پاک ہے تو کوئی بھی دھرم اسے پاک نہیں ماسکتا۔ فرید سوچے لگا کہ اگر آچار یہ حایہ خیالات اس بہاری کے کانوں میں پڑ جائیں تو کیا وہ ان کو یہاں رہنے دیں گے یا نہیں۔ لوٹھے آچار یہ نے اس بہاری اور ملاس بہاری کی بھی تعریف کی۔ دراصل وہ جس کے بارے میں بھی بات کرتے تھے اس کے متعلق یہی کہتے تھے کہ اس جیسا سک اور یا کنار آدمی اہوں نے ساری دیا میں دیکھا ہی نہیں۔ فرید لوٹھے والے کے اس مغربی رتوں پر دل ہی دل میں ہنسا۔ اس کے بعد اہوں نے بتایا کہ میا کہ میں ملاس اور وہ بچے کی شادی ہو رہی ہے۔ بچے کی خواہش ہے کہ اس وقت میں ہی ان کے گورو کے فرائض ادا کروں۔ وہ بڑی گرجوٹی سے مانتیں کر رہے تھے اس لئے یہ دیکھ ہی نہ سکے کہ آخر حایہ ماتے ان کے مہاں کے چہرے کی رنگت بدل دی ہے۔

لوٹھے آچار یہ نے ٹرا اصرار کیا کہ فرید وہاں دھو کر کھانا کھالے۔ مگر وہ کسی طرح سکھنا دھمیا ہوا۔ ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد جب فرید نے ٹرے احترام کے ساتھ نمکسار کر کے باہر نکل گیا تو اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کے سر دیک ساری دیا کیوں بے کیف ہو گئی۔





وہ اسٹیس پر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ خود وہیں اس کے لئے اتنی بڑی مصیبت کا باعث بنی تھی۔ اسے کالی پر لئے کھڑا تھا۔ وہ ملا تھیک قریب کمر لولا۔

”ڈاکٹر صاحب۔! بی بی جی نے یہ سمجھوائی ہے۔!“

نرید نے جھٹکا کر پوچھا۔

”کیوں۔۔۔“

”کیوں۔۔۔ اس سوال کا جواب کالی بر نہیں دے سکتا تھا۔ خود وہیں ڈاکٹر صاحب کی تھی۔ اس خود وہیں کی بدولت کیا کیا سمجھ بوجھ ہوا تھا۔ اس کا سارا حال کالی سر کو معلوم تھا۔ اس نے ہستے ہوئے کہا۔

”آپ نے یہ دلیس حرام لگی تھی۔!“

نرید نے دل ہوا دل میں اور کئی عرصہ سے مل کھا کر کہا۔

”نہیں۔۔۔ میں نے نہیں مانگا۔۔۔ میرے پاس دیے کیلئے اتنے روپے نہیں ہیں۔!“

کالی پر نے سمجھا ڈاکٹر روکٹ گئے۔ ہیں۔۔۔ وہ برا مان کر تھا۔ روپے پیسے کے معاملہ میں وہ وجے کی عادت کو اچھی طرح مانتا تھا۔ اس نے سمجھ نہیں کر اور سمجھ سمجھائے کے انداز میں کہا۔

”واہ۔۔۔ کیا یہ بڑی کماری قیمت ہے۔۔۔ مانی جی کے لئے دو چار سو روپیہ چیز ہی کیا ہے۔ آپ لے لیجئے۔۔۔ جب روپیہ کا انتظام ہو جاتے تو بھیج دیجئے گا۔“

دو دن کے انتظام کی بات سن کر نرید کے عرصہ میں امانت

مرد رہا۔ لیکیں اس نے بڑے سکوں سے کہا۔  
 ”اے واپس لے جاؤ کالی یہ۔ میں دوسروں کے  
 لئے میں مار دوسروں کے نہیں دوں گا۔“  
 کالی پر نے کہا۔

”سہیں ڈاکٹر صاحب۔ یہ نہیں ہو گا یہ آپ اسے ساتھ  
 لے جائیں۔ میں اسے گاڑی میں رکھ کر ہا جاؤں گا۔“  
 اس حور دہیں سے کالی سرکل اپنی کسی ایک غصہ۔ اسے تھی ملاس  
 اسے ایک آنکھ نہیں کھاتا تھا۔ ملاس سریدر کا دشمن تھا۔  
 اس لئے کالی پر کو سریدر کے ساتھ گہری ہمدردی تھی۔ وجہ لے  
 دربان کو حکم دیا تھا کہ وہ حور دہیں لے جائے۔ لیکیں کالی پر خود ہی  
 اسے کمرے پر لا دلا یا تھا۔  
 اس نے کہا۔

ڈاکٹر صاحب۔ آپ نے عائشہ۔ ہو سکتا ہے کہ فی جی اچھا  
 ہونے پر آپ سے اس کی قیادت بھی نہ لیں۔“  
 یہ بات سنکر سریدر آگ لگوں جو گا۔ یہ ٹھیک ہے اس نے  
 ملایا اور ملاس نے اس کی لے عزتی کی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے  
 کہ یہ بھی ملاس ہی کی ایک چال ہے۔“  
 سریدر نے چیخ کر کہا۔

”چلے جاؤ۔ میرے آنکھوں سے دور ہو جاؤ۔“  
 یہ کہہ کر سریدر ایک طرف کو چل پڑا۔ کالی پر کاٹھ کے اتر کی  
 طرح وہیں پہنچا بٹا کھڑا رہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ

مخالفہ آ کر کہا ہے — کوڑی دیر کے بعد کالی پر نے فرسٹ کلاس  
کے ڈبے کا کوڑی کے قریب جا کر آواز دی۔

”ڈاکٹر صاحب! —“

ترنیدر دوسری طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے مہ پیر کر دیکھا تو  
اس کی نظریں کالی پر پڑیں۔ کوڑی پر مہ پیر کر دیکھا تو  
بھیقتا رہا تھا۔ اس لئے اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اب کیوں آئے ہو —“

کالی پر نے کاغذ کا ایک ٹکڑا نکالا اور بولا۔

”ایسا پہ لکھ دو دیجئے ڈاکٹر صاحب! —“

میرا یہ کیا کرو گے —

”میں سمجھ نہیں کروں گا۔ بی بی جی نے کہا تھا —“

بی بی جی کا نام سسکر اپنے آپ میں رہا — وہ ڈانٹ

کر رہا تھا۔

”جیلے جاؤ — بہٹ جاؤ یہاں سے۔ پانچ بجیں گے۔“

کالی پر چونک کر دو قدم پیچھے بہٹ گیا۔ گارڈ نے سٹیج جا

اور گارڈی چل دیا۔

جب وہ ایس آکر اوپر کے کمرے میں گیا تو جے بیگ کی بیٹی  
پر سر رکھے آنکھیں بند کر کے لیٹ ہوئی تھی۔ قدموں کی آہٹ سننے  
پس اس نے آنکھیں کھول دیں۔

کالی پر نے کہا —

”ڈاکٹر! مرنے والے ہیں بی بی جی۔ واپس کر دیں۔“

وہ جی آٹھ نکھروں میں کوئی عید نہ پیدا ہوا۔ کالی پر نے ہاتھ  
 کا کاغذ اور میٹل میریر رکھ دی اور۔ پھر اس نے کہا۔  
 'ماپ رے باب۔ ان کا سنی کیا عقد ہے۔ میں نے  
 یہ یو جھا تو اتے مگر طے کہ مارے کے لئے لیکے۔' ۱۱  
 اس کی اس باب کے جواب میں بھی دے لے سمجھ نہ کہا۔  
 کالی پر اتے مگر یہی سوچتا ہوا آ رہا تھا کہ مانس کچھ یو چھے گی  
 تو وہ کیا جواب دے گا۔ دے کے دل میں کوئی خوش و خوش  
 نہ پا کر اس نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ دے کی آنکھیں  
 اکھی ٹپک دیراں ستھیں۔ دے کا اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا  
 کہ۔ دے نے حال و وجہ کو یہ وصول سا کام اس کے سیر دکھا دیا  
 وہ تنہا ہی دیر تک خاموش کھڑا رہا۔ اور پھر دھڑکے دھڑکے  
 کمرے سے باہر چلا گیا۔

پانچ چھ دن میں دے کی بیماری بوجھ ہو گئی لیکن بدن کی کمزوری  
 دور نہ ہوئی۔ بلکہ اس نے اچھے ڈاکٹروں کی دوا اور دیگر مانوں  
 میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ مگر کمزوری دل بہ دل بڑھتی جا رہی  
 تھی۔ پھاگس کا مہینہ ختم ہو رہا تھا۔ بیچ میں صرف حیات  
 کا مہینہ رہ گیا تھا۔ اس بیمار کا یہ حال تھا کہ مہینہ گزرا  
 اس کے لئے کی مشا دی کو دوں۔ بکس دو لہا جس قدر روز بروز  
 طاقتور ہوتا گیا۔ دلہن اتنی ہی کمزور ہوتی گئی۔ یہ دیکھ کر اس  
 بیمار کا ہر روز آکر توتولیس کا اٹھارہ کھاتے کو ستوں میں کسی طرف



دیکھ سکتے۔۔۔ ان کو اس باب پر عہدہ آگیا کہ میں نے ڈاکٹر باب کو خود بھی  
 دینے کے لئے مائے کی باب انہیں کیوں نہ سنا کی۔ اور میں ڈاکٹر کو  
 گھر میں کیوں نہ لانا کرتا تھا۔۔۔ ا  
 دوسرے دن کو ررسی پر بیٹھ گئی۔ بہت دیر تک اس کے منہ سے  
 ایک ہی باب نہ نکلی۔ بعد میں اس نے یہ جیسا۔

”وہ ہیں یہاں۔۔۔ ا“

کالی پر نے کہا۔

”کچھ ہی گھر میں بیٹھے کا عہد اب دیکھ رہے ہیں۔ ا“  
 دوسرے دن اور ادھر دیکھا اور پھر لولی۔

”کوئی ضرورت نہیں۔۔۔ جو جا کر کام کر۔۔۔ ا“

”کہہ کر وہ خود بھی چلی گئی۔ ایک گھنٹہ کے بعد اس نے گھر کی  
 میں سے دیکھا۔۔۔ باب اس کی گھر کی باب روانہ ہو گیا  
 اس کی سوجھ میں۔ آیا کہ آج وہ اس کا مزاج بری کے لئے کیوں نہیں آیا تھا۔  
 دیال باب صحت باب ہو کر ماعہدہ کام پر آئے لگے رہے۔ تمام کو وہ گھر  
 مائے کو کسی دور وجہ ان کے ساتھ ہو لیتی اور وہ ان سے مائیں کرتی ہوتی  
 کافی دور تک نکل جاتی۔ ریسہ کے متعلق دیال باب کو دل احرام اور  
 عقیدہ سے فریڈ ہو چکا تھا۔۔۔ سیاری کی باب جیتی نو وہ اس نئے  
 ڈاکٹر کی سرنگ کے پلے مائے دیے۔ وجہ چپ باب ان کی باب  
 ۔۔۔ مار کرتی دیال باب کی ہمت نہ ہونی کہ وہ کہتے کہ اس نئے ڈاکٹر کو بلا کر ایک  
 مار دے کہ۔۔۔ کہنا یا مائے وہ دے جو خاموشی پا کر ہر ادنیٰ استدلال سے  
 ایسے دل کو باب فلا ہر کرنے کی کو شمشق کرتے۔ ٹھیک یہ کہ وہ، نو گھر

لیکن یہ وید اور حکیم جھوٹی دوائوں سے روپیہ بٹور رہے ہیں۔ ایک یا دو  
انہوں نے لہہ لہی دیا۔

”میں قسم کھانے کو تیار ہوں کہ مریدان سب سے بہت ہی قابل  
اور دہیں ہے۔“

پانچ چھ دنوں کے بعد وہ اچانک وجے کے کمرے میں داخل ہوئے  
اور پوچھے۔

”میں اب کالی پر کو مرید ایسے گھر میں نہیں رکھ سکتا۔“

وجے کو اسی مات کا اندیشہ تھا۔ پھر بھی اس نے پوچھا۔

”کیوں؟“

”مٹی جس شخص کو تم اپنے گھر میں رکھے لا حوصلہ کر سکیں اسے میں  
ایسے گھر میں کیونکر رکھ سکتا ہوں۔ دراصل جو تو سہی۔“

وجے نے دل ہی دل میں ناراض ہو کر کہا۔

”مگر وہ بھی تو میرا ہی گھر ہے۔“

دیاں ماو ترسہ ہو کر بولے۔

”گھر و تہارا ہی ہے۔ اور ہم سب تہارے ہی دست نگر ہیں۔“

”

لکس

وجے نے پوچھا۔

”کیا انہوں نے آپ کو منع کیا ہے۔“

دیاں ماو عاجز رہے۔ وجے سمجھ گئی اور بولی۔

”تو پھر کالی پر کو میرا پاس بھیجئے۔ وہ میرے بیابانی کا لکھو

ہے۔ میں اسے الگ سے رکھتی ہوں۔“







— دیال مالو اپی کامبالی پراتے حوس تے کہ ہوں ے وجے  
چہرے ک طرف دیکھا ہی ہیں۔ رہ لوے۔

”میں تمہیں زیادہ سوچے ہیں دوں گا مٹی۔ یہ دو تمہیں ایک  
بادر اور آرمانی پڑے گا۔“

وجے ایسے آپ کو سنبھالتے ہوئے بولی۔

یہ تو اندھیرے میں تیر مارے گئے

یال مالو ے ٹرے غر کے ساتھ کہا۔

”یہ سب ہے۔۔۔ مٹی کا تم ان کو دیسی ڈاکٹر سمجھتی ہو۔۔۔ تو  
غرب نام سنکر نسو لکھ دیتا ہے۔۔۔ وہ ولایت یاس ڈاکٹر ہے  
بہت بڑی ڈگری لیکر آیا ہے۔۔۔ ریس کو آنکھوں سے دیکھے میر وہ  
دوا نہیں دے۔۔۔ یہ۔۔۔ ان کو اپنی دماغی داری کا پورا احساس ہوتا ہے  
— مٹی۔۔۔“

وجے ایسی آنکھوں کو گھماتے ہوئے کہا۔

”اہوں ے مجھے ایسی آنکھوں سے تو دیکھا ہی نہیں۔۔۔ کس نے  
کہا کہ وہ مجھے دیکھ گئے ہیں۔۔۔ یہ سب تو انہوں ے آپ کی بات سنکر  
لکھ دیا ہے۔۔۔“

دیال مالو گردن ہلا کر لوے۔

”ہیں۔ ہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔۔۔ کل شام کو جب  
تم اچھے ماسیجے کا حگلہ بکڑے کھڑی تھیں تو وہ ٹھیک بہار ے سامنے  
سے گزرے تھے۔۔۔ تمہیں اچھی طرح دیکھ گئے ہیں۔ شاید  
اس۔۔۔ قہر تم سوچ رہی ہوئی تھیں۔۔۔“

و جے جونک کر لولی۔

کیا ہوں ے ماحول میا لکس میں رکھا تھا۔۔۔ ہرین  
ہیٹ تھا۔۔۔

دیال مانو زور سے ہنسنے اور بولے۔

کون کہہ سکتا ہے کہ وہ حقیقی صاحب ہیں۔۔۔ کون کہہ سکتا ہے  
کہ وہ سارے سکالی سمائی ہیں۔۔۔ میں خود بھی تو ابھی دیکھ کر حیران  
رہ گیا تھا۔۔۔

وہ سامنے سے گئے۔۔۔ ٹھٹھک آنکھوں کے آگے سے۔۔۔ مار مار  
اسے دیکھتے گئے۔۔۔ لکس اس نے ان پر ایک نئی نظر ڈال۔ اس  
نے ان کو انگریز یو لیس افسر سمجھا کر ایسی نگاہیں چھپالی تھیں۔ وہ سے  
کے دل میں ایک طو ماں اٹھا۔۔۔ جسے سہ رسیدہ دیاں مانو بھی۔  
دیکھ سکے۔۔۔ دیال مانو نے کہا۔

”بیچ میں صرف حیت کا مبیہ رہ گیا ہے۔۔۔ میا کہ کے پہلے پا  
دوسرے پہلے میں سیاہ ہوگا۔۔۔ میں نے ڈاکٹر بابو سے کہا کہ میا کی  
کمروری روز نہیں ہو رہی۔ کوئی ایسی دعا دیکھئے جس سے۔۔۔ دیال  
مانو کے ساتھ کلمات اور ہوری ہی رہ گئی۔۔۔

رہے دیال مانو کو اچانک سے دیکھا تو اچانک اس کی نظر  
در حارے کی طرف اٹھ گئی۔۔۔ ملاس مانو کمرے کی طرف آرہے تھے۔  
ملاس مانو دیکھا کہ کوئی بات ہو رہی تھی جو اس کے کمرے میں آنے پر  
نور آمد ہو گئی۔۔۔ اس پر غصہ سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس نے  
ایسے آپ کو سنا لا اور پاس پڑی ہوئی کوئی سی تصحیح کر میٹھ گیا۔ اس کے

یہ دیکھ کر ہوا۔ اس کی طرف نگاہ اٹھتے ہی اس نے اسے  
 اڈایا۔ اور وہ اس سے ٹیکر آخر تک بڑھا۔ اور پھر بولا۔  
 "مر ڈاکٹر سوید۔ کاسمہ دیکھ رہا ہوں۔ یہ یہاں پر آیا کیسے؟  
 کیا ڈاک سے آیا ہے۔۔۔" "ہاں۔۔۔"  
 کسی نے اس کی بات کا جواب دیا۔ وہ سیدھے کھڑکی کے  
 باہر دیکھنے لگا۔

ملاس۔۔۔ اس نے ارے حل اٹھا۔ ہنس کر بولا۔  
 "ڈاکٹر ہے تو سیدر۔ اسی لئے شاید دوسرے ڈاکٹروں کی  
 دوا استعمال نہیں کی جاتی۔۔۔ ان کی دواستیں تو میں ہی سڑتی رہتی  
 ہے۔۔۔ میری ایک دوا جاتی ہے۔ حیرت ہو اسو ہوا۔ میں یہ عاں  
 جانتا ہوں کہ اس دوا سے ڈاکٹر نے نسخہ بھیجا کیسے۔۔۔"  
 ڈاک ہی سے بھیجا ہو گا۔۔۔

اس سوال کا کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔  
 اس نے دیال مالو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔  
 "آپ اسکی امی ایک لٹریچر محاذ پر رہے تھے۔۔۔ سیدھی یہ ہی  
 سناؤ دے گیا تھا۔ میں یہ جانتا ہوں کہ آپ کو اس کے متعلق کچھ  
 علم ہے۔۔۔"

دیال مالو دیکھ کر اس کے سلسلے میں ملاس مالو کے تحت ہی کام کرتے  
 تھے۔ وہ مالو کو جتنا سمجھ کر کہہ رہے تھے۔ اس نے کالیہ  
 سے کسی ال کے بارے میں بہت کچھ سن لیا تھا۔ نسخہ آتے میں لیتے ہی  
 ان کا دل کا سپ اٹھا۔ ملاس کا سوال سن کر وہیں ایسا معلوم ہوا

یہ کسی نے اس کے ہوش سنا دیے ہوں۔

ملاس تنوڑی دہر کے لئے خانکوش رہا اور پھر لوٹا۔

”آپ دقتا سونگلی ملی تکیوں سے گئے؟ میں پرچھتا ہوں، آپ کو اس

سختہ کے متعلق کیا کوئی علم ہے۔“

”کرسی اور مال پوتوں کا حال ملازم کو مردلہ بادی تیلچہ، دیال

بابر اس سوال پر چونک اٹھے۔ دھیمی آواز میں کہا

”یہ سختہ میں ہی لایا تھا۔“

”اوہ۔۔۔ آپ کو یہ سہ کہاں ملا۔“

دیال بابو نے کاپٹے ہونے لہجہ میں سارا قہقہہ سادیا۔

ملاس تنوڑی دیر تک مت ماہوا بیٹھا رہا۔ پھر اس نے یو چھا۔

”آپ سے کہا تھا کہ آپ گدشتہ سال کا حساب سادیں۔ کیا

آپ نے بنایا۔“

دیال کے منہ پر ہمانیاں جھوٹنے لگیں۔ اس نے کہا۔

”ہی۔۔۔ دو تین روز میں بادوں کا۔“

سیوی سیار متقی۔۔۔ مجھے کھانا تیار کرنا پڑتا تھا۔ آہی نہیں سکا۔

ملاس نے دیال بابو کی نسل اتارتے ہوئے لاف زور کر کہا۔

”آہی نہیں سکا۔۔۔ مجھے تو آپ نے ہال کر دیا۔۔۔ میں

نے تہہ تیبا ہی سے اسی۔ قہقہہ دیا تھا کہ اس لوڑ سے ٹوٹا سے میرا کام

بہیں چلے گا۔“

اب اتنی دیر۔۔۔ بعد سے بے رحمی کر دیکھا۔ اس کا چہرہ بہت

پنچیدہ ہر دہائی تھا۔ اس کی دوویں آنکھوں سے سیلے نکل رہے تھے۔

پتا جی بیس۔ ان کو میں لائی ہوں۔“

اس کو ٹھٹھا لگا۔ اس نے وہ کواں قدر متعلق مٹی کھنکھیں  
ہیں دیکھا تھا۔ لیکن وہ کبھی ٹھٹھے والا نہیں تھا۔ اس لئے  
اس نے جید کچوں کے لئے خاموش رہے کے بعد جواب دیا۔  
یہ کوئی کھنکھن لایا ہو۔ مجھے بیخودوں کی ضرورت نہیں۔ میں کام  
چاہتا ہوں۔ کام سے میرا مطلب ہے۔“

دو دنوں۔

”ہاں اگر میں مصیب آگئی ہو۔ وہ کیسے کام پر آ سکتا ہے؟“  
مریخت کی دہائی تو سب ہی لوگ دیتے ہیں۔ مگر یہ رونا دھونا  
سکر میرا کام تو نہیں مل سکتا۔ میں نے ایک مزدوری کام کرے گا  
حکم دیا تھا۔ وہ ہو اکیوں نہیں۔ میں اس کی وجہ سے چاہتا ہوں  
مریخت کی بات نہیں۔ چاہا جاتا تھا۔“  
دو بجے کے ہوٹ لڑنے لگے۔

”سب ہی جھوٹے ہیں ہوتے۔ سبھی جھوٹ ہوٹ کی دہائی نہیں  
دیتے۔ مدد کا آچار یہ ایسی جھوٹی دہائی ہے جس سے دے سکتا۔ اس بات کو  
جانے دیجئے۔ جب آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ مزدوری کا کام کرنا ہے  
تو خود کیوں نہیں کرتے۔ آپ چار روز کہاں رہے۔ آپ پر  
کوئی مصیبت آئی ہو؟“

ملاس سمونجی کا رہ گیا اور لولا۔

”کسا میں یہی کھاتہ کھن لکھوں۔“

”ہاں۔ حرج ہی کیا ہے۔ آپ ہر مہینے دو سو روپے تنخواہ پاتے ہیں۔“

میں روپیہ پر ہی تو سہیں دیتی۔ کام کر کے روپے دیتی ہوں۔“

ملاس نے ایک مٹیس کی طرح کہا۔

”کیا میں نہ کر ہوں۔“ کیا میں تمہارا ملازم ہوں۔“

وہ نے سر کا پیارہ لہریہ چمکا تھا۔ اس نے ٹوٹے ہی تیکھے لہجہ

میں کہا۔

”جسے کام کرنے کا تنخواہ دی جاتی ہے اسے اس کے علاوہ اور کیا کہا

جاتا ہے۔“ میں آپ کا بہت سی باتیں چپ چاپ رداحت کرتی رہی

ہوں۔۔۔ جانتے۔۔۔ جیسے چلے جاتے۔۔۔ آج سے میرا اور

آپ کا مالک اور نوکر کا رشتہ ہے۔ اس کے سوا اور کوئی رشتہ نہیں۔

اگر آپ اس اصول کے تحت کام کر سکتے ہیں تو کہئے ہیں تو ایسا راستہ

مہینے۔ میرے دفتر میں آئے گا ضرورت نہیں۔“

ملاس اچیل کر کھڑا ہو گیا۔۔۔ دائیں ہاتھ کی انگلیاں جٹاتے

ہوئے لولا۔

”تمہارا یہ حوصلہ۔“

وہ نے لولی۔

”ہاں۔ اور تمہاری یہ اکڑیوں میری ہی جاگیر میں نوکری کرنا

اور مجھے ہی آنکھیں دکھانا۔“ آپ کو مجھے تم کو کمر لالے کا اختیار

کس نے دیا۔“ تاؤ جی میں میرے ہی نوکر کو نکال دیے گا اور میرے



مہمان کی ترہ ہیں کرے کا اختیار کس نے دیا۔؟ آپ کا آقا حوصلہ کیسے ہوا؟  
 ملا کس سے۔۔۔ بالکل ہو گیا۔۔۔ گرے کر بولا۔

”تمہارے مہمان کی خوشنمیزی ہے کہ میرا نے اس کا ہاتھ نہیں توڑا۔  
 حواری ہی کہیے۔۔۔ عہدہ۔۔۔ پھر کبھی اسے دیکھ لیا تو  
 یہ جیگاڑا سکرگرو بال کہیہ یا سکرگرو ملا لایا تھا۔ کہنیا سکرگرو دروازے  
 میں کھڑا دیکھ کر وجہ سمجھ کر ہنس اٹھا اور پھر لوٹی۔

”میں جانتی ہوں کہ خوش نصیب کون ہے۔۔۔ خوش نصیب تو  
 تم ہو کہ تمہیں اس پر اکتا اٹھانے کا حوصلہ ہوا۔۔۔ ایک اعلیٰ تعلیم  
 یافتہ شخص ہیں۔ بہت بڑے ڈاکٹر ہیں۔ ایک بیمار عورت کے گھر  
 میں جیگاڑا کرنے کے خیال سے جیسا جاب چلے گئے۔ میری اس بات  
 پر سب نے لہجہ لگا بہیں۔ آئندہ ان کے دل کو جھوٹے کی کوکشتیں کیجئے گا تو پیچھے  
 سے کھینچے گا۔۔۔ سامنے سو کر یکوشتیں۔۔۔ کیجئے گا، اس کی کوکشتیں کرنے  
 کی خواہش ہو تو ابے ساتھ یار پائیجے ایسے یہ ٹوٹوں کرے جائیے گا۔  
 سچوہ گئے نا جائیے۔۔۔ کالی۔۔۔ جنے۔۔۔ بوجھیں۔۔۔ پیچھے سے لڑ کر ہی ادھر  
 آگئے ہیں جائیے۔“

”وہ تمہاں کا استظاد کئے بغیر۔۔۔ سرے کرے میں چلی گئی۔“



ایک گھاٹ پانی پیتے تھے۔ تو نے اس کا مالک میں بھیجیل ڈالے کی  
 کشتش کی۔ احمق کہیں کے۔ عورت گئی۔ اسی ٹری ویداری  
 کا سہارا گیا۔ ہر مہینے جو دو سو روپے تنخواہ ملتی تھی وہ بھی گئی۔  
 جا اب کہاں کے بیٹے۔ ماکر کھیتی باڑی کر اب تو میرے پاس آیا ہے  
 ہر گھنٹیں لال صاحب کا باکر اس کی تکلیف کرنے۔ حایری آنکھوں کے  
 سامنے سے دور ہو جا۔ شیطان۔ بد معاش۔ ۵۱

داس ہی دل میں بچھا رہا تھا کہ اگر یہ حادثہ ہوتا تو بہت اچھا تھا۔  
 اس نے حوں حوں و صاحبیت پیش کرے کی کشتش کی توں توں اس کے  
 پتا کے غصہ میں اصرار ہوتا چلا گیا۔ وہ حیرتیز قدم اٹھاتے ہوئے  
 دوسرے کمرے میں چلے گئے۔ اس سہاری خدمت میں جا بے بیٹے  
 سمی کہہ دیں۔ کیس وہ عمارت سے کام لیکر معاملہ نگاڑا ہیں  
 دیا کرتے تھے وہ دوسرے دن اپنے تمام خدمات کو یہ سکوں کرنے  
 کے بعد وچے کی میٹھا میں داخل ہوئے۔

وچے کا غصہ دھیرے دھیرے مٹ گیا تھا۔ وہ ایسے اس  
 استعمال پر مادم تھی۔ گھر کے نوکر وں کے سامنے بلبلاؤار میں غونا گنا  
 کو سلا گیا تھا اس کا چرچا لگاؤں کے گھر گھر میں ہو رہا تھا یہ سوچ  
 کر وچے گھر ہی سے نہیں نکلی تھی کہ کھیتوں میں۔ جو پال میں  
 اور کنڈوں پر لوگ اس واقعہ کا ذکر کر کے ہنس رہے ہوں گے۔  
 اس بات پر وہ اور بھی شرار ہی تھی کہ جس شخص کی اس نے نوکر کہہ کر سیرت کی  
 تھی۔ دو دن بعد اس کے گلے میں مالا سہا کر اسے ایسا سوامی بنائیگی۔  
 داس سہاری اس کے کمرے میں آکر چپ چاپ بیٹھ گئے۔

وجہ اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ اس بہاری مرد آئیں گے۔ وہ اس سے کہے گا۔ اس نے کل ہمارا کچا جھٹا سار کر لیا تھا۔ وہ بالکل تیار ہو کر میٹھی تھی۔ اس بہاری تھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد بولے۔

”میٹھی دے۔ کچھ۔ جو چھ۔ میں کل کس قدر خوش تھا۔ دوڑ کر تمہیں سار کا بار دے کے لئے آنا چاہتا تھا مگر طبیعت خراب تھی۔ میٹھی یہی تو میں چاہتا ہوں۔ یہی تو میرا رمان مدت سے میرے دل میں تھا۔ مجھے تم سے ہی تو امید تھی۔

پھر انہوں نے ایک گہرا سانس لیکر کہا۔  
 ”میں سبکدوان سے اب بھی برابر تھا کرتا ہوں کہ وہ مجھے سکھائے۔ دکان میں عدل و انصاف کی طرف اشارہ کرے گا جو صلہ دے۔ یہ کہہ کر انہوں نے اپنی آنکھیں سد کر لیں اور اپنے دروں لہا تھا یہ مائے پر رکھ لیتے۔

تھوڑی دیر بعد انہوں نے آنکھیں کھولیں اور بولے۔  
 ”میرا سمجھ میں ابھی تک یہ بات نہیں آرہی میٹھی وجہ کہ بلا اس مجھ جیسے غمگین اور فائدہ مند شخص کا بیٹا ہو کر آنا ہوشیار کام کرنے والا کیسے ہو گیا۔ اس کے بتاؤ آج بھی سسڑ کے دھندوں کا کوئی شعور نہیں۔ مگر وہ اتنی سی عمر میں آنا پختہ کار مشتم بن گیا ہے۔“  
 یہ کہہ کر انہوں نے سیرایا سر جھکا لیا۔

وجہ خاموش بیٹھ رہی۔ اس بہاری تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر پوزل اٹھے۔ بیٹھا جاتا ہوں کہ کام آتا بلا اس کا اور سن ہے۔

کام کی بات کے سامنے ۔۔ ماق ماتوں کی طرف سے ایسا ہر تکیہ و مہمہ کرتا ہے ۔ کام کو شکرا ماما اور کام سبک دینے کو باکیہ میں کائے کی طرح کھٹکتا ہے مگر اس کا یہ طلب نہیں ہے کہ سر رنگوں کی عزت نہ کی جائے ۔ دیال مامو میسے ذی پوشش افان کو تو اسے معاف کر دیا جائیے تھا ۔ کام نہ کرنا بھی معافی تصور ہے اور اطلاق دینے بغیر غیر حاضر رہنا بھی ۔ ماس کو تو ہر وقت تمہاری زمیندار کا کے مائدے کی فکر رہتی ہے تم سے لاس کو جو سزا دی ہے میرا خیال ہے کہ وہ اسے راہ راست پر لے آئیگی اور وہ آئندہ جتنا طرہے گا ۔ میں تو خوش ہوں کہ اسے تم نے اسکا اچھا سبق سکھایا ہے ۔ ا

و جے نے مہ سے سیکھ لیا ۔ کہا ۔ اس بہاری سیکھو سو جیتے رہے اور سیر مسکرا کر بڑے ہارم لہجے میں لہے ۔

میرے دونوں بیویوں کی ایک بہت بڑی خوبی ہے کہ ان کا دل محبت اور رحم و کرم کا سرخسہ ہے ۔ ان میں سے ایک اگر ایسے کام میں پڑا ہے ۔ دوسرا رحم و کرم کا تیلہ ہے ۔ میں تو کل ہی سے یہ سوچ رہا ہوں کہ کھانا جس ان دونوں کی خوشی ملا دے گا تو دکھوں سے بھری دیا جس سورگ اتر آئے گا ۔ میری تو سبکداری سے یہی پورا تھا ہے کہ وہ مجھے یہ دن دکھائے کے لئے مقدر ہوا تھا ۔ انا اور عطا کر دیں ۔ اس دفعہ اہول نے میری پیشانی پر رکھ کر سبکداری کو پر نام کیا اور کھیر

لے لے میں تو حیراں ہوں کہ بکاس رہم دھرم کا متوالا ہے ۔ ا

اور اس کے بعد اہول نے مسکراتے ہوئے کہا ۔  
'میں بکاس قدر اداں ہوں ۔ ایسے عیے کی باتیں تمہارے

سامے دو ہزار ہا ہوں۔ جیسے تم اسے خود سے کم مانتی ہو۔۔۔ تمہارے  
 ہاتھوں سے تو وہ دھرم کی قبلائی کا کام کر رہا ہے۔۔۔ تمہاری دولت  
 ہی تو اس کی طاقت ہے۔۔۔ کل تو میں رانسی حیراں دستہ درہ  
 گیا۔۔۔ ایسی یہ عقل و فراست اور معاملہ چھی تم نے پہلے کہاں  
 چھپا رکھی تھی میٹھی۔۔۔ ۴۵

دست کا دل کسسا اٹھا گروہ خاموش میٹھی رہی راس سہاری  
 گھڑی کا طرف دیکھ کر جو کچھ اور بھر لے۔

دس سچ تھے۔۔۔ مجھے ابھی دیال کی سیوی کا حال پوچھنے کے  
 لئے عا ماسے۔۔۔ ۴۶

رہنے لے آہستہ سے یو تیا۔

”اسا وہ کیسی ہے۔۔۔ ۴۷

اتھی ہی ہے۔۔۔ یہ کہہ کر راس سہاری دروازے کی طرف  
 مڑھے۔ اور پھر احامک رک گئے۔۔۔ اوہ، میں نے انہی اصل  
 مات تو کہی ہیں۔۔۔ ۴۸ وہ والیں آگئے اور بھیہ اپنا کرتا  
 پر میٹھ گئے۔۔۔ تمہیں اپنے وڑھے کا کاکی ایک دیات انہی پڑے گی  
 رہے۔۔۔ رلو۔۔۔ مانو گی۔۔۔ اوہ دھے کے چہرے کے آمار  
 سناپ کر بولے۔۔۔ ”تم مانگتی ہو۔۔۔ ال ہو۔۔۔ سستاں کے  
 سر پر شفقت کھرا ماتھ رکھو گی یا۔۔۔ ۴۹

”کہتے تو سہی۔۔۔ ۵۰

راس سہاری نے کہا۔

کل سے وہ سو یا نہیں۔۔۔ کل وہ عروہ کے مارے ہیں آیا۔

آج اگر آئے اور تم سے مہمانی مانگے تو میٹھا اسے روزِ اسعاف نہ کر دیا۔  
 اسے اپنے کئے کی سزا کائنات سے دیا۔ ۱۱۔  
 روٹ کے چہرے پر رومی کے آثارِ دیکھ کر جس پر سے مجھ پر دستِ  
 بچے میں دے لے۔

تہیں خود گنہگار کو ہو رہا ہے۔۔۔ یہ راستہ کا علم مجھ سے  
 حصہ ہوتا ہے۔۔۔ میں کیا تمہیں پہچانتا ہوں ہوں۔۔۔ تم میرا ہی  
 تریٹ ہو۔۔۔ میں تمہارا ہاتھ کہہ سکتا ہوں کہ تمہیں اس کی  
 نسبت زیادہ دکر ہو رہا ہے۔ ۱۱۔

راہِ مہاراجی سے ملے جائے کے بعد وجہ سے مس و حرکت میں  
 رہا۔ اسے ال ماتوں کی ترن ہی نہیں تھی۔ اس سے تو یہ ادا کا تھا  
 کہ وہ ایسے دل کو مسوٹا لے گی جس کا۔ یہ خیال تھا کہ ماسک کیا  
 جٹ کا کر گیا ہے بدلے کے لئے رہا کیلا نہیں آئے گا۔  
 اس مہاراجی کو سنا تو لائے گا۔

بڑا مار اس مہاراجی حب و عیر سے قدم اٹھا ہوا  
 مہاراجی تر۔ صرف روٹ کے سے پر سے حوص کا بھر پٹ گیا  
 کہ جس شخص کا وہ بہت احترام کرتی تھی اس کے لئے بھی اس کے  
 دل میں اب کو ڈا احترام رہا۔۔۔ جو کہ ماسک کے تیارے اشاروں  
 ہوا اشاروں میں جہاں۔۔۔ یہ کو یہ ہدایت کا تھی کہ وہ اس کے بیٹے  
 کو آسانی سے سام کرے۔۔۔ وہاں ایسے بیٹے کو قریب سے بہت  
 کہ اس کی۔۔۔ مہر کیف اس مہاراجی کی آمد سے روٹ کا دل بھر کر  
 کر دیا تھا۔

اتے میں کالی پر نے اُڑ کہا۔

”ماں جی — تو پھر گھر چلا نکھرا دوں کہ ہمیں آسکرں

گنا۔“

کالی پر مارا ہوا تھا۔ دھجے نے دراز سے اُڑ کر جواب دیا۔

”میں تو یہ کہتی ہوں کالی پر کہ تم نے گھر چلا نکھرا دیا ہے تو پھر

ایک مہینے کے لئے چلا ہی جاؤ۔“ اس کی بات سنی وہ مائیکل اور ماہی

طرح تم گھر بھی رہ آؤ گے۔ بہت دنوں سے گئے نہیں ہو۔“

کالی پر دت کا یہ جواب سسک کر تیرا لارہ گیا۔ — آخر کار

راضی ہو کر بولا۔

”اچھا تو میں ایک مہینہ کے لئے گھر چلا جاتا ہوں۔ ماہی! —

کالی پر کے چل جانے سے حد دے۔ اپنا کمر دیکھو بہت ہشیاں

ہوئی۔ وہ کالی پر کو دیکھ سکتا۔ دراصل کالی پر کو دیکھتے ہوئے بھی

اسے شرم غسوس ہو رہی تھی

دھجے کی رہبرداری کا کام یہ تھا۔ اسے منع کروں میں۔ دتا تھا

سلسلے ہی لہجے کا ایک گھما پڑتا تھا کہ اس کے بالائی کمروں سے

کچید میں دکان نہیں دیتا تھا۔ اس کے ملازمہ شریکا، ماہی

دیر اور میں جو بیٹھنا سا دروازہ تھا اس سے بہتہ ملا جاتا تھا کہ کوئی

مادر کس وقت آتے ہے اور کب جاتا ہے۔

— اس کے حد ریاں، دگر کے بند۔ آج۔ وہ غمزدہ کام

رہنے آتے تھے یہ ہیں۔ — بے شرم کے مارے۔









مکہ میں داخل ہوتے دیکھا تو خوش ہو کر رہ گیا مگر اس نے اس صاحب کو  
 پہچان لیا جس نے قریب ہر اس سے کہ سوال فرمایا تھا۔ اس نے صاحب  
 کو یہاں پہنچنے کے بعد سڑک سے تھوڑے سے فاصلے پر دیا

مکان۔ دو اسی نام کے گھر پر رہا تھا۔

وہ نے اسی کا سہارا اور رابطہ بنا لیا۔ اس نے اس کا  
 بعد پریدہ کر کے میں داخل ہوا۔ اور اس نے ہاتھ جوڑ کر  
 سنے کی۔

اس نے اس کا پیٹ میر پر رکھ دیا اور مکرراتے ہوئے بولا۔

یہ دیکھو ہاں کہ میر تقی دو اسے معجزہ دکھانا ہے۔

وہ سوچا۔ یہ تھی کہ وہ شاید اس سوال کا جواب ہیں۔ اس  
 کے گناہ۔ یہ اچانک اسے اس میں ہوا کہ پریدہ کے ہم ادب و ملائم  
 رہے۔ اس کے دامن سے سارے انگلی۔ کہ وہی تھی۔ خود مراد سوتی  
 کے عالم میں اس نے کہا۔

آپ نے یہ کیسے حاما۔ مجھے دیکھ کر یا کسی سے سکر۔

پریدہ: "ا"

اسکر۔ کیوں۔ کیا آپ۔ دیا، یا ان کے منہ سے سنا ہیں  
 کہ میرے سہ کو استعمال کر کے کے سمائے اس پر مڑا لے ہی سے آدمی

بیارنا حاق رہتی ہیں۔

یہ کہہ کر فریدہ نے ہاتھ ملد کھائے۔ جس کا گورج سے درو دیوار  
 کا۔ اٹھی۔

وہ سہی کو وہ یال ان کے منہ سے ساری بات سکر ہی

یوں مذاق کر رہا ہے — وہ اس کے قہقہہ پر جمے ہالہ اکٹھی اور جکی  
لیٹے ہوئے لوگ۔

’شاید ماتی آ رہی سیارہ دو دو کرے کے لئے۔ آپ سہ لکھسے آئے  
ہیں۔‘

اس سختی پر سریدر کی ہسی اگ گئی۔ پھر وہ لولا

’یہ کہہ رہا ہوں۔‘

و جے لے کہا۔

’اس لئے شاید آپ بہت خوش رہے ہیں۔‘

سریدر نے سنجیدگی سے کہا۔

’خوش ہو رہا ہوں۔‘ — ’ہیں۔‘ — ’جس میں یہ بات سنی

مقامی تو پہلے پہل واقعی بہت خوش ہوا تھا۔ مگر بعد میں مجھے رکھا ہوا۔

ملاس مار کا عمدہ بہت حرا سا ہے۔ — عرصہ میں آکر دوسرے کی توہیں

کر دیتے ہیں۔ لیکن وہ بعد میں پچھتاتے ہیں۔ — اگر کوئی عرصہ میں

آپ کی توہیں کرتا ہے تو اس کا قہقہہ ہرگز نہیں ہے کہ آپ بھی ہیش

حوا سے بفر سے دیں۔ — میں یہ کہتا ہوں کہ مجھے اس واقعہ پر

حقیقتاً بہت دکھ ہوا ہے۔‘

و جے دل ہی دل میں بہت خوش ہوئی کہ اس آدمی کا دل کتنا وسیع

اور پاکیزہ ہے۔ — وہ چہرے کی عرصہ سے لولی۔

’آپ کو دکھ بھی ہوا ہے۔ مگر آپ کی ہسی بھی نکلی جا رہی ہے۔‘

یہ کہہ کر وہ خود بھی ہنس پڑی۔

میں یہ کہتا ہوں مجھے سخت رنج پہنچا ہے۔ — مجھے اس

دور علم نہیں تھا کہ آپ دونوں کے درمیاں کتنا رشتہ ہے ۛ  
 وہ تنہا ڈیویر کا خانہ کھڑا رہا اور پھر بولا — اس دن ملاس کے  
 پتا چلے مجھے پیچھے بیٹا کر ساری باتیں سمجھا دی تھیں — کل دیال  
 کو لے بھی جاتا تھی — یہ باتیں سکر میں واقعی ترسدا ہوں۔  
 آپ دونوں کبھی نہیں — ۛ

اس کا آخری جملہ سکر وے کی آنکھوں میں آسو آگئے۔  
 وہ مدھم مدھم کر آپ آسو جھپکاتے لگی۔

رہیدوے پوچھا۔

اس دور کالی پر کے ہاتھ آپ کے حور و حسن اسٹیشن پر کیوں  
 بھجوانا تھی — ۛ

وہ مدھم مدھم کھلا صاف کر کے نول۔

”ابن جیر آپ نے خود ہی لڑائی جاتی تھی — ۛ

رہیدوے کہا۔

لیکن آپ نے اس کے ہاتھ قیمت کی بات تو کہلوا رہی تھی۔  
 ویسے تو میرا

وہ لے کہا۔

سمار میں مجھ سے غلطی ہو گئی تھی — لیکن آپ نے اس  
 غلطی کا نتیجہ بہت بڑی سزا دی — ۛ

رہیدوے ترسدا ہو کر کہا۔

کولی پر لے تو کہا تھا .. ۛ

وہ بات کاٹتے ہوئے نول — میں ساری بات سن چکی

ہوں۔ میں اس بات پر خرم ہو کر رہ سکتی تھی کہ میں آپ کو کوئی انعام دے رہی ہوں۔ آپ نے مجھے یہاں آکر ایسے ہاتھوں سے سراہتی آپ نے ہو کر کے درمیان مجھے دلیل کیوں کیا۔“

یہ کہتے کہتے اس کا گلا سمٹ گیا۔

ریدر۔ شرمندہ ہو کر وجہ کے مسئلہ کی طرف دیکھا۔ وہ گردن جھکا کر کھڑکی کے باہر دیکھ رہی تھی۔ اس کی گردن میں سونے کی کشتی کا ہیرا جک رہا تھا۔ وہ لوں تنوڑی دیر تک مائیش رہے۔ میرے ریدر نے کہا۔

”دراصل سبھی مجھ سے ہوتا۔“

۱۰

رجے نے یہ چھا۔  
آپ سے غلطی کیوں ہوئی۔“

ریدر نے ٹوٹے پر سکون لپٹے میں کہا۔

ملاس سہاری کے ہاتھوں میری رورہیں ہوئی تھیں اس کے سائے میں آپ نے کچھ باتیں کہی تھیں۔ چہ و چہ تھی کہ اس سہاری ماور مجھے پیچھے لے مار کر سمجھاتے رہے۔ میں اہول نے انگٹا مٹا کیا کہ ملاس مت آپ کا کیا رشتہ ہے۔ میں سوچا آج گویا کہ ملاس مجھ سے ملا وجہ دھنسی مول نہیں لے رہا۔ اس کے پاس اس کے لئے مضبوط درجہ موجود تھی۔ اس کے ماور خود آپ سے سیاری کی حالت میں خراباتیں کہیں دیں۔ اس نے میری نمید حرام کر دی۔ میں مارا اس ہو کر بلا گیا تھا۔ لیکن آپ یہ سسکر جیڑاں ہوں گی کہ میں آپ کو صرف ایک نظر دیکھنے کے لئے یہاں اسی واقعہ کے بعد دو تیس

مار آچکا ہوں۔ ا۔

یہ کہہ کر وہ سسٹا پڑا۔ پھر لولا۔

ایک مسوت میری گردن پر سوار ہو گیا تھا۔ ا۔

دوڑے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ چپ چاپ بیٹھی رہی۔ پھر

اچانک اٹھ کر ساتھ والے کمرے میں چلا گئی۔ ریدر نے حیرت سے

اس کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے آپ سے کہا۔

مجھ سے۔ مائے سکر کوئی مدد ملی ہو گئی ہے۔ ا۔

اتنے میں ملازم۔ آکر کہا۔

”مارو جی۔ آپ جائے لگا ہیں۔ آپ کے لئے جائے

تیار ہو رہی ہے۔“

ریدر نے بھرا کر کہا۔

”جائے کا ضرور سامہیں۔“

”مارو جی۔ یہ کہا ہے کہ آپ دانیٹھے رہیں۔“ یہ کہہ کر نوکر

چلا گیا۔

ریدر کو اور بھی حیرت ہوئی۔

بیدرہ مسٹ کے بعد دوڑے نوکر کے ہاتھ میں چائے اور ایسے ہاتھ

میں کھائے کچیزوں کی ایک فطرت قائم ہوئے کمرے میں داخل ہوئی وہ

اپنے دھاروں سے آسودوں کے ساتھ ساتھ کچھ میں کامیاب نہیں

دیکھتی تھی ایک دل تھا کہ ریدر نے ایسے ہاتھ سے اس کی ٹوڑی پکڑ لی تھی۔

لیکن آج وہ ایسا کرے کہ بہت نہیں کر سکتا تھا۔

نوکر میرے چائے کا سامان رکھ کر چلا گیا۔



مستری رکھ کر دے ریدر کے قریب کر کے بیٹھ گئی۔ ریدر۔  
مستری پر جھینا۔ اور کھانے میں یوں معرودہ ہو گئی جیسے اسے کتہ کوک  
لگی تھی۔

ایک چھوٹے مسٹ کا ماموسی کے بعد دے اتنا میڈر

آپ نے ایسی بات تو حتم ہی نہیں کی۔

کوئی سی ماں۔۔۔ ریدر نے بوجھا۔

اسی پاگل سنوت کی ماں کو آپ کی گردن پر سوا۔ ہو گیا تھا۔

کیا وہ سنوت اب آگے کی گردن سے اتر چکا ہے۔؟

ریدر ہمتا ہوا ہوا۔

ہاں۔۔۔ اب اتر چکا ہے۔۔۔

رہے لوں۔

بھرتہ آپ بچ گئے۔۔۔ ورنہ وہ آپ کو کچھ اور دوڑاتا۔

ریدر نے پائے کا پیالہ منہ سے لگاتے ہوئے کہا۔

ہاں۔۔۔

دے کوئی اچھی سی ماں کہا چاہتی تھی مگر اسے کوئی ماں سوچی

ہاں نہیں۔۔۔ گھڑی دیر کے لئے کمرے میں ماموسی سلط رہی۔

ریدر۔۔۔ پائے کا پیالہ حالی کر کے میز پر رکھ دیا۔۔۔

گھڑی نکال کر دیا۔

سب دس مسٹ ماتی ہیں۔۔۔ میں جلتا ہوں۔

رہے ٹہ پیار سے بوجھا۔

کیا لگاتے دسپس ماں کے لئے ہی آخری فرین ہے۔؟

رسید را نہ کر کفر ہو گیا — — اور سر پر ہیٹ  
 رکھتے ہوئے لا۔  
 "ایک کٹاری اور مٹی مالتی ہے — ڈیڑھ گھنٹے کے بعد  
 مائے گنا — چائے ہوں — مسکار —"  
 اپنی جیٹری اسٹاک روہ کرے سے اہر نکل گیا۔

## دسواں باب

ملاس ٹھیک وقت پر دمڑ آتا تھا اور ایسا کام ختم کرے کے بعد  
 واپس بلا ماتا تھا۔ کون سا مزدوری مات پر تو تڑا آدمی بھیج کر دے  
 کیا صلاح لے لیتا تھا۔ ٹھیک خود کبھی کمر کے اندر یاؤں نہیں  
 رکھتا تھا۔ دے جیسی ماں مکی تھی کہ جب تک وہ اسے خود نہیں  
 ملائے گی تب تک وہ اس کے پاس نہیں آئے گا۔ اب بلا اس کے  
 روتاؤ سے غرور اور سخت کہہ رہیں آتی تھی۔ اس لئے دے کا غم  
 کس نہ ڈائیڈ جیک تھا۔

دے یہ سوچ کر سمجھا دل ہی دل میں مادم ہوئی تھی کہ اس روز اس  
 نے ایک ٹانگ کھیلنا تھا۔ دے کو اس مات پر بھی ترس آرہا  
 تھا کہ جو شخص رمیداری کے کام کے سلیٹے میں اتنا بلند مرتبہ رکھتا  
 تھا اسے اسے بہت ہی حقیر سا دیا ہے۔ اس کے دل میں یہی گھڑ  
 لگی ہوئی تھی کہ ایک دن دے کے ملازم کسے پہر کو اس کے گھر میں داخل

ہو کر کہا

”اسکے لالو آب سے لسا لیا جتے ہیں۔“  
 دسے خط لکھ رہی تھی۔ دسے نے منہ اٹھائے بغیر کہا۔

”آئے دو۔۔۔“

اسی کے دل میں کئی دسوسے پیدا ہوئے۔ اس کے کمرے میں داخل  
 ہوا تو وہ اٹھ کر کمری ہو گئی۔ مسکاد کر کے دلی۔

”آئیے۔۔۔“

اس کے کمرے پر بیٹھے ہوئے کہا۔  
 ”کام بہت زیادہ تھا اس لئے میں۔۔۔ آسکا۔ کیا آپ کی صحت  
 تو اچھی ہے۔۔۔“

دسے نے گردن ہلا کر کہا۔

”ہاں۔۔۔“

”گیا وہاں دوا میل رہی ہے۔۔۔“

دسے نے اس سوال کا جواب دیا۔۔۔ اور اس کے لئے اسیا  
 سوال۔۔۔ دہرایا۔۔۔ وہ فرلا۔

”کل نے سال کا یادوں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کل سب کر جے  
 کر کے ملگو تو پوچھا جائے۔۔۔“

اس نے اپنے پہلے سوال کے جواب پر زور نہیں دیا تھا۔ اس  
 سے دسے کے دل پر سے بھارتی وجہ اتر گیا۔ وہ خوش ہو کر لولی۔

”یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے۔۔۔“

”ہاں۔۔۔ لیکن کسی وجہ سے مدد ماننے کی سہولت ہمیں مل سکے گی؟“

اگر آپ کو اعتراض ہو تو اسی عکے  
 "اں ہاں گھر کو دیولوں اور بیٹوں سے سمایا جاسکتا ہے آپ کے  
 مکان میں بیولوں کی کوئی کمی نہیں — مانی کو حکم دید کہ وہ  
 سویرے جلا"۔

ملاس سے اپنی سرت کو دباتے ہوئے کہا۔  
 میں سارا سدا دوست کر دوں گا۔"  
 دے نے کچھ سوچ کر کہا۔

کل سے سال کا پہلا دن ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ کل کچھ کھائے  
 پیے کا انتظام بھی ہو چاہیے۔

ملاس نے اس تحریر کی بھی تائید کی۔ وہ لولا۔

میں گھما تے کہ اس سلسلے میں حکم دیدوں گا۔"

ملاس جب دو چار مرید باتیں کر کے دہاں سے ملا گیا تو بہت دنوں کے  
 بعد دے کے دل میں اطمینان اور سرت کی لہرائشی — اس دور کے  
 واقعہ کے بعد اسے خود کہ ہور ہا تھا اب وہ ختم ہو چکا تھا۔ اس نے  
 ایک گہرا سانس لیا۔ وہ ملاس سہارسی کی باتوں پر غور کرنے لگی  
 اس نے دیکھا کہ ملاس اس بہت ریا دہ محنت کرتا ہے — یہ بات  
 اس کے حسد سے غیہ ہوتی تھی۔ لیکن دے کے دل میں اس کے لئے  
 پیار کا جذبہ ایک آن بھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ تمام کے ادھیرے میں  
 جب وہ تنہا ہوتی تھی تو اسے یہ احساس ہوتا تھا کہ کسی شخص کی پر جانی  
 اس کے قریب آئی ہوئی ہے — اور وہ شخص ملاس نہیں ہوتا تھا۔  
 کتابوں کا مطالعہ اور سلائی کا کام بھی کر کے وہ گہری سوچ میں ڈوب جاتی

تو اس کے دہن میں لاس کا دور دور تک کہیں یہ رہتا ملاس چلا گیا  
تو وہ اپنے پیچھے اپنا کوئی نقش - چھوڑ گیا

پھر کسف اس نے ملاس کو معاف کر دیا  
انگلے دور صبح کو دھجے بیدار ہوئی تو اس نے ساکر ملاس رکروں  
کے ہمراہ گھر سماے میں مصروف ہے — رہ کبھی علدی سے تیار ہو گئی  
اور نیچے آکر اس نے ستراتے ہوئے کہا۔

”آپ نے مجھے ملاکیوں - سمجھا — ۸۶

ملاس پیار میرے امداد میں لولا۔

”اس کی ضرورت ہی نہیں تھی — ۸۷

وہ جے سے ہنس کر جواب دیا۔

”ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں اتنی مست ہوں کہ اس کا میں  
کبھی آپ لوگوں کی مدد نہیں کر سکتی — حیر — یہ تا نیچے کہ  
میں کیا کر سکتی ہوں — ۸۸

آج بہت دنوں کے بعد ملاس مہا اور ملا۔

”تم یہ نگرانی کر سکتی ہو کہ کسی کام میں کوئی جوک تو نہیں ہوئی۔“

بہت اچھا — ۸۹

یہ کہہ کر وہ جے ایک کورچر پر بیٹھ گیا — تنہا ہی دیر کے  
بعد اس نے یوحیا۔

”کھائے پیے کا کیا انتظام کیا — ۹۰

ملاس نے پتھر میں کر کہا

”سب ہو چکا ہے — کوئی ٹکڑہ — کچھ — ۹۱

”نومیر میں اس طرف ہتھیکیوں دعاؤں —“  
 ”مالکین ٹمک — اکبر کمر لاس کام میں جٹ گیا  
 آ کر تے مک سارا کام مکمل ہو گیا — اس عرصہ میں دے  
 لاس کے پاس کئی مار آئی اور چیتو نے موٹے کاموں میں اس کا  
 شورہ لیتی رہی — دونوں کو اس مات کا احساس مک نہ  
 ہوا کہ مار لگنے کا عدہ معدوم ہو گا ہے اور اس حیثیت پر  
 سے شکافی سے ہونے لگی ہے۔  
 دے دے سے ہونے کہا۔

میں دیکھ رہی ہوں کہ اس حوش و حروش میں ہم سے  
 ایک تھول ہو گئی ہے۔“

”وہ کیا —“ اس نے پوچھا۔  
 ”ہم ہیں تو صرف یاد پائیج آدمی — لکین کھائے کا انتظام  
 بیس آدمیوں کے لئے کیا کیا ہے۔“  
 ”یہ تو کوئی بری بات نہیں —“ بلاکس دلا ”بابو جی  
 اپنے کئی رستہ اردو کا دعوت دیدی ہے۔ لکین کو آئے گا۔“  
 اس مات کا مجھے کوئی علم نہیں —“  
 ”جے جے حیراں ہو کر لگھا۔

”یہ مات مجھے پہلے تو بتائی ہی نہیں گئی۔“  
 ”کیا مارو جی نے خط لکھ کر نہیں اس کی اطلاع نہیں دی تھی؟“  
 ”نہیں —“

لکین اہولے فوصاف طور پر کہا تھا۔ ”لاس کچھ

کہتے کہتے رک گیا

و جے لے پوچھا۔

”کیا کہا تھا۔“

”ملاس لے ایک لمحہ کے لئے سوچ کر جواب دیا۔

’ شاید مجھ سے سسے میں غلطی ہوئی۔۔۔۔۔ یا میرا وہ خط لکھنے کی بات سمول گئے۔‘

و جے لے اور کوئی سوال نہ کیا۔ اور ایسا کہ اس کے دل میں اٹھی ہوئی مسرت کی لہر دہ گئی۔

آدھ گھنٹہ کے بعد اس بہاری خود حاضر ہوئے۔ اور لوہکے ایک وہ سب لوگ آگئے جس کو مدعو کیا گیا تھا۔۔۔۔۔ ان لوگوں میں سب پریم سماجی ہیں تھے۔۔۔۔۔ اس بہاری نے ان سب کا صدق دل سے سواگت کیا۔۔۔۔۔ جس لوگوں سے وجے کا تعارف نہیں تھا۔ ان کا وجے سے تعارف کروایا گیا۔۔۔۔۔ انہوں نے تعارف کراتے ہوئے یہ بھی اشارہ کر دیا کہ ان کے بیٹے کا وجے سے بیاہ ہونے والا ہے۔۔۔۔۔ وجے نے ان سب مہمانوں کو میٹھ مارے کی دعوت دی۔۔۔۔۔ اتنے میں دیال مانو سہی آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ وہ اکیلے ہیں تھے۔۔۔۔۔ ایک جنچیل دو تیز بہی ان کے ہمراہ تھی۔۔۔۔۔ وہ کافی خودصورت تھی۔۔۔۔۔ اس کی عمر وجے سے کچھ زیادہ تھی۔۔۔۔۔ دیال مانو نے ایسی بھانجی سا کر سب سے اس کا تعارف کرایا۔ اس لڑکی کا نام ملی تھا۔۔۔۔۔ کلکتہ کے کالج میں بی اے ہے جس پر ممتی تھی، مگر میوں کی جھٹیاں ابھی شروع



ہیں، وہ تیس لیکس مانی کی بیماری کی مر سکر ملی آئی تھی اور حیا ل تھا کہ گرمیوں کی جھٹیلیاں یہیں کاٹ کر جائے گی۔

رہے لے کلکتہ میں ملی کو کہیں ملی۔ دیکھا جو یہ مات ہیں کسی۔ لیکس دونوں میں مات جیت گئی ہیں ہوئی تھی وجے لے لڑے تپاک سے اس کا حیر مقدم کیا اور اس کا ہاتھ کیسیج کرا سے ایسے کرے میں لے آئی۔ اسے ایسے قریب ٹھاکر اس سے ماتیں کر لے لگی۔

یو حاسار سے دسے شروع ہونے والی تھی سب لوگ ماہر ماکے میں لیا رہے تھے عیس اس وقت گھر کے اندر اس بیماری کی آوار سائی دی۔ دڑے احترام کے ساتھ کسی سے کہہ رہے تھے۔

آؤ دیا آؤ۔۔۔ میں مانتا ہوں کہ تم بہت مصروف رہتے ہو۔ لیکس جیسے امید ہیں تھی کہ تم وقت نکال کر آسکو گے۔

اسکوں سا مصروف آدمی ہے۔ یہ جانے کے لئے دے لے مسہ اٹھا کر دیکھا تو سامنے سرید رکھرا تھا۔ اسے ایسی آنکھوں پر اعتبار نہ آیا ملی لے کسی اس طرف مسہ اٹھا کر کہا سرید رمالو ۱۱

اسے واسلہ ہارے ملایا ستہ اور وہ عورت مسطور کر کے اس گھر میں آگیا تھا۔۔۔ یہاں آیا حیرت انگیز واقعہ تھا کہ وجے کی سوچے کی ساری طاقتیں سب مرگئیں۔۔۔ وہ اس طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ لگی۔ اتنے میں اس بیماری اسے اندر لے آیا۔۔۔ ان کے۔۔۔ جیسے۔۔۔ جیسے کچھ اور لوگ بھی چلے آئے

اس مہاراجی نے سرید اور ملاس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔  
 تم دونوں کھائی ہو چونکہ تم دونوں کے پتا گہرے دوست تھے۔ آج  
 سنے سال کا پہلا اور سادک دن ہے۔ میری خواہش ہے کہ تم دونوں  
 ایک دوسرے کو معاف کر دو۔  
 یہ کہتے کہتے ان کا گلا رہا ہو گیا سرید سے رداست نہ ہوا۔  
 اور اس نے آگے بڑھ کر ملاس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔  
 اور لولا۔

”ملاس مانو۔۔۔ میرے سارے قصور معاف کر دو۔  
 میں آپ سے معافی مانگتا ہوں۔“  
 ملاس نے ہاتھ توڑ دیئے اور سرید سے علی گڑھ ہو کر لولا۔  
 تصور تو میرا سما سرید۔۔۔ تم مجھے معاف کر دو۔  
 لوڑ میں اس مہاراجی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ لولے۔  
 اے مہنگراں۔۔۔ میں تیرا لاکھ لاکھ شکر بجا لاتا ہوں۔  
 تو نے بڑی دیا کی ہے۔“

یہ کہہ کر اہوں نے دونوں ہاتھ جوڑ کر ماتھے سے لگائے  
 اور چادر کے کونے سے اپنی آنکھیں پوشیدہ ہوئے اہوں نے  
 کہا۔

”کاستی یہ دن تم دونوں کی دوستی کا بیامری ہو۔“  
 دیال مانو کے سوا کوئی حقیقت حال کو نہیں جانتا تھا۔  
 اس مہاراجی نے دیال مانو کے چہرے کے حواس معاصی لئے  
 اور بولے۔۔۔ آج کی حالت اور آتے دنوں وقت کا کٹا ہے۔

میرا وہ بھی مٹا ہے۔ آج میرے لئے ٹی بی مسٹک تھا۔ میرے دونوں بیٹے گلے مل بیٹھے ہیں۔ میں پلور کیا کہوں تھا۔

کسی خوشی کا اظہار کیا۔

اس سہاری ایسی آنکھیں بوجھتا ہوا ایک کرسی پر بیٹھا۔ لوگوں نے اس کے گھبر چہرے کی طرف دیکھ کر اندازہ لگایا کہ اس کے دل میں عداوت کا قہر ماں اٹھا ہوا ہے۔ اس لئے وہ ایک صلی لفظ کہنے کی ہمت نہیں رکھتا۔ دیال ماں ایسی سعید داری کو سہلاتے ہوئے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ امداد ہوں نے سہکوت گیتا کا ہاتھ ترو تار کرے سے پکے کھا۔

حس مگد یا کیرہ دل ملتے ہیں وہاں سبگوں موجود ہوتا

ہے۔ اس کے بعد اہوں نے بیدار مسٹ تک ایدلیس۔ یا۔ جسے سب نے ہمہ تن گوش ہو کر سنا۔ اس سہاری رات و قمار۔

رہے کے دل کی مات کو کوٹا۔ جان سکا۔ وہ بیکر کی سورتی س کر بیٹھی رہی۔ اس نے جب آنکھیں اٹھائیں تو وہ بھی بیکرانی ہوئی تھیں۔

اس سہاری نے اٹھ کر دیال ماں کو گلے سے لگایا اور لوٹے۔

”دیال مٹیا۔“ سہاری ہی آتیر۔ او سے

دیال بابو کی آنکھیں ڈنڈا آئیں مگر وہ خاموش رہے۔

ساتھ کے کمرے میں صیانت شروع ہوئی۔ راسی سہادی اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور بولے۔

میں آج آپ سے ایک آرڈر تیراؤ کی سبک مانگتا ہوں۔ اگر آج سہ ماہی رہے تو ایسی میٹھی کے سیاہ کئی بات تو دہی آپ لوگوں سے کہتے تھے۔ یہ بات۔ کہنی بڑتی۔ آج یہ سہ ماہی میرے کدھوں پر آ کر چھا ہے۔ اب میں دو لہا اور دو لہس کا ماب ہوں۔ میں نے اس مہینہ کے آخر میں سیاہ کئی تار دیکھ کر دی ہے۔ یورپیہا کے موقع پر۔ آپ آرڈر دے دیجئے کہ یہ سارے کام خوش اسلوبی سے سرانجام پاتے۔ ۱۰

یہ کہہ کر انہوں نے صیانت سے سولے کے کھڑے نکالے اور دیال بابو کے ہاتھ میں دیدیتے۔

دیال بابو وہ طلائی کھڑے لیکر دھجے کی طرف بڑھے اور ہاتھ بڑھا کر بولے

ایسے دیال بابو اور ہاتھ دھرتی لاؤ میٹھا۔ ۱۱

ست س کر میٹھی ہوئی دھجے کوئی حرکت نہ کی۔ دیال بابو نے سیرا ایسی التجا دہرائی۔ مگر وہ بدستور سچس و حرکت میٹھی رہی۔ ملی دھجے کے قریب میٹھی تھی۔ اس دھجے کے دونوں ہاتھ لیکر دھجے۔ دیال بابو دھجے کے دلی خدمات کو جانے بغیر وہ کھڑے ہتھمکڑیوں کی طرح دھجے کے کھاتیوں میں بیٹھا دیتے۔ اور آرڈر دے دی۔

کوئی کسی اصل معاملہ کو سمجھ نہ سکا۔ سب بے بہی عالم کہ دے  
 ستر رہی تھی اس لئے اس بے ایسے اہمہ آگے نہیں بڑھائے تھے۔  
 ماردوں طرف سے مبارکباد کی صدا آنے لگی۔

کھائے پیے کا کام ختم ہوا۔۔۔۔۔ دیر ہو رہی تھی اس لئے  
 لوگ اک ایک کر کے وہاں سے چل پڑے۔۔۔۔۔ اس بیماری عانتا تھا۔  
 کہ دے کس طرح مہانوں کا حال دیکھتے ہوئے چپکے سے کر دے  
 یہاں لئے تھے۔ ہر کیف وہ بھی اٹھا اور ایک لڑو میں رکھتے  
 ہوئے مسکرا کر چلا

”میں بھی جلتا ہوں۔۔۔۔۔ رڑھا آدمی ہوں۔۔۔۔۔ دھوپ تیر  
 ہوگئی تو گھر پہنچا مشکل ہو جائے گا۔“

اس کے بعد وہ آستیر داد دیتے ہوئے دھیرے دھیرے کمرے  
 سے باہر نکل گئے۔

سب لوگ چلے گئے۔۔۔۔۔ کیس۔۔۔۔۔ جے اور مینی اب بھی سرآمدے  
 میں کھڑی کھڑی مائیں کر رہی تھیں۔ دے بے کجا۔

”تم سے مل کر میں بہت خوش ہوئی ہوں۔۔۔۔۔ میں یہاں  
 تھا ہوں۔۔۔۔۔ ایسا کوئی نہیں تھا جس سے دو مائیں کر سکیں۔  
 آپ حب جاہیں یہاں آسکتی ہیں۔“

”ہاں بے خوش ہو کر کجا۔“

”میں ضرور آیا کروں گا۔“

دے لہی۔

”تاہم میں آج سہر کو آپ جی مزاج برسی کے لئے آؤں۔“

اور پھر وصفیہ کی طرف اشارہ کر کے بولی۔

دیاں مار شاید دفتر میں ہیں۔۔۔ آپ اکیلے کیسے عانتیں گی۔

کیا میں انہیں ملا سکتی ہوں۔۔۔ ۱۱

یہ کہہ کر وجے کسی ملازم کی تلماس میں آگے بڑھی۔ کسی سے اسے روک لیا اور بولی۔

”تو کام مہم کر کے شام کو گھر آئیں گے۔ ۱۱

اجیتا تو میں دریاں کو ملاتی ہوں۔۔۔ وہ آپ کو گھر تک

جھوڑ آئے گا۔ ۱۱

”سہیں۔۔۔ اس کی ضرورت نہیں۔ ۱۱“ ملی نے

جواب دیا۔۔۔ میں سریدر ماما کا انتظار کر رہی ہوں۔ وہ ایسے

اچھے ماما سے ملے گئے ہیں۔ اسی آج آئیں گے۔ ۱۱

وجے نے حیراں ہو کر یو چھپا۔

”کیا آپ سریدر ماما کو جانتی ہیں۔ ۱۱

پہلے تو نہیں جانتی تھی مگر ماما جی کی جیٹھی ملی تو میں سے

اسٹیس براہیں دیکھا۔ ہم دونوں ساتھ ہی آئے ہیں۔ ۱۱

وجے بولی۔

”اوہ۔۔۔ یہ بات ہے۔ ۱۱“

ملی نے کہا۔

”ہاں۔۔۔ بڑے ہی حیرت انگیز آدمی ہیں۔ دونوں کی

لاقاب دوستی میں تبدیل ہو گئی ہے۔ آج دوپہر کو ہمارے

گھر میں کھانا کھا کر کلکتہ عانتیں گے۔ میری ماما تو انہیں ایسا



اگر یو چھ چکا ہوں تو میرا کیا ہوا۔ آپ فوراً مار اس ہو جاتی ہیں  
یہ آپ میں بھاری نقص ہے۔ ۱۱

وہ بے ایسی ہنسی دلاتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔  
”آپ کی طرح کوئی بے عیب کیونکر ہو سکتا ہے۔ اس پر بھی  
دیکھتے۔ کالی ریحیے لوگ بھی ہیں جو آپ کے مارے میں یہ رائے رکھتے ہیں  
کہ آپ بہت عجیب ہیں۔ ۱۱

کالی ریحیے کا نام سسکر سیدرے زوردار قہقہہ ملد کیا۔ ۱۔ ریحیہ  
بہسی روک کر اس نے کہا۔

”آپ تو بہت سخت روٹھ جاتی ہیں۔۔۔ تصور دار کو ہرگز  
معاف نہیں کرتی ہیں۔ ۱۱

دوبارہ سسکر سے وہ بے جہرہ مٹرخ ہو گیا۔ اور پھر اس نے  
ماں کا رخ پلٹے ہوئے کہا۔

”آپ یہیں سہا دھوکہ کھانا کھا لیجئے۔ ۱۱  
یہ کہہ کر وہ بے ملنی کے منہ کا طرف دیکھا۔  
مامی جی راہ دیکھ رہی ہوں گی۔ ۱۱“ ملنی نے کہا۔  
وہ بے کہا۔

”میں ابھی آدمی بیچ کر انہیں مطلع کئے دیتی ہوں۔ ۱۱“  
ملنی سسکر و پنچ میں پڑ گئی۔ اور پھر وہ سوچ کر بولی۔  
”مجھے تو ماما ہی پڑے گا۔۔۔ ماما بیمار ہیں۔۔۔ دو بہر کو اس  
کے پاس رہے بغیر کام نہیں چلے گا۔

ماتا سسکر تھی اس لئے وہ بے کوئی صدر کی۔۔۔ ملنی



یہاں سمجھتی ہے — ۱۔

وہ بے گردوں ہلا کر کہا۔

ہاں — بڑے ہی حیرت انگیز آدمی ہیں — ۱۔  
ملنے پہنچے لگی۔

’ میں خوش سوئی کہ آج ملاس مانوسے الہ کا ملاپ ہو گیا ہے  
— ملاس بابو کے تیا سہی حیرت انگیز آدمی ہیں — میرے خیال  
میں تو ہمارے سماج کے ہر ایک فرد کو ان کے نقش قدم پر چلنا چاہیے۔  
حسن دل، اس سہاری کسا آدمی جیسی سر ہم و معرہ گھر گھر میں  
داخل ہو جائے گا۔ اس دل میں سسٹھوں لگی کہ ہم سب کا کوششیں  
رہائیں — ۱۔

عین اس وقت اہولہ نے دیکھا کہ بریدر ہاتھ میں ٹوپی لئے  
ہوئے ان کی طرف آ رہا تھا

’جے لے ملنے کو مخاطب کر کے کہا۔

’رہ دیکھو۔ — وہ آ رہے ہیں — ۱۔

بریدر نے سر دیکھ کر آکر وچے سے کہا۔

’کیا دیکھ رہا ہوں — اتنی سی دیر میں آپ دونوں میں محبت  
کمی ہو گئی — آج بے سال کا پہلا دن کسی تدریس کا ہے۔  
آپ اتنی غلگلیں کیوں ہیں — ۱۔

وہ بے ٹری سادگی سے کہا۔

’آپ ایک دن میں یہ سوال کتنی بار پوچھئے گا۔  
بریدر بس پڑا ہے کیا یہ سوال میں پہلے بھی پوچھ چکا ہوں۔ ۱۔



اس کے چہرے کی طرف دیکھ کر رو رہا تھا۔

مردود ماروس۔ آپ یہیں بہاد ہو کر کھانا کھا لیجئے۔ میں  
ماکرانی سے کہہ دوں گی۔ یہیں کلکتہ مارے سے پہلے ملتے مردود  
مارے گا۔

”آپ نے جیسے کیا اتنا ہی سنگدل سمجھ رکھا ہے کہ میں ایسی مصیبت میں آپ کو حیرت زدہ پیدا جاؤں گا۔“

اور چراسے کے طرف سے پھیر کر کھار  
 "کپ کے یہاں تو ایک روز بہت اچھا کھانا کھاؤں گا۔  
 اب اجارت دیکھئے۔ اچھا مسکار ہے۔"

اس کے بعد اس نے طبی سے کہا

“علیہ السلام”

اس نے ٹوٹیا ایسے سر پر رکھ لی۔

ملی اس کے قریب آگئی۔۔۔ ان دونوں کا دمیاں اس  
طرح گیا ہن ہیں کہ ساں بر جڑھی ہوئی دو حیر یوں کی طرح دیکھتی  
ہوئی آنکھیں ان کو گھور رہی تھیں۔۔۔ دستے سرستے یاؤں  
مک ایک شعلہ حوالہ بنی ہوئی تھی۔۔۔ ریدر مانتے مانتے ٹوٹ  
آیا اور بولا۔

”اے حوٹن کا دل ہے۔ کیا آپ مجھے ایک خط بھیج سکتے ہیں؟ میں دوسروں کو آپ کو مل یا پڑوں سمجھا دوں گا۔“

سویندر نے ہنسنا بجا مانکر وجے کے چہرے کی طرف دیکھ کر

میں رہ سکا۔ ا

دے لے کہا

”دام لیکر شمع دیا۔۔۔ اے میں تمہارے ہیں سودااری سکتی ہوں  
تمہاری۔۔۔ میں آج کے سوداوں پر اسے پیچھے کا کوئی ارادہ نہیں  
رکھتی۔۔۔“

دے کی سگد لہیر بریدر حیراں دستدر رہ گیا۔۔۔ وہ آج تک  
دے کے مراج کو سمجھ نہیں سکا تھا۔۔۔ بریدر بھیاں ہی رہ سکا آج  
دے حید کی آگ میں مل رہی تھی۔۔۔“  
بریدر نے اداس ہو کر کہا۔

آپ سے میری حالت نہیں ہوتی کہیں ہے۔۔۔ میں نے ابھی لے  
اور سبازگی کو کبھی نہیں چھیا یا۔۔۔ آپ مجھے میری لے لسی کیوں یاد  
رلا رہی ہیں۔۔۔“

اور پھر اس نے مٹی کا طرب کر کہا۔

”میں تو تمہیں سہی اسارا مال شاکیا ہوں کہ کس طرح اپنے  
پتا کا قریب چکا۔۔۔ کے لئے گھر مارے ہاتھ دو جو چکا ہوں۔۔۔ کہنے  
کیا میں نے تمہیں سا۔۔۔ کی باتیں ہیں، تائیں۔۔۔“  
ہاں۔۔۔ اے مٹی نے بڑا حید کی سے کہا۔

دے کا رنگار، دیریا۔ وہ دونوں کو چپ چا۔ دیکھتی رہی۔  
بریدر نے پھر اس پر لہیر میں کہا۔

”آپ کو میری بات بہت دکھ ہوا ہے۔۔۔ حیرانے  
دیکھے۔۔۔ اگر میرا آپ کے سامنے کوٹا گستاخی کی ہے تو مجھے

معاذ کرو  
یہ کہہ کر وہ

ستہ میں

آئیے تو

— ۹ —

تو دیکھ کر یہ سب کچھ بتا دوں گا  
یہ سب کچھ آپ کو سب کچھ بتا دوں گا  
یہ سب کچھ آپ کو سب کچھ بتا دوں گا  
یہ سب کچھ آپ کو سب کچھ بتا دوں گا

وہ دیکھ کر اس کے کہا۔

اگر یہ اس طرح لوٹا جائے گا کہ اس کا  
میں آج کہیں بھی نہیں جا سکتا۔ اپنی ماں جی  
سے برکتی۔ لگا۔

تو یہ پتہ چل گیا تھا۔ اس کے پیر  
سے پتہ چل گیا تھا۔

یہ سب کچھ آپ کو سب کچھ بتا دوں گا

— ۱۰ —

یہ سب کچھ آپ کو سب کچھ بتا دوں گا  
یہ سب کچھ آپ کو سب کچھ بتا دوں گا  
یہ سب کچھ آپ کو سب کچھ بتا دوں گا  
یہ سب کچھ آپ کو سب کچھ بتا دوں گا

کر رہا تھا۔۔۔ سریدر ایک ایک رک گیا۔۔۔ جید لہجوں کے بعد  
ہر لیس آہ بھیا۔۔۔ اس نے ہایتے ہوئے کہا۔

آپ کو ماحی نے ملا یا ہے۔۔۔  
”مجھے۔۔۔“

”ہاں۔۔۔ آپ کو۔۔۔ چلئے۔۔۔“  
سریدر تھوڑی دیر تک سچس و حرکت کھڑا رہا اور پھر بولا۔  
”تجھے سمجھے میں غلطی ہوئی ہے۔۔۔ تجھے نہیں بلایا ہو گا۔۔۔“  
ہر لیس نے یقیں کے ساتھ گردن ہلا کر کہا۔  
آپ ہی کو ملا یا ہے۔۔۔ کیا آپ کے سر پر ٹوپی نہیں ہے۔

”چلئے۔۔۔“  
سریدر نے سمیر تھوڑی دیر کے لئے خاموش رہ کر کہا۔  
”تیری ماں حیا نے تجھ سے کیا کہا تھا۔۔۔“

”میں تو اتنا حاشا ہوں کہ ماں حیا جہت سے دوڑتی ہوئی آہیں  
۔۔۔ اہوں نے مجھ سے کہا۔۔۔ ہر لیس جا۔۔۔ اور مانو جی  
کو بکھولا۔۔۔ اں کے سر پر مہاجوں جیسا ٹوپ ہے۔۔۔ دوڑ  
کرھا۔۔۔ تجھے ایک اچھا حوتائے دوں گا۔۔۔ چلئے۔۔۔“  
اب سریدر کی سمجھ میں آیا کہ ہر لیس آسا سقرا کیوں تھا۔  
وہ حوتالیا جاتا تھا۔۔۔ سریدر کے حیا میں آئی کہ وہ ہر لیس کو  
جوتے کے دام دیکھو دیاں سے چلا جائے۔۔۔ لیکن وہ سوچے میں  
برگیا۔۔۔ دے دے مجھے کیوں ملا یا ہے۔۔۔ اس کے دل میں  
کھد کھد ہونے لگی۔۔۔ آحرا اس نے ایسے دل میں کوئی فیصلہ کیا

اور ہر لہجے کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ راستہ کھردہ سوچتا رہا۔  
 - مائے عجیب کیوں بلایا ہے۔ - وہ یہ سوچ نکلا کر ملا سیکھا مٹی  
 ایک بہت بڑی حقیقت تھی۔ اس نے ماہر کے کمرے میں قدم رکھا تو  
 سامنے دجے کھڑی تھی۔ وہ مسکرا کر ولی۔

- آپ کچھ کھائے بغیر کہاں جا رہے تھے۔ - میں بہت  
 سردی ہوں۔ خواہ مخواہ ماراض برعاقب ہوں اور آپ

کس نے کہا کہ آپ بہت سردی ہیں۔ -

دجے کے ہونٹ لرز اٹھے۔ اس نے سہا۔

- آپ ہیں تو کہا تھا۔ - آپ نے مجھے مٹی کے سامنے اس  
 درخشاں کیوں کیا۔ - آپ مجھے یہ سزا دیکر کھائے بیٹے لیر کیونکر  
 ماسکتے ہیں۔ میں نے آپ کا کیا لگاڑا ہے۔ -

دجے کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اور وہ بیٹے موڑ کر کھڑکی ہو گئی۔  
 سریدر بہت سادہ دیکھتا رہا۔ اس کا سچوڑ میں ہمیں آ رہا تھا کہ وہ  
 اس سوال کا کیا جواب دے گا،

اتنے میں ملازم نے آکر کہا۔

- مہارے کے لئے پانی رکھ دیا گیا ہے۔ -

دجے نے جب لہجوں کی خاموشی کے بعد کہا۔

جائیے۔ - ہاں بیٹے۔ -

ہاں دھو کر جب سریدر کھانا کھائے بیٹھا تو دجے سیکھا ہاتھ میں  
 لیکر اس کے قریب آ بیٹھی۔ سریدر جی ہاں جی میں شرمایا  
 اور اس نے کہا۔ - مجھے ہوا کی ضرورت نہیں۔ - سیکھا آپ

ایک طرف رکھ دیجئے۔“

آپ کو ہوا کی ضرورت نہیں مجھے تو ہے۔ رجبے مسکرا کر بولی۔

یتامی کہا کرتے تھے کہ عورتوں کو مالی ہاتھ کبھی نہیں میٹھنا پڑے۔“

کیا آپ کھانا کھا چکی ہیں۔؟“ مرید روئے مات کا رخ بدلتے

ہوئے لڑھکھا۔“

رجبے نے جواب دیا۔

عورت مرد کو کھلانے کے بعد کھاتی ہے۔“

مرید روئے حش ہو کر کہا۔

مرہم ساجی ہونے کے ما جو آپ ایسے خیالات رکھتی ہیں۔“

دشے بے یارہ ستایا کہ بہت سے مرہم ساجیوں کے گھر میں الٹی مائیں

موتی ہیں۔۔۔ رہ بولی۔

اس میں حیراں ہونے کی کیا بات ہے۔ میں تو ولایت سے

آئی ہوں اور یہی کائنات ہے۔“

لو کہنے دو وارے کے قریب آکر کہا۔

”ماں جی۔۔۔ متی جی حساب کا جی کھاتہ بیکرا آئے ہیں۔“

رجبے گردوں ہلا کر کہا۔

آج حساب دیکھنے کا وقت ہے۔ ان سے کہہ دو کہ

آئیں۔“

’بہت اچھا ماں جی۔“ لو کر بولا۔

لو کر کے چلے جائے کے بعد مرید روئے کے منہ کی طرف دیکھتے

ہوئے کہا نے یہ بات جینے بہت پسند ہے۔“





” اچھا — اب ہمیں کروں گا — “ سریدر دیکھ کھلنے میں جٹ گیا۔

دو چار نوالے ہی منہ میں ڈال کر بولا۔

” اب ہمیں کھایا جاتا ہے۔ “

واہ! آپ نے تو کچھ کس ہمیں کھایا — اچھا میں منع نہیں کرتی — آپ دوسروں کی عیب کرتے ہوئے ہی کھانا کھاتے — “

نریدر ہستا ہی چاہتا تھا کہ اچانک بہت سنجیدہ ہو گیا۔ اور بولا۔

” آپ کہتی ہیں کہ میں نے کچھ کھایا ہی نہیں — میں تو بہت کھا گیا ہوں — اگر آپ کھاتے ہیں میری حور اک دیکھیں تو حیراں رہ جائیں — میں تو بہت کم کھاتا ہوں — لوکر بھی لا پرواہ ہے — کھانا سا کر رہا ہے اور خود کہیں جلا جاتا ہے مجھے کسی روز دوتے جاتے ہیں اور کسی روز چار۔ ٹھنڈا اور سو کھا کھاتا ہے — رشتہ جادوں طرف پھیر جاتا ہے اس لئے میں کسی دن کھانا کھاتا ہی نہیں ہوں — “

خضہ سے دجے کا چہرہ سرخ ہو گیا — وہ تدر تیز لہجے میں بولی۔

” ایسے لوکر کو نکال باہر کیوں نہیں کرتے ہو۔ “

یہی ہمیں — ایک روز کسی نے صدوق میں سے دو سو روپے نکال لئے — ایک دن میں خود کہیں سو روپے کا لوٹ گم کر بیٹھا۔

کسواروں کے لئے بڑی مصیبت ہے۔“

وجہ ماموستس میٹھی رہی۔

مرید رے در اسے توقع کے بعد کہا۔

مجھے طار مت بھی پسند ہیں۔ میں نوکری کر رہا ہوں۔

در اصل میری ضروریات بہت کم ہیں۔ آپ حب کوئی مہرماں شخص

مجھے دو وقت کی روٹی دیدے تو میں ایسا کام کر سکتا ہوں جس

اور کچھ نہیں چاہتا۔ لیکن آج کل ایسا مہرماں شخص میسر نہ

بہت مشکل ہے۔“

اور میرا اسے سرد آہ بھر کر کہا۔

آپ کے پیار دہ ہوتے تو وہ ضرور مجھے عربی سے کلمات

دلا دیتے۔“

رح نے اس کرکلیکیوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”آپ نے میرے قبا کے پارے میا یہ رالے کیسے قائم کر لے۔ آپ تو

اں کو پہچانتے صحتیہ میں تھے۔“

مرید رے کہا۔

ہیں۔ میں نے اس میں کسی دیکھا نہیں تھا ہر گستا

ہے کہ اٹھوں۔ بھی مجھے نہیں۔ دیکھا ہو۔ اس کے مادہ وجود محمد

بہت محنت کرتے تھے۔ جانتا ہو۔ کس۔ چہ روز پے

دیکر دلالت سمجھا تھا۔ تمہارے بتانے ہی سمجھا تھا کیا، آپ

کو کوئی مات نہیں بتا گئے۔“

کیا مطلب۔ آپ اپنے اتارے کا رونا حنت کریں

تو میں کوئی حراب بھی دوں — ۱۱  
 رہنے دیجئے — اب اسومات کا ذکر جیٹر ماناسب  
 نہیں — ۱۱

مگر تائے توہی — میں سنا جاہتی ہوں — ۱۱  
 اسومات کو چھڑے کا اب وقت ہی نہیں ہے — اب اسے  
 سکر آپ کیا کھئے گا — ۱۱  
 دجے لے مد کرتے ہوئے کہا۔

اتھیں — میں ضرور سنوں گی — ۱۱  
 برید رہا — اور پھر در احصیب کر لولا۔  
 میں کیا کہوں — کہتے ہوئے ترم آتی ہے — شاید آپ یہ سمجھیں گی  
 کہ میں جالا کی سے آپ کو میرا در لہا ہوں  
 دجے مقرر ہو گئی — اسے لہا جوڑ کر کہا۔

میں اب آپ کی مرید حو شاہ ہیں کر سکتی — پاؤں پڑتی ہوں۔  
 سائیے توہی — میرے تیاے کیا کہا تھا۔ ۱۱  
 تباے سے پہلے ایک مات بوجھا چاہتا ہوں — کیا میرے  
 مکاں کے مارے میں انہوں نے کہی آپ سے کوئی مات ایسا کہی  
 سکتی — ۱۱

دجے اور میں رہیں ہو گئی — اسے کوئی حواب دیا۔  
 برید رہے ہستے ہوئے کہا۔

اچھا تو آپ مارا میں ہو گئیں — ولایت روارہ ہوتے  
 وقت مجھے یہ ملا کہ آپ کے تباہی مجھے وہاں جمع رہے ہیں — آج



مجھے امید ہے کہ آپ عدالت کے سامنے سچی بات کہیں گی۔ ادا  
وعدے گراں ہلا کر کہا۔

”مرد۔۔۔ نیکن آپ خے گواہ کیوں ساتے ہیں۔؟“  
 ”آپ گواہ بہیں سیں گما تو میں یہ ثبات کیسے کر سکوں لگا کہ مکاں  
 واقعی میرا ہے۔۔۔“

۱۲۔ نے مسجد کی کے ساتھ کہا۔

وہ مجھے سچائی کے ساتھ کہا۔  
 "عدالت میں مائے کی ضرورت نہیں۔ تیرا حق کا حکم سرنگینوں پر۔۔۔ وہ مکاں ہیں آپ کو لوٹا دوں گی۔"۔  
 سریندر کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ بے طر کر رہا تھی یا واقعی حلوں

سے کام لے رہی تھیں۔

”کیا آپ اس کا خط پڑھیں گے؟“

وچے رولی۔

ہیں۔۔۔ میں حیا پڑھنا چاہتی ہوں۔۔۔ اگر انہوں نے یہ سنا  
 کبھی ہوگی تو میں اس کا حکم ہرگز نہیں ٹال سکوں گی۔  
 مرید رے کہا۔

”مگر میرے پاس یہ ثروت موجود نہیں ہے کہ آپ کے تیاہری  
مہنگا ایسی ماہ پر قائم تھے۔“

وہ قائم نہیں تھے۔ اس کا بھی کوئی ثبوت موجود نہیں ہے۔“

”اگر مکاں واپس نہ لوں اور دعوئی بھی نہ کروں تو—“ 41

”آپ کی نواجہی کے لڑکے بھی تو ہیں۔ تاجی نے حیران کر دی ہے میں اسے اپنے پاس نہیں رکھ سکتی۔“

دے گا یہ مات سکر سریدر دل ہی دل میں خوش ہوا۔

لیکن اس نے کہا۔

آپ نے جب مکان ایک اچھے کام کے لیے دان دیدیا ہے۔ تو میرے لیے یہ بھی آپ گناہگار نہیں ہوں گی۔ میں وہ مکان دیکھ کر کیا کروں گا۔ میرا کوئی ہے جو وہاں رہے گا۔ کیا آپ ملاس ہالو کہ اس مات پر راضی ہیں کہ سکتیں کہ اس مکان میں جو شخص آباد ہے یہ مکان اس کی کو دیدیا جائے۔

آخری محلہ سکر و جے حل میں گئی۔ اس نے حتم آگئیں ہمہ میں کہا۔

”اپنی چیز کے متعلق کسی دوسرے کو رائے لینے کے لیے میرے پاس وقت نہیں ہے۔“

اور پھر اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”اگر آپ کو مکان کی ضرورت ہے تو اس کی قیمت مجھ سے لے لیجئے۔ اس طرح آپ کو ملار مت میں نہیں کرنی پڑے گی۔ آپ اما کام کر سکیں گے۔ کیا آپ اس مات پر راضی ہیں۔“

سریدر مانو۔۔۔

سریدر سوچ میں پڑ گیا۔ میں لاکھ عریس سہی۔ لیکن یہ ہمیک قبول نہیں کر سکتا۔ دے ملاس کے حلاب ہی سہی لیکن مہجہ ملاس کی بات کو ٹھکرا نہیں سکے گی۔ جیتانی کے سا اور کچھ

مائل نہیں ہو گا۔  
وہ چند لمحوں کے لئے دھجے کے منہ کی طرف دیکھتا رہا اور پھر

نولا۔

”میں آپ کے دل کی بات کیسے سمجھتا ہوں۔ آپ کسی نہ کسی بہانے  
ایک غریب کو کچھ حیرا دیا چاہتی ہیں۔“  
”آپ جانتے نہیں ہیں کہ جب آپ ایسی کوئی بات کہتے  
ہیں تو مجھے سہرا رنگ ہوتا ہے۔“  
”بیدار نے ہنستے ہوئے کہا۔

”آپ ہی کہیے۔ میں اور کیا کہہ سکتا ہوں۔“  
”جے نے سنجیدگی سے کہا۔

”میں تبیہ سچی بات کہتی ہوں۔ میرے دل میں کوٹ  
نہیں ہے۔ آپ ہی کا دل صاف نہیں ہے۔ آپ کو میری  
کسی بات پر یقین ہی نہیں آتا۔ میں تو صرف بتا چکی کہ حکم کی  
تعمیل کر رہی ہوں۔“ ان کے حکم و مطلق آپ کی جبر لوٹا  
رہا ہوں۔“

”بیدار نے سنجیدہ ہو کر کہا۔  
’اگر آپ ایسے بتا چکی کہ حکم کی تعمیل کریں گی تو اور بھی بہتر  
سی جبریں لوٹانی پڑیں گی۔ صرف مکان ہی لوٹا۔“  
”بڑے گا۔“

”اچھی بات ہے۔ آپ ایسی ساری چیزیں دالیں  
لے سکتے ہیں۔“



اس دعوہ سریدر نے ایک ماہ  
 آپ ہی تو مجھے دعویٰ کرے  
 دعویٰ کروں تو میری ہوائے لڑے  
 ہمارے دسی ہستی — کیا آپ کو  
 آپ کو کیا کیا دیا پڑے گا  
 ان کا ایک اور خط میرے  
 بے محنتے مکاں ہی جیسر میں دیکر ایسے  
 اس جگہ آپ کو جو کچھ نظر آ رہا ہے  
 ہے — اگر میں دعویٰ کر مایا ہوا  
 بیٹنگ، نوکر چاکر اوراں نوکروں  
 کر سکتا ہوں — کیا آپ ایسے تیار  
 مجھے دے سکیں گی — ؟  
 دے سرے پر تک کا یہ  
 بعد کٹھنہ تیل کی طرح ہمیشہ ہی  
 جوتے کہا  
 "نولو — کیا یہ سب کچھ  
 سے صلاح کر لیجئے  
 یہ کہہ کر سریدر ہنس پڑا  
 دے لے منہ اوپر اٹھایا تو اس  
 میں رد گئی — دے کارنگ حق

ہیرہ دیکھ کر مرید کھیر گیا، اس نے کہا۔

آپ بریتان کیوں ہو گئیں۔۔۔ یہ سارے اتار دیا تھا یہی  
اس سب چیزوں کا دھرم یاد ہو کر ہو سکتا ہوں۔۔۔ میں یاد دہانی  
کروں تو تمہارے ہاتھ مائے میں سد کر دیا جائے گا۔۔۔

وہ بے۔۔۔ یہ سارے مائے میں ان سنا کر میں اور بول۔

در ادیکوں تو ہیں۔۔۔ تیا ہی کہ خدا کہاں ہے۔۔۔

فرید رہ۔۔۔ اتا کرتے ہوئے کہا۔

وہ ا۔۔۔ میں کیا اتے حیب میں نے پرتا ہوں۔۔۔ سب  
اسے دیکھ کر کہا لیں گی۔۔۔

کہہ۔۔۔ میں ہیرہ اسی آپ کے ساتھ بیچ رہی ہوں  
۔۔۔ اسے وہ دولوں خط وہ دیکھے گا۔۔۔ وہ آپ کے ساتھ  
کلکتہ جاتے تھے۔۔۔

کہا آگے اتی ہی جلد ہی ہے۔۔۔

ہاں۔۔۔

C

اس دمہ بریدرے ایک ملحد قہقہہ سر کیا اور بولا۔

”آپ ہی تو مجھے دعویٰ کرنے کا شورہ دے دہی سقیں میں اگر دعویٰ کروں تو میری لڑاکے لڑکے سے دعویٰ کرانے کی دھمکی تھی آپ ہی نے دی تھی۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ دعویٰ دائر کیا گیا تو آپ کو کیا کیا دیا پڑے گا؟“

”اں کا ایک اور خط میرے پاس ہے۔ تمہارے بتائیے مجھے مکاں ہی جیسر میں دیکر ایسے گھر سے ودات نہیں کیا۔ اس جگہ آپ کو جو کچھ نظر آ رہا ہے۔ وہ سارا جیز میں شامل ہے۔ اگر میں دہی کرنا چاہوں تو اس مکاں، فریجیر، آئینہ، کھانا پینگ، نوکر پا کر اوراں نوکروں کے مالک تک کے لئے دعویٰ کر سکتا ہوں۔ کیا آپ ایسے یتا جی کے حکم کے مطابق یہ ساری جیزیں مجھے دے سکیں گی۔“

وہ سر سے ہر تک کا یہ اٹھی۔ وہ کوئی جواب دیئے بغیر کٹھنہ تیل کی طرح میٹھی۔ ہی۔ بریدرے بھر جیگی لیتے ہوئے کہا۔

”نولو۔ کیا یہ سب کچھ دے سکو گی۔ ہاں اس بابو سے صلاح کر لیجئے۔“  
یہ کہہ کر بریدرہس پڑا۔

وہ نے مراد پر اٹھایا تو اس کی ہسی اس کے ہونٹوں ہی میں رد گئی۔ وہ کارنگ حق ہو گیا تھا۔ اس کا زود

بہرہ دیکھ کر مریدہ گھبرا گیا۔ اس نے کہا۔

”آپ بریتان کیوں ہو گئیں۔۔۔ میں تو۔۔۔ اتنا مرید تھا۔۔۔ میں  
 اس سب چیردن کا دعویدار ہو کر ہو سکتا ہوں۔۔۔ میں ایسا دھوکا  
 کروں گا تو مجھے مالکس خاں نے مینا زندہ کر دیا جائے گا۔۔۔“

دبند نے یہ ساری باتیں ان منی کریں اور بولی۔

”اور انیسویں تو ہیں۔۔۔ تپائی کا خد کہاں ہے۔۔۔“

فرید نے۔۔۔ افاق کرتے ہوئے کہا۔

”دادا میں کیا اتنے حبیب میں تھے پھرتا ہوں۔۔۔ آپ

اسے دیکھ کر کیا لیں گی۔۔۔“

”کچھ سخی ہو۔۔۔ میں چیرا اسی آپ کے ساتھ بیٹھ رہا ہوں

۔۔۔ اسے وہ دونوں خط دے دیئے گئے۔۔۔ دو آپ کے ساتھ

کلکتہ جاتے تھے۔۔۔“

”کیا آجی اتنی ہی حامد تھے۔۔۔“

”ہاں۔۔۔“

## گیارہواں باب

رات گھر وچے کی آنکھ نہیں لگی تھی۔۔۔ اس کی آنکھوں  
کے پیرے پر جھل ستے۔۔۔ وہ اگلے روز صبح کو جب شمعوں سے  
جور بیٹے کے کمرے میں آئی تو اس نے دیکھا کہ میرے ہی کھاتوں کا  
ڈھیر لگا ہوا تھا اور کناستہ اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے  
دے کر دیکھتے ہی کہا۔

”آج یہ سارے ہی کھاتے واپس مل جائے چاہئیں۔۔۔“  
دے نے اسے حکم دیا کہ وہ دو گھنٹے کے بعد آئے۔ اس نے  
اوپر کیا ہی کھاتہ اٹھایا اور کوچ پر بیٹھ گئی۔۔۔ اس نے اعداد و  
تہا کی طرف دیکھا۔۔۔ کام کرے کہ اس کا جی نہیں چاہ رہا تھا وہ  
مار مار کھڑکی کے باہر دیکھ رہی تھی۔۔۔ دیکھا اس نے دیکھا کہ  
مڑھار اس سہاری ماچھیے میں ایک بیڑ کے بیچے کھڑا ہے اور ہر تیس  
سے کچھ پرچہ رہا ہے۔۔۔ دونوں کاناہیں سائی نہیں دے رہی



و جے نے یہی کہنا دیر سے نظر اٹھا کر کہا۔

آئیے۔ آج اتنی سویرے کیے آما ہوا۔“

راس بہاری نے اس سوال کا جواب نہ دیا اور بولا۔

”آج تمہاری آنکھیں بہت لال ہو رہی ہیں میٹی۔ ٹھنڈ تو

بہیں لگ گئی۔“

”بہیں۔“ عجیبے کچھ کہیں ہوا۔“

”آنکھیں لال ہونے کا کوئی سبب تو ہو گا۔“

و جے نے کوئی جواب نہ دیا۔ راس بہاری چند لمحوں کی

حاموشی کے بعد کہا۔

”دعویٰ کے ڈر سے سویرے چلا آیا میٹی۔ ساری دستاویزات

دیکھتی ہیں۔ کیا تم نے ساہیں سمجھ لوگ گھوٹس یاڑہ کی سرحد کے سلسلے

میں مقدمہ دائر کرے۔“

رمیداری کے متعلق اہم دستاویزات میں مالی اپنے ہی

یاسر رکھتے تھے۔ اس کے گھوٹے کا ڈر رہتا تھا۔ وہ اپنی

جواب گاد کی لوہے کی الماری میں ان دستاویزات کو بند کر کے

رکھتے تھے۔

و جے نے مر اٹھا کر کہا۔

”آپ سے کس نے کہا کہ وہ لوگ مقدمہ دائر کر رہے ہیں؟“

راس بہاری نے ہنس کر کہا۔

”کسی نے نہیں کہا میٹی۔ لیکن مجھے خبر مل جاتی ہے۔ اگر

ایسا نہ ہوتا تو کیا اتنی بڑی رمیداری اتنے روز چلا سکتا تھا۔“





”میں نے تو یہی کہہ دیا ہے۔“

”یہ تو کیوں نہ ہو؟“

”استاد ویرات دیکھیے کامرہ ایک ہی سبب نہیں ہے  
میں نہیں کہہ رہا تھا کہ اس کیسے ستادوں — اب میں دیکھ کر ہی ستا  
ہوں بیٹی —“

عین اس وقت گماستہ بھی کھاتے بجا لے لے کرے  
میں آیا — دے لے اسے دیکھ کر کہا۔

”اچھی کام ختم نہیں ہوا — دوپہر کو لے جانا۔“  
گماستہ، جو حکم سرکار، اکہ کر لوٹ ہمارا تھا کہ وجہ نے  
اسے آوارہ رہا۔

”ذرا ٹھہرو — تم سے ایک کام ہے — دفتر کا یاد دہان  
کتنے دن سے کام پر آ رہا ہے۔“  
”تیس مہینے سے —“ گماستہ — جواب دیا۔

”خیر جتنے بھی دے ہو گئے ہوں — اب اس کی ضرورت  
نہیں ہے۔ اس کا آج ہی سارا حساب چکا دو۔“

گماستہ حیرت سے دے کا حرف ٹکے لگا — وہ یو جینا جاتا تھا  
کہ سنے درہاں لے کیا قصور کیا ہے جو اسے نوکری سے خارج دیا جا رہا  
ہے مگر وہ یہ بات یو جینے کی بہت نہ کر سکا۔ دے اس کی مسعرا نہ  
لگا ہوں کام طلب سمجھ گئی — اسی نے کہا۔

اس نے کوئی قصور نہیں دیا — لیکن مجھے وہ پسند نہیں۔  
اسے پورے مہینے کی تنخواہ دیکر رخصت کر دو۔“

را اس بہاری کا چہرہ سرخ ہو گیا اس نے ایسے کہا کہ سب مائل  
ہوئے کہا۔

ملا قصور کسی کی دوری بر لاتا اور نا اچھا نہیں ہے بیٹی۔  
وہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ گناہ تھے یہ دیکھا تو

نولا۔

”تر پیرا سے“

”ہاں۔۔۔ آج ہی اسے رحمت کر دو۔“ یہ کہہ کر وہ  
پہی کھائے دیکھنے لگی۔ گناہ تھے کچھ مائے پر اس بہاری  
نے ایسی بات دوہرائی۔

بیٹی۔۔۔ در آنکلیف کرو رہ دستاویزات دیکھی بہت  
ضروری ہیں۔“

”کیوں۔۔۔“ وہ نے پوچھا۔

را اس بہاری نے سمجھا ہو کر مہیا۔

پتا نہ کھا ہوں کہ اس کی ایک خاص وجہ ہے۔ میرے پاس آتا  
وقت کہاں ہے کہ ایک ہی بات کو بار بار دوہراتا رہوں۔“  
وہ نے ہی کھا دیر نظر جائے ہوئے کہا۔

”آپ ٹھیک کہتے ہیں۔۔۔ آپ کے پاس آتا وقت نہیں ہے  
لیکن آپ نے کوئی ٹھوس وجہ بھی تو بیان نہیں کی ہے۔“  
کیا تائے میر تم اٹھو گی ہنس۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ

تم محمد پر اعتبار نہیں کرتی ہو۔“

دیکھئے لگا ہیں۔ سچی کئے کام میں معروف رہا۔ اس بہاری

میر پر ایسی جبرمسی ٹٹک کر دیے۔

”تم کس لئے میری توہین کر رہی ہو۔“

دبے بے برسکوں لہجہ میں کہا۔

آپ محض پر کسی کو اعتبار نہیں کرتے ہیں۔ آپ بے حیدر طور پر  
محض پر بہرہ بٹھا رکھا ہے۔ اس لئے اگر میں سمجھتی کہ آپ میری ذمہ داری  
کے متعلق اہم دستاویزات کسی اچھی میت سے نہیں دیکھا جاتے تو اس میں  
میرا کوئی قصور نہیں۔ آپ کی توہین کیونکر ہوئی۔“

اس مباری دم بخود رہ گئے۔ اس کی جال کو کلکتہ کے ماحول میں  
بل ہوئی ایک موٹر لڑکی بے حاک میں ملا دیا تھا۔ اس کو یہ گمان تھا کہ نہیں  
ہوا تھا کہ دے اس کے منہ پر ایسی بات سنی دے مارے گی۔

اس مباری کانی دیر تک خاموش بیٹھے رہے اور پھر کمر کس کر  
گھڑے ہو گئے۔ انہوں نے اس بے یار مددگار لڑکی پر آخری وار  
کیا۔ انہوں نے کہا۔

میں بے سمانی کی عزت رکھنے سے لئے ایسا کیا ہیں اس کا  
دو مرتبہ ہوں۔ اسی لئے میں نے تمہارے خیال میں کی گمراہی رکھا  
منہ دہی خیالی کیا۔ کھل تم بے ایک ابھی کو وایس بلا لیا اور  
اس کے سارا دل گدار دیا۔ کیا میں اس کا مطلب سمجھ سکتا  
ہوں۔ یہی نہیں۔ اس دور تم آدمی رات تک اس سے  
مسی مذاق کرتی رہیں۔ وہ رات کو کلکتہ رہ گیا۔ بہانہ کر کے نہیں  
رہ گیا۔ کیا تمہیں شرم نہیں آئی۔ ہم لوگوں کا منہ تو کالا ہو گیا۔  
اب ہم سماج میں مراٹھا کے قاتل سمجھے جاتے ہیں۔“

ر اس سہاری لے ککیوں سے۔ جے کے زرد چہرے کی طرف دیکھا  
وہ خاموش سیٹھ ہوئی تھی۔ ۱

ر اس سہاری۔ در اسے قوتِ دعا کے بعد کہا۔

”کیا تم انی ماترن کو اچھا سمجھتی ہو۔“ ہمیں چپ رہے سے  
کام نہیں چلے گا۔ تمہیں ان ماترن کا جواب دینا ہو گا۔ تم ہی کہو۔  
اگر میں تمہاری سگرای کرتا ہوں تو کیا سرا کرتا ہوں۔ ۱  
دبے لے اب بھی کوئی جواب دیا۔ ر اس سہاری میری جھڑکی  
میرے مارتے ہوئے نکلے۔

چپ رہے سے کام نہیں چلے گا۔ تمہیں میری بات کا جواب  
دینا ہو گا۔ ۱

میں جھوٹی بات کا آپ کو کیا جواب دوں۔ ۱

ر اس سہاری نے متشعل ہو کر کہا۔

”تم اس بات کو حدیثِ بائبل کے مذاق میں اڑا دیا جاتا ہے۔ ۱“  
وہ جھنجھول کے لئے خاموش رہی۔ میرا سنے ویسے ہی تند خو  
لہجہ میں جواب دیا۔

”میں کسی بات کو مذاق میں نہیں اڑا دیا جاتا ہے۔ صرف اس کا کہا  
جاتا ہے کہ یہ سراسر جھوٹ ہے آپ کو یہ بھی بتا دینا جاتا ہے کہ آپ  
خود بھی مکاری اور دیریا کا دسی سے کام لے رہے ہیں۔ ۱“

ر اس سہاری سٹیٹا اٹھنے۔ ۱  
اہیں کوئی بات نہ سوچتی  
اہوں لے دے کے الحاح ہی دہرائے۔

میں دیریا سہاری سے کلام لے لیا ہوں۔ ۱

رہے انڈا کرکڑی ہو گئی ۱ رول۔

”میں آپ سے سمجھتا ہوں کر آیا جاتا ہے۔ اس وقت میں آپ کا رستا ویراں تھا نہیں دیکھا سکتی۔ جب مقدمہ چلے گا تو دیکھا جائیگا۔“  
یہ کہہ کر وہ ساتھ دانے کمرے میں چلی گئی۔

وہ بے وسوچا تھا کہ جیسے میں ہو گا وہ کل صبح ہی کلکتہ میں جائے گی اور وہ اس حمال سے رہائی حاصل کر لے گی۔ لیکن جب وہ کابلہ ریلوے اتر گیا تو اس نے دیکھا کہ وہ ایک موصوٹا بھیدے میں بندھی گئی ہے۔ وہ کلکتہ جائے گی تو بدامی اور کلکتہ کا اٹواراں میں اس کے ساتھ جائے گی۔ اور اس کے لئے کلکتہ میں رہنا مشکل ہو جائے گا۔ مصیبت تو یہ تھی کہ وہ یہاں میں کمرے ماہر قدم نہیں رکھ سکتی تھی اسے معلوم تھا کہ اس بیماری سے اسے اب بھیدے میں رہا کرے کے لئے نہیں بلکہ اور بھی مرنسوٹھی سے ٹکڑے کے لئے رسوائی کی دھمکی دی تھی وہ یہ مانتی تھی کہ وہ اس کی بدامی نہیں کر سکیں گے لیکن پھر اسے جب گماستہ ہی کھاتے نیکر آیا تو اس نے بیماری کا سہانہ کر کے ہی کھاتے کر کے ہاتھ اوپر منگوا لئے۔ اسے گماستے کی آنکھوں سے آنکھیں ملاتے سترم آ رہی تھی۔ وہ ڈرتی تھی کہ گماستہ کے کاہل ایک میں شاید اس کی رسوائی ہو۔

تو ایک ماہ سے ڈر رہی تھی لیکن اس کی خواہش نہیں کر رہی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ نریندر اس کے تپا کا حود واپس لائے گا۔ یا سچ جہ روز کے بعد اسے ڈاک سے مطلوبہ حود مل گیا مگر بریدر

آیا اس کے دل میں ایک شک جاگ رہی ہو چکا تھا کہ یہ اس سہاری سے  
 بریدر کو خط لکھ کر کہیں اسی گھر کا دروازہ اس پر بند کر دیا ہو۔ وہ  
 خط ہاتھ میں لئے ہوئے سوچتی رہی۔۔۔ کا دیر تک سوچ میں ڈوبے  
 رہنے کے بعد وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے ایسے تباہ کردہ دلوں کا  
 ایسے ماتھے سے لگائے اور بیوٹ بیوٹ کر رونے لگی۔ اس نے دلوں کا  
 ٹوٹے غور سے بڑھے۔۔۔ یہ حساب کر کے معلوم ہو گیا کہ اس کے  
 تباہی کیا خواہش تھی۔

یا چہ دل گذار گئے۔ ایک دل صبح دھجے کی ہلکھ کھلی تو اس نے  
 دیکھا کہ اگر میں سہب سے راج مزدور کام کرے میں مصروف ہوں۔  
 وہ مکان میں سعیدی کرنے کی تیاری کر رہے تھے۔ اسے وہ ایسے  
 مات یاد آ گئی کہ اس سہاری کا مقصد بدرا ہوئے میں صرف سات  
 دن ماتی رہ گئے تھے۔۔۔ دل بے کام ہوتا رہا۔۔۔ وہ  
 کو یہ حوصلہ نہ ہوا کہ وہ کسی کو بلا کر یہ چھپے کہ کس حکم سے گھر میں  
 سعید ہو رہی تھی۔

تمام ہوئی تو وہ بے بہت دلوں کے بعد کسمپاسی کو ساتھ  
 لیکر مدنی کے کنارے سیر کے لئے نکل۔۔۔ ایک ایک دہاں دیاں  
 مانو آ بیجے۔۔۔ وہ موئے۔

میں تمہیں ہی ڈھونڈتا سیر ہا ہوں میٹی۔۔۔  
 دے لے حیرت زدہ ہو کر دھڑکیں تو اہوں لے تیا۔  
 دل بہت تھوڑے رہ گئے ہیں۔۔۔ دعوت نامے چھپوانے  
 ہیں۔ آپ کے رستہ داروں کو بڑے احترام کے ساتھ یہاں

لایا جائے گا۔ آپ اس کے نام مکہ دیجئے۔ ا۔

وہجے نے بڑے کرحشت امداد میں یہ کیا۔

”کیا دعوت امام میرے ہی امام سے جیسے گامبر“

دیاں بابو کو معلوم تھا کہ یہ تادیب سزا کی بجائے سیکرٹری کی طرف سے کی گئی ہے۔

”ہیں میٹھی۔ تمہارے ام کیوں جیسے گا اس سہاری  
کرتا دھرا ہیں۔۔۔۔۔ تم دونوں کے سرگ نہیں۔ ان کے ام  
سے جیسے گا۔“

تک کیا اس کا فیصلہ اہلوں نے کیا ہے۔ دے دے پوچھا۔

دیال ماورے جیسے ہوئے نہ کیا۔

”ہاں۔ انہوں نے ہی کیا ہے۔“

وہ بے کرا۔

”تو پھر اس بات کا بھی دہی میٹھا کر میں کہ میرے رشتہ دار کون

ہیں۔۔۔ لیے میرا کوئی رستہ دار نہیں۔ ۱۱

دیال ماتو کو کوئی مات نہ سوچی۔

۲۷۱. ایک یو جیہا۔

”آپ نے جو خط فرید راہ کو دیئے تھے کیا وہ آپ نے

پڑے تھے۔ ۱۷

”ہیں میٹھی اور سرے کا حوا میں پہلا کیوں پڑھوں گا“

انہوں نے آہستہ سے کہا: "مرید رکے تیا لانا م دیکھ کر ہی سمجھا

موتاکہ وہ خط بریدر کو ملنے جا ہیکیں۔ میں ایک مارحم سے اس

سلیسے میں یو جیسا چاہتا تھا۔ تھو سے غلطی ہو گئی مٹی۔ ۱۱

وہ نے ٹوڑھے کو ترسداہ ہوتے دیکر کہا۔

اں کے بتا کی جیراں کو دیکر آپ نے بہت اچھا کہا اہوں نے آپ کو

اں حلو طو کے سلیسے میں تھو تیا تو ہیں۔ ۱۲

ہیں۔ اگر تم کچھ ماسا جاہتی ہو تو میں کل ہی اں سے پوچھ

کر آپ کو تاسکتا ہوں۔ ۱۳

وہ نے مقرر ہو کر پوچھا۔

”آپ کل ہی کہے تاسکتے ہیں۔ ۱۴

دیال بولے۔

”تاسکتا ہوں۔ آکل وہ روراہ ہمارے پیاں آتے ہیں۔ ۱۵

وہ نے جیراں ہو کر پوچھا۔

کیا آپ کے گھر میں میر کوٹا بیمار ہے۔ ۱۶ یہ تو آپ سے مجھے

تیا ہی ہیں۔ ۱۷

دیال مارنے ہستے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ میری بیوی تو اب تندرست ہے۔ ۱۸ فریدر

کو دوا اور کھگو اں کی دیا۔ ۱۹ اہوں نے ہاتھ حوڑ کر ایتور

کو یو نام کیا۔

وہ نے دیال کے جہرے کا طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”تو میر وہ روراہ کیوں آتے ہیں۔

دیال مارے مسمی سی صورت سا کر کہا۔ ۲۰ جیم تھوئی



کے محنت ٹری روبر دست ہوتی ہے میٹھی۔ اس کے علاوہ آج کل  
 بریدر کا کام کاج بھی زیادہ سہیں ہے۔ کھانگتے ہیں ان کا کوئی  
 خاص دوست بھی نہیں ہے۔ اس لئے یہاں آگئے اور تمام کو  
 میرے ہاں چلے آتے ہیں۔ میری بیوی تو انہیں اپنا بیٹا سمجھتی  
 ہے۔۔۔ ہے بھی بہت پیارا لڑکا۔۔۔ اودہ۔۔۔ مائیں کرتے ہوئے  
 اگر تم اتنی دور ہی نکل آؤ ہو میٹھی تو پھر میرے گھر تک کیوں نہیں  
 جلتی ہو۔۔۔

”چلئے۔۔۔“

یہ کہہ کر رے اس کے ساتھ ہوئی۔

دیال بابو نے درائے قوت کے بعد کہا۔

”یہاں ایسا شریف، ایسا خوش مزاج اور سیدھا سادہ لڑکا  
 دیکھا ہی نہیں۔۔۔ ملی بی اے پاس کر کے ڈاکٹری پڑھنا  
 چاہتی ہے۔۔۔ وہ اس کا بہت مدد کرتا ہے۔۔۔ اس کی  
 حوصلہ افزائی کرتا ہے۔۔۔“

”رے جو تک یڑی۔۔۔ کھلتے سے اتنی دور آکر تمام گرا۔ ما  
 دے کو بریدر کی یہ حرکت ٹری عجیب معلوم ہوتی تھی۔  
 اب تو وہ ٹھٹھک کر رہ گئی۔۔۔ اس کے قدموں تلے سے زمین کھسنے  
 لگی۔۔۔“

”اتنے میں دیال بابو نے کہا۔

”بریدر کا مدد سے ملی نے بہت سی کتابیں ختم کر لی ہیں۔  
 دونوں کو پڑھنے کا بہت شوق ہے۔۔۔“

و ح سے رہا نہ گیا۔ اس نے کہا  
 کیا آپ کو اس سلسلہ میں کوئی شک تو نہیں ہے ؟  
 ”کیا شک بیٹی۔“

”میرا خیال ہے کہ ان سے یہ پوچھ لیا جائیے کہ وہ لمبی کے بارے  
 میں کیا ارادہ رکھتے ہیں۔“  
 ”مات تو ٹھیک ہے۔۔۔ میں چاہتا ہوں کہ دونوں آلیس  
 میں درا اچھی طرح گھل مل جائیں تو پھر بوجھوں۔“  
 ”ایسا کرے سے فلمی کی مدد نامی ہو سکتی ہے۔“ اوجے

نے کہا۔  
 ”نہیں۔۔۔ میں نے انہی بوسی سے مات کی تھی۔ میری بوسی کو  
 سریندر پر کامل یقین ہے۔ وہ کہتی ہے کہ سریندر کے ہاتھوں ہرگز ہرگز  
 کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔“  
 ”جے حب دیال مانو کی میٹیک کے نزدیک پہنچی تو شام کا  
 دمنڈ لگا گہرا ہو چکا تھا۔ ایک میز کے گرد فلمی اور سریندر  
 بیٹھے تھے۔ سامنے ایک کمال ہوئی کتاب پڑی تھی۔ فلمی  
 دے کی طرف مہ کر کے میٹیک تھی۔ اس لئے سب سے پہلے اس  
 نے اس کا خیر مقدم کیا۔ سریندر سو را کر سی جھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔  
 اس نے نمسکار کرتے ہوئے پوچھا۔

”آپ کی طبیعت کیسی ہے۔“

وے نے نمسکار کا جواب نہ دیا۔ وہ مانو سے فلمی سے مخاطب  
 ہو کر رل۔۔۔ آپ تو ایک دن بھی میرے یہاں نہ آئیں۔“

ریدرے سامنے آکر مسکراتے ہوئے کہا۔

”آب تو مجھے پہچان بھی نہیں رہی ہیں۔“

رہنے بڑے یرسکوں لہجہ میں کہا۔

”پہچان ماننے کے بعد پہچاننے کی ضرورت نہیں رہتی۔“

اور پھر اس نے ملی سے کہا۔ چلیے۔ آپ کا نام کون سا ہے؟

یہ کہہ کر وہ سیڑھیوں کی طرف ٹرھی۔ ملی کئی سیڑھیاں اوپر چڑھ کر بولی۔

ریدرے مایوسانے بے غیر بھاگ رہا تھا۔

ریدرے کوئی جواب نہ دیا۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے

وہ جے اس کی توہین کر دی ہو۔ وہ عیس و حرکت کھڑا

رہا۔ جد لحوں کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ وہ جے کا یہ برتاؤ

نصرت کا حامل نہیں۔ اس برتاؤ کے تحت کوئی جد یہ کار فرما ہے

جسے وہ سمجھ نہیں سکتا۔

جد نشوں کے بعد اوپر سے چائے کی دعوت آئی۔ اس نے

دیال مایو کے اصرار کرنے پر بھی پیچھے ہی بیٹھنا مناسب سمجھا۔ دیال مایو نے

بھی اوپر جانے سے انکار کر دیا۔ اس پر ریدر نے کہا۔

”میں تو آپ کے گھر کا آدمی ہوں دیال مایو میری فکر نہ کیجئے۔“

اپنے مہمان کی سدھ لیجئے۔“

دیال اوپر جاتے ہوئے بولے۔

”آب یہاں بیٹھے رہیں گے نا۔“

جی ہاں — ۱۱

نوکر لال میس رکھ گیا — سریدر کتاب پڑھنے لگا۔  
 آدھ گندھ کے بعد مٹی، دیال اور وجے تیسویں پیچھے آگئے۔  
 سریدر نے کتاب میر پر رکھ دی۔  
 لمسی رولی۔

آپ کے لئے چائے لائے کہہ دیا ہے سریدر بابو — آئی  
 ہی ہوگی — ۱۱

دو بجے اس سے کوئی بات نہ کی — یہاں تک کہ آکر اٹھا  
 مگر بھی اس کی طرف نہ دیکھا — وہ پھرے دھیرے قدم اٹھاتی ہوئی  
 ماہر نکل گئی — دروازے پر کھپیا سکہ لٹھی لئے ہوئے بیٹھا تھا۔  
 دے کر آتا ہوا دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔

دو سرحد کاٹے ہوئے چل رہی تھی اور اس کی آنکھوں سے  
 پہرے پڑتے تھے۔ اس نے ایسے آب سے کہا۔

اب مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتا — اب مجھ سے  
 برداشت نہیں ہو سکتا — ۱۱

گھر کتے ہی حریف کہ اس بیماری کا کام سے بڑی دیر سے  
 ماہر کے کمرے میں بیٹھے انتظار کر رہے ہیں — وجے نے یہ سنا تو تھلا  
 اٹھی اور ساتھ والی سیڑھی سے اوپر ایسے کمرے میں چلی گئی —  
 دے جاتی تھی کہ چاہے کتنی ہی دیر کیوں نہ ہو جاتے۔ اس بیماری  
 ملاقات کئے بغیر نہیں جاتی تھے — تنواری دیر کے  
 بعد دروازہ پر کھڑے ہوئے ہرلش نے بتایا کہ اس بیماری یاو

اوپر آرہے ہیں۔ ان کے قدموں کی آس

”آئیے۔“

اس بہاری کمرے میں داخل ہوتے ہی کڑی بریٹھ گئے اور نولے۔

’میں نے تو ذکر کر لیا ہے کہ وہ آپ کے لئے لال ٹیس لیکر عاتیں — دیال مانو کر یہی سوچا جاتے تھے۔ آئیے ساتھ ایک لال ٹیس لیکھی جاتے تھی۔“

اور پھر انہوں نے ایک نسا سلس لیکر کہا۔

میں نے سارا اصرار کر لیا ہے — صرف تم اس پر ایسا نام لکھ دو بیٹی۔“

یہ کہہ کر انہوں نے حیب سے ایک کاغذ نکالا اور جے کے

ہاتھ میں دے دیا۔ — ”جے لکھ گئی کہ یہ اس کے برہم سپاہ کو قتل کرنا“

رہنما کرانے کا کاغذ تھا۔ — وہ کاغذ دہشتیں مار پڑا کہ اس

نے نہ اٹھایا۔ — وہ گہری سوچ میں ڈوب جاتی تھی۔ اسے ایسا

محسوس ہو رہا تھا کہ دیا کے سارے مرد ایک ہی سائے میں ڈھیلے

ہوتے ہیں۔ — اس بہاری، دیال، بریدر، ملاس۔ ان میں

کوئی فرق نہیں تھا۔ — جب کوئی فرق ہی نہیں ہے تو میرا ملاس

ملاں ہی اسے کوئی شکایت کیوں پیدا ہو۔ — ملاس اسے

سب سے کم قصور وار اور گناہگار ہے اس کی محنت سب سے

جتنی تو وہ حد سے جلا اٹھتا ہے۔“

اس بہاری جے کے سمیدہ چہرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

اہوں نے کہا۔

”میٹی۔ اس کمرے میں قلم و دات ہے کر بیچے سے لاؤں؟“  
و جے نے جو کج کر دیکھا۔۔۔۔۔ اسے ایک حال آیا۔  
اس نے بد چھا۔

”یا جی جی۔ ایکامات تار۔۔۔ کیا رویہ سارے  
عیب ڈھسا پ لیتا ہے۔“  
اس سہاری اس سوال کا مطلب۔ سمجھ سکے اس لئے

بولے۔

”کیوں۔ کیا ہے میٹی۔“  
”آپ مجھ پر اتنا بڑا الزام لگانے کے بعد بھی قبول کر رہے  
ہیں۔۔۔ آخر کیوں۔“  
”اس سہاری بہت شرمندہ رہا۔۔۔ مگر ایسا خدشہ کو  
دور کرتے ہوئے نولا۔

”وہ تو حقوئی ماتا تھا۔۔۔ تم پر تو کوئی دھم بھی الزام نہیں  
لگا سکتا۔“

”تم شاید یہ الزام۔ لگا سکے لیکن یہ باوجود حقیقی ہیں کہ  
کیا اس ماہر مجھے عقیدت و محبت کہ نکال دلا سے دیکھ  
سکیں گے۔“

اس سہاری نے کہا۔

”کیوں نہیں۔ کیونکہ سب سے۔“

پھر اہوں نے دور سے آنا۔ دیکھا۔۔۔۔۔ پاس۔“

ملاس نردیکا ہی کہیں اشتیاد کر رہا تھا۔ فوراً اُدر آگیا۔  
 راسی بہاری ہوئے۔

”درا میٹی کی مات تو سوسلاں — بیٹی کہتی ہے کہ تم اسے  
 عقیدت و محبت کی نگاہوں سے نہیں دیکھ سکو گے۔“ ملاسی۔

”ملاس روتا کوئی جواب دے سکا — سوال اسکا سمجھ  
 ہی میں نہیں آیا تھا —  
 روتے رہے۔“

”اس دن پایا جاتی نوکر کوں سے پوچھتا چھو کر مجھے میرے  
 پاس آکر کہا تھا کہ رات گئے تک تنہائی میں رنیدر مابو سے خسی مذاق  
 کر لے لی میرا جی نہیں ہرا اور رنیدر مابو نے رات ہی نہیں سسکی۔ تو  
 ایسی حالت میں

”مے اپنا بندہ پورا کر سکی۔“ راسی بہاری کی اونچی آواز  
 میں روتے کی مات — سا کر رہ گئی — ”نہیں — نہیں — ہرگز نہیں  
 — یہ بالکل جھوٹا ہے۔“

”ملاس کا چہرہ سیاہ پڑ گیا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

”میں نے نہیں سنا۔“

”راسی بہاری چلانے لگے۔

”کیسے کس سکتے تھے بالاس — یہ تو سفید جھوٹ ہے تم دیکھنا کہ

میں دریاں اور ہر لیس کو اسی کیسی سرا دیتا ہوں۔“

”ملاس نے کہا۔

”اگر ساری دیا بھی اس بات کا گواہی دے تو یہ یاقین نہیں





و اس سہاری ے وہ کا دھبہ کر کے ایسی جیب میں رکھ لیا۔  
 اٹھ کر کھڑے ہوئے اور س ماں کی یاد میں آسو ہائے لگے۔ پھر  
 وہ دہان سے چلے گئے۔ "۱"

باپ کے چلے جانے کے بعد ملاس نے بڑے سنجیدہ  
 لہجہ میں کہا۔

"میں مانتا ہوں تم مجھ سے محبت نہیں کر سکتی ہو۔ لیکن  
 مجھے برہم سماج سے عشق ہے۔۔۔ صداقت سے عشق ہے۔  
 اسی لئے میں اس کے لئے ہر ایک مات کو برداشت کرنے کے لئے  
 تیار ہوں۔۔۔ میں ایک دل تانت کر دکھاؤں گا کہ مجھے صداقت  
 سے کتنی محبت ہے۔" ۱۱

۔ جے ے کچھ کہنے کے لئے منہ اٹھایا مگر اس کے ہونٹ لرزنے  
 لگے۔ اس کا گلا ٹھہر آیا۔ وہ کچھ کہہ نہ سکی۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر کہتے  
 کی اور ساتھ دالے کرے میں چلی گئی۔

## بارہواں باب

وہ نے جب تک ایسے آپ کو کسی کے حوالے نہیں کر دیا تھا تب تک وہ یہ نہیں جان سکی تھی کہ خدا آگ نے اس کا دل کتنا جاگڑا کر دیا تھا۔ آپ جب وہ بیدار ہوئی تو ایسا خوش ہوا جیسے اس کی ساری غم دور ہو گئی ہو۔ وہ آج دیر سے جاگ رہی تھی۔ اس نے سوچا اتنی بڑی زمیندار تو ہے۔ گھر میں نوکر ہیں اور اتنا آرام ہے۔ ماری زندگی وہ ہی آرام سے کٹ جائے تو کیا حرج ہے۔ بلکہ اس نے خود تم اٹھایا تھا اب اسے دلیس نہیں یا عاں کیا تھا وہ یہی نہیں کہ سکون سمجھ رہی تھی۔ اسے پتہ نہیں چل رہا تھا کہ اس لکڑی کی تہہ میں ایک طوفان چل رہا ہے اور مالچ کے مریضوں کی طرح یاد دلائی پر پڑی ہے۔ اس میں نقل و حرکت کو نہ تھا نہیں ہے۔ اتنے میں ہر لیتس نے آکر کھجا۔

بہت دیر ہو چکی ہے۔ اب اٹھیے۔۔۔

وہ ہاتھ سے دھو کر اور کپڑے بدل کر بیچے آئی تو اس نے دیکھا کہ اس ہزاری  
ابھی نگرانی میں مردوروں سے کام لے رہے ہیں۔ سیاہ میں دو دوں رہ گئے  
نئے اور اتنی تیس مدت میں گھر کو سمایا جاتا تھا۔

اس ہزاری کو دیکھتے ہی۔ حلے کیوں اس قدم رک گئے۔ وہ اس  
طرف جانے کی بجائے برآمدہ میں ٹپلے لگی۔ اس کو ایساں حال پڑا  
جیسے سردی دیا سے اس کا رابطہ ٹوٹ چکا ہو۔۔۔ بہت دنوں سے  
اس کو کسی سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔۔۔ اس کے نام کسی کو خدا  
تو نہیں آیا تھا۔۔۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ کسی کو کھاتا رہا۔۔۔ برآمدہ  
میں ٹپلے ٹپلے حب وہ اکتائی تو وہ حد تکھے میٹو گئی جلا کھتے نکلتے  
اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔۔۔ ہریش کی ماں پھر  
آئی۔ اس نے کہا۔

”مالکس الگ بج گیا کیا کہا ماہیں کہا تو گی۔“

وہ کوئی جواب دینے پر لکھے میں ممدرد رہی۔ اتنے میں  
ہریش کی ماں نے حیرت سے کہا۔

”اوہ۔۔۔ اوریدر یا لو آر ہے ہیں۔“

یہ کہہ ہریش کی ماں چل گئی۔۔۔ وہ نے آنکھ اٹھا کر دیکھا  
اوریدر مانو ہریش کے پیچھے پیچھے اوپر ہی آر ہے تھے۔ آج تک وہ  
احارت لئے پیر اوپر نہیں آئے۔ تھے لیکن اس وقت وہ نے دھڑک  
پڑا رہے تھے۔ ان کا جہرہ سوکھ گیا تھا۔ ان کے بال بکھرے  
ہوئے تھے۔ انہوں نے کمرے میں قدم رکھتے ہی کہا۔  
”آپ نے قہجے اس دل پہیائے ہی سے اسکا کروا تھا۔“

کہہ کر وہ کرسی کیسج کر بیٹھ گئے۔

وہ بے ہنگمہ اٹھا کر دکانا اور برہنہ۔

یہ آپ کو کیا ہو گیا سریدارو۔۔۔۔۔ آپ کی طبیعت حراب

تو ہیں۔۔۔ ۹۰

سریدار نے گردن ہلا کر کہا۔

اب تو ٹھیک ہے۔۔۔ بہت معمولی سا کار آیا تھا۔ اسی

نے ساری طاقت سلب کر لی۔ اس دن میں بے کیا تو ہو کر کیا تھا کہ

آپ بے میری مات کا حجاب تک رو دیا۔

ہریش قریب ہی کھڑا تھا۔ وہ بے اس سے کہا۔

”ھاؤ۔۔۔ اپنی ماں سے کہو کہ کچھ کھانے کو کھجوائے۔“

اور چروہ سریدار سے مخاطب ہوئی۔

”ابنا معلوم ہوتا ہے آپ بے صبح سے کچھ کھایا ہی نہیں ہے۔“

”میں کچھ کھانے کے لئے بیقرار نہیں ہوں۔“

”میں تو بیقرار ہوں۔۔۔“ یہ کہہ کر وہ بے ہشتی کے پیچھے پیچھے

پتے چلی گئی۔

جدائوں کے بعد وہ کھانا اور ایک تھال میں دودھ کا گلاس

لے ہوئے آگئی۔ سریدار بے ہشتی ہوئے کہا۔

”آپ کبھی ایک عجیب لڑکی ہیں۔ دوسرے کے مکان میں

آپ مجھے پہچانتی تھیں اور اپنے مکان میں اسی بے تکلف ہو جاتی

ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ اس دن کے واقعہ کے بعد تب میں ادھر

آیا تو میں بے سوچا کہ اگر میں نے آپ کو اپنی آمد کا اطلاع دیا تو



اس قدر ملذبیوں کر ماسکتے ہیں۔ کیا آپ نے اس سے ساری باتیں  
صاف صاف کہہ دی ہیں۔۔۔ اس نے آپ کو اتنی دودھالے کی  
اجازت کی ہے۔۔۔“

مرید نے سکراتے ہوئے کہا۔  
”ابھی تک تو میں نے کسی سے کچھ نہیں کہا تھا۔ لیکن“  
مرید کی بات اسکی حتم بھی نہیں ہوئی تھی کہ وہ یہی ہی میں ہوں  
اکھی۔

”ہیں۔۔۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکا۔۔۔ مرد نہیں سزاؤ صدق  
سمجھتے ہیں۔۔۔ مجھے ہماری کوئی مرضی ہی۔۔۔ جو سب رسی سے مادہ کر گاڑی  
میں ڈال دیتے ہیں۔۔۔ ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ آپ لمبی کا اعانت  
کے بغیر ہرگز ہرگز دور نہیں جاسکتے۔“  
مرید حیراں و بولتاں تھا۔ اس نے کہا۔

”آخر یہ معاملہ کیا ہے۔۔۔ مجھے بھی تو کچھ سمجھائیے۔۔۔ یہاں آنے  
سے پہلے دیال مانو ملے تھے۔۔۔ وہ کسی جو کہ۔۔۔ پڑے تھے۔۔۔ انہوں نے بھی  
کوئی ایسی ہی بات کہی تھی جسے میں سمجھ نہ سکا۔۔۔ میری سمجھ میں نہیں آتا  
کہ میرا آما مانی پر ہی کیوں منحصر ہے۔۔۔ وہ مجھے کیوں مکر و دھوکہ  
سکتی ہے۔۔۔ یہ پہلی میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔ بات کیا ہے۔  
مجھے صاف صاف سادو۔۔۔“

وہ بے ایک لمحہ کے لئے اس کی طرف ٹٹٹکی مادہ کر دیکھا اور  
پھر دھیرے سے کہا۔

”کیا آپ نے ملنی کے سامنے سیاہ کی تحویب نہیں رکھی ہے۔“



”ڈاکٹر کی عقل در اگول اور موٹی ہوتی ہے۔۔۔ اس عور پر غور فرمائیے  
ڈاکٹروں کی جو حور و دیو کے ریلو ہزاروں یا اوروں کا سلطانہ کرتے  
رہتے ہیں۔۔۔“

”کیا آپ سمجھتے ہیں کہ کوئی بھی پرہم کماری ایسی نہیں ہے جو آپ سے تادی  
کرے کہ قابل ہو۔۔۔ اس عورت اور دو گھنڈ کیوں۔۔۔ اگر آپ کسی خیالات ہیں  
تو یہ بات آپ نے پہلے سے کیوں نہ کہہ دی۔۔۔“

”جے کہ آنکھوں میں آسو آگئے جس کو جی جانے کے لئے اسے مہ بھر دیا۔  
لیکن وہ بریدر کی گاہوں کو دھوکہ دے سکی۔  
بریدر نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”آپ نلی کی خاطر کیوں رنجیدہ ہو رہی ہیں۔ نلی کو معلوم ہے۔  
کہ اس کا دل کہاں بندھا ہوا ہے۔۔۔ وہ یہ بھی جانے لگی کہ یہ کیوں  
دیا کے دوسرے کنارے کی طرف بھاگا جا رہا ہوں۔۔۔“  
”جے نے نلی کی سی تیری کے ساتھ کہا۔

”کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ جہاں پہلے جاسکتے ہیں۔۔۔“  
”آپ مجھے کیوں روکتی ہیں۔۔۔ میں بہت محسوس ہوں۔  
اس دل میں رہ کر میں اللہ اس اور علاقے کے سوا کیا حاصل  
کر سکتا ہوں۔۔۔“

”آپ محسوس کیوں ہیں۔۔۔ آپ اگر اتارہ کریں تو آپ کو  
سب کچھ واپس مل سکتا ہے۔۔۔“

”میں خواہش کے باوجود کچھ بھی واپس نہیں لے سکتا۔  
میں یہ بات بہت یاد رکھوں گا کہ آپ نے میرا سب کچھ واپس دیا



سریدر دم بخود رہ گیا۔ اس نے کہا۔

”ہیں۔۔۔ کسی رں بھی ہیں۔“

وہ کاجہرہ دھور مٹرم سے مٹرا ہر گیا۔ اس نے مورا ایسے آب  
کو سمعال لیا۔۔۔ وہ لولی۔

”آپ نے کوئی تحریر جیتن ہیں کی۔۔۔ آپ کو یہ تحریر پیش  
کرنی چاہیے تھی۔۔۔ آپ کا کیا ارادہ ہے وہ کسی سے چھپا ہوا  
ہیں ہے۔“

سریدر ایک بل کے لئے حاموتس مٹھا رہا۔ ریئر لولا۔

”ملی کو ایسا وہم کیوں کر ہوا۔۔۔ اُسے پہلے ہی سے معلوم ہے  
کہ ایسا ہوا ہرگز ممکن نہیں۔“

وہ بے پروچھا۔

”ممکن کیوں نہیں۔“

”اسامات کو رہے دیکھئے۔۔۔ اس کی سب سے بڑی وجہ تو  
یہ ہے کہ میں ہند۔ ہوں اور۔۔۔ وہ برہم ہے۔۔۔ اور جو میری ہاری دات  
میں ایک ہیں۔“

کیا آب دات یات کو مانتے ہیں۔۔۔ وہ بے پروچھا۔

”ماتا کیوں ہیں۔۔۔ ہندو سماج میں ایک دات والے کا  
دوسری دات میں سیاہ ہیں ہوتا۔ آپ یہ تو مانتی ہیں نا۔“

”ہاں۔۔۔“ وہ بے پروچھا۔ ”لیکن میں اس بات کو اچھا سمجھ کر  
ہیں مانتی ہوں۔۔۔ آپ اس قدر تعلیم یافتہ ہیں مگر کس ایسی باتوں  
کے قائل ہیں۔“

ڈاکٹر کی عقل و راگول اور موٹی ہوتی ہے۔۔۔ اس عور پر غور کیجئے  
ڈاکٹروں کی حوروں و میر کے رابعہ ہزاروں فارادوں کا مطالعہ کرتے

رہتے ہیں۔۔۔ ۱۱

”کیا آپ سمجھتے ہیں کہ کوئی بھی پرہیزگار کی ایسی نہیں ہے جو آپ سے تادی  
کرے کے قابل ہو۔۔۔ اس عور اور اوکھنڈ کیوں۔۔۔؟ اگر آپ کسی کی خیالات نہیں

تربیت آپ نے پہلے سے کیوں۔۔۔ کہہ دی۔۔۔ ۱۲

”جے کہ آنکھوں میں آسو آگئے جس کو چھینا نے کے لئے اس نے ہر بھر لیا۔  
لیکن وہ زبردستی لگا ہوں کو دھوکہ دے سکی۔  
زبردستی اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”آپ ناشی کی حامل کیوں و عہدہ ہو رہی ہیں۔۔۔ ہنسی کو معلوم ہے۔  
کہ اس کا دل کہاں بندھا ہوا ہے۔۔۔ وہ یہ بھی ہاں مانگی کہ یہ کیوں  
دیا کے دوسرے کنارے کی طرف بھاگا مار رہا ہوں۔۔۔ ۱۳  
وہ نے عمل کی سی تیری کے ساتھ کہا۔

”کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کہاں جا رہے ہو سکتے ہیں۔۔۔ ۱۴

”آپ مجھے کیوں روکتی ہیں۔۔۔ میں بہت محسوس ہوں۔  
اس دلش میں رہ کر میں انلاس اور غلاطت کے سوا کیا حاصل  
کر سکتا ہوں۔۔۔ ۱۵

”آپ محسوس کیوں ہیں۔۔۔ آپ اگر اتارہ کر یا تو آپ کو  
سب کچھ واپس مل سکتا ہے۔۔۔ ۱۶

”میں خواہش کے باوجود کچھ بھی واپس نہیں لے سکتا۔  
میں یہ بات جیتے یاد رکھوں گا کہ آپ نے میرا سب کچھ واپس دیا



چلتے ہوئے وجے کے ماس ماکر میٹھ گئے اور اس کے ماتھے پر دیال ہاتھ رکھ کر بولے۔

”ماں۔“

وجے ایسے آنسو روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن ماتھے پر دیال مالو کے شعلہ صحرے ہاتھ لے اس کے آنسوؤں کا سدھ توڑ دیا وہ اس کی گود میں سر جھبا کر دھڑکیں مار کر رونے لگی۔

دیال مالو کی آنکھیں بھی ڈبڈبانا آئیں۔ اہوں نے وجے کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

میرا ہی غلطی سے اتنی بڑی مادی صافی ہوئی ہے۔ ماں! اب سسلی سے میری یہ بات ہو رہی تھی۔ وہ سبب عانتی ہے۔

کون عانتا تھا کہ فرید رہیں ہی۔۔۔

دیوار پر ٹنگے ہوئے کلاک میں تیس بج رہے تھے۔ دیال مالو۔ فرید راہور وجے قیوں ہی بے حس و حرکت بیٹھے تھے۔ آخر کار دیال مالو نے وجے کی میٹھ پر تھیک دیتے ہوئے کہا۔

”کیا اس غلطی کا کوئی تدارک نہیں ہو سکتا۔“

”نہیں۔۔۔ میں۔۔۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ موت ہی اس کا علاج ہے۔“ وجے نے دیال مالو کی گود میں سر جھپائے ہوئے کہا۔

دیال مالو بول اٹھے۔

”ایسا۔۔۔ کیوں نہیں۔۔۔“

وجے نے مسوٹا لہجے میں کہا۔ ”نہیں نہیں۔۔۔ میں

وعدہ کر چکی ہوں  
گلا سٹرا آیا۔ دیال مجھے  
توڑ سکتی تھی۔ اس  
کی لعل طرہ نکل سکا وہ د۔  
اس کے مانوں پر ہاتھ پھیرتے ہیں۔

اتے میں ہر تیس کی ماں۔ کہدا بھیما۔ تیس بچے گئے ہیں۔  
دیال مابو و جے کو بہانے دھوئے کی ہدایت کرنے لگے  
ہر تیس رولا۔

ماں جی۔ آپ سبھی کچھ بھی نہیں کھایا۔ اس نے بھی سب کو بیٹھے ہیں۔  
رے اٹھ بیٹھی اور کسی طرف دیکھتے بغیر مابو نکل گئی۔  
دیال مانوے کہا۔

اے سید۔ تم بھی تو ابھی تک نہیں بہائے۔ تم نے بھی تو کچھ نہیں کھایا۔  
سید گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نے سہ اشیا کو خواب دیا۔ یہ ہیں یہ  
میرے ساتھ گھر چلو۔

چلیے۔ اے سید راٹھو کر کھڑا ہو گیا اور دیال مانوے کے ہمراہ کر۔ یہ مابو نکلا

اسی دن شام کو جب اس سہاوی اور ملاس سہادی دونوں مابو بیٹیا ہ  
کے متعلق باتیں کر کے چلے گئے تو وجے نے ایسے کرے میں آکر دیکھا کہ دیال مانوے کیس  
بد گئے ہوتے بیٹھے تھے۔ وہ کسا آئے اور وہاں کسا سے بیٹھے تھے وجے  
کو یہ نہیں ملا تھا۔ اس پر محویت کا عالم طاری تھا۔ اس لئے وجے  
الٹے یا تو ایسی چل گئی۔ حقوڑی دیر کے بعد اندر آئی تو اس وقت  
بھی دیال مانوے اسی اندار میں بیٹھے تھے۔ وہ اس کے پاس آکر کھڑی ہو گئی۔  
دیال مانوے کیس کھول دیں اور فوراً بول اٹھے۔ بیٹا!

— میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔ —

آپ نے اندر بیچام کیوں نہ بھیجوا یا۔ —

آپ لوگ ماتوں میں مصروف تھے۔ اس لئے میں۔ رحمہ اندازی کی حرأت نہ کی۔ — کل دوپہر کو میرے سہاٹی تمہارا کھانا پہنچا۔ میں خط لکھ کر تمہیں اطلاع دیا جاتا تھا مگر اس خیال سے تم کہیں انکار نہ کرو میں دھوپ میں خود ہی چلا آیا۔ — کل دوپہر کو بھی دھوپ ہوگئی مگر گمراہ ہنس بیٹھی۔ — میں نے بالکی کا انتظام کر دیا ہے۔ — وہ تمہیں آکر لے جائیں گے۔ —

آپ نے حواہ حواہ تکلیف کی۔ — رفتہ سمجھا دیا ہوتا۔ میں آپ کی کسی بات سے انکار نہیں کر سکتی۔ —

یال مانو نے وجے کا ہاتھ ایسے ہاتھ میں لے لیا اور بولے۔

”یاد رکھنا بیٹا۔ تم نے وعدہ کیا ہے۔ کل ضرور آنا۔ —“

”وجے نے گردن ہلا کر کہا۔ اچھا۔ —“

وجے دل ہی دل میں حیراں ہو رہی تھی کہ یال مانو نے کھانے پر کیوں بلایا ہے۔ — ابھوں نے آج تک اسے دعوت نہیں دی تھی۔ — تمام کے کھانے کی کمانے دوپہر کا کھانا کیوں کھلایا حارہ! — تھا۔ آج دوپہر کو وہ آتے تھے اس وقت ابھوں نے یہ دعوت کیوں نہ دی اتنی دیر میں بالکی کا انتظام بھی کیسے کر لیا۔ — ایسے دل کا لے کئی چھپاتے ہوئے وجے نے ہنستے ہوئے

کہا۔ — کل کیا بات ہے۔ —

یال مانو نے ٹرے سکوں سے جواب دیا۔ —

۔ کل دوپہر سے پہلے میں تمہیں کچھ بھی نہیں ساسکتا۔ —

آتا تو تادیجئے کہ کل کون کون آئے گا۔ ۹۔  
 تم سب کو یہاں ہمیں سکونگی میٹی۔ وہ میرے دوست  
 ہیں۔ جن لوگوں کو تم جانتی ہو۔ ان میں ایک نام ہے اس ہادی اور دوسرے  
 کا نام ہے ریدر۔ ۱۱۔

دیال مانو کے چلے جانے کے بعد وہ بہت پر تک سیمس و حرکت  
 میٹھی رہی وہ دل ہی دل میں سوچ رہی تھی کہ اس دعوت کا مطلب کیا ہے  
 اس کے۔ ل میں کئی دوسروں سے انکوارہے تھے۔

دوسرے دن صبح ڈیڑھ بجے تک بھی یا لکی۔ آئی تیار میٹھی ہوئی  
 و جے کے اسٹراب کی کوئی حد نہ رہی ہر تین کی ماں کو بھی اس کے ہمراہ جانا تھا۔  
 اس نے کئی مار آکر کہا: "ٹوڑے دیال مانو کا دماغ تو حواس نہیں ہو گیا"  
 جسے کن آدمی کو بھی ان کے گھر نہیں بھیج سکتا تھی۔ وہ کوئی بھی میسلہ نہیں  
 کر یا رہی تھی۔ جب اس کا کرب فاصلہ اس طرح کو پہنچ گیا تو ہر تیسے اہستے  
 اہستے آکر کہا: "یا لکی آرہی ہے۔ ۱۱۔"

و جے تیسرے پر یا لکی میں روانہ ہوئی اس میں ہماری ایسے مردوروں کے  
 کے ساتھ کام میں مصروف تھے۔ وہ یا لکی کے قریب آکر پوئے۔ دیال مانو  
 نے مجھے بھی کھائے پر۔ جائے کیوں بلایا ہے۔ میں تو شام ہی جاؤں گا خاص  
 طور پر دعوت۔ ۷ گئے ہیں۔ میٹی ان سے کہہ دیا کہ اگر یا لکی سمجھو اے میں  
 رات گئی تو پھر میں نہیں جاسکوں گا۔ ۱۱۔

دیال مانو کے گھر کا دروازہ آج کے بتوں سے سما ہوا تھا۔ و جے  
 گھر کے اندر قدم رکھا تو اس نے دیکھا کہ دیال مانو گاؤں کے کئی لوگوں کے  
 ساتھ باتیں کرے میں مصروف تھے۔ و جے کو دیکھتے ہی دوڑتے ہوئے





میں تو اس بات پر حیراں ہوں کہ تو نے یہ باتیں کیسی کہاں سے ہیں ملیں؟  
 دیال مانو سے کہا۔

ملی بولی یہ باتیں میں نے سویدر مانو سے سیکھی ہیں وہ اکثر بکا کرتے ہیں  
 صداقت کا حقد۔ لی میں ہے مہ میں ہمیں۔ مہ سے اگر کوئی بات نکلتی ہے  
 تو وہ ہیتہ بھی نہیں ہوتی یہ جید لکھوں کے لئے خاموش رہنے کے بعد دیال  
 مانو بولے یہ تم ریہ رکو کہیں جاسیں بیٹی۔ وہ تم سے سید یا دکر تا ہے۔  
 تم شاید یہ بات بھی نہیں جانتیں کہ وہ تہا۔ سریر جھوٹ کا لوجہ لا دکر  
 تمہیں ایسا سارے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہو سکتا۔ تم خود ہی سروسٹ سے  
 آخر تک اس کے رتاؤ کا تجربہ کر چکی ہو۔ ۱۱

وہ خاموش رہی۔ سر جھکا کر دیکھا کٹھنیل کی طرح کھڑ رہی۔  
 ملی اور جا کر کام میں معروف ہو چکی تھی۔ جید لکھوں کے بعد باہر لڑک  
 وجے سے لپٹ گئی اور اسکی کافی میں کہا۔ تہا مہ ساؤ سگار کی دہ داری  
 محویر عائد کا گئی ہے۔ جیو۔ اؤ وہ دے کا ہاتھ بکر دکر بروستی ان کو اندر  
 کھینچ کر لے گئی۔

دو گیسے ڈکے بعد بھیلوں اور جیدوں سے سما کر حب اس نے رہے کو  
 پس کی گدی پر بٹھایا اور کھڑکی کھول۔ جی تو وجے کو یوں محسوس ہوا جیسے آسمان  
 پر اس کے ماں باپ اسے آئیراد دے رہے ہوں۔ ۱۲

حسن عورت نے کیا داں زیادہ لوگوں کے کہنے کے مطابق وجے کا دور  
 کی رستہ دار تھی اور اس کی تو لگتی تھی یروہیت نے مہتر ٹھٹھتے ہوئے  
 دعوہ مل کیا کہ وہ سویدر کے گھر کے برابر یروہیت تھے۔  
 شادی کی رسم قریب قریب ختم ہو چکی تھی۔ دولہا اور دلہن کو

اں کی گتہ یوں پر سے اٹھائے گا انتظام ہو رہا تھا کہ عین اس وقت  
 راس سہاری سیاہ کے منڈیا میں کودا رہوئے۔

دال مالو اکو ذکر کھڑے ہو گئے۔ اں کا ٹرے تپاک سے حیر مقدم کرتے  
 ہوئے نولے۔ ”آؤ۔۔۔ مھیا آؤ۔۔۔ بیک کام ٹری تو ستر اسٹوپ سے  
 سرا کام مانگا ہے۔ آج کے دل اپنے دل میں کو میل رہ رکیئے مھیا۔ آئیے۔  
 دووں کو آیتروادو دیکھے۔“

ایک لمحہ کے لئے راس سہارو بھونچکے رہ گئے۔ اور کیر  
 بڑے سکوں کے ساتھ نولے۔ ”بس مالی کی بیٹی کا سیاہ ہندو رواج  
 سے کھڑا دیا۔“ دیال بابو تم نے مجھے اس کی حرکت تک نہ دی۔“  
 دیال مالو دریا پر لٹائی ہو کر نولے۔ ”مھیا۔۔۔ تھادی بچا ہے

حسن طرح ہو آ حشرادی ہے۔“  
 راس سہاری نے غصہ آگئیں لہجے میں کہنا۔ ”ہیں۔۔۔ کیا س مالی  
 کی بیٹی نے ایک بار بھی ایسے تپاکے گاؤں والوں کو اس سلسلے میں مطلع  
 کرے کی ضرورت محسوس نہ کی۔“

پاکس ہی ملی کھڑی تھی۔ وہ نولی۔ ”اں کی بیٹی نے اپنے  
 مرحوم تپاکے حکم ہی کا تعمیل کی ہے۔۔۔ رسم و رواج کے مارے میں  
 سوچنے کی ضرورت نہ ملی۔“ آپ لکھی تو جانتے کہ س مالی مالو کی آخری  
 خواہش کیا تھی۔ ”آپ دیکھ لے رہے ہیں کہ اں کی حمایت پروری کرے  
 میں کوئی کسر ماتی نہ رہی۔“

راس سہاری مالو نے اس مہ بھٹ لڑکی کی طرف تہرا لہو دنگا ہوں  
 سے دیکھا اور نولے۔ ”بہنہ۔“

ملتی ہے جب پر اس پر لڑائی ہو کر والیس مارتے ہوئے دیکھا تو اسے  
 اور بھاگتے کے ادا میں لپکایا  
 ۱۶۱۔ آپ شادی والے گھر میں آئے ہیں۔ آپ پر ہی کیسے  
 ماسکتے ہیں۔ کھانا ضرور کھانا پڑے گا۔ میں نے ماما جی پر بہت درد سے کر  
 آپ کو یہاں بلوایا ہے۔ اما  
 اس سارے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کی طرف ایک  
 اور قبر آلود نگاہ پھینک کر وہ دھیرے دھیرے ماہر نکلی گئے۔

ختم شد



ठोडी आग

लेखक

शरन चन्द

